ریشیات

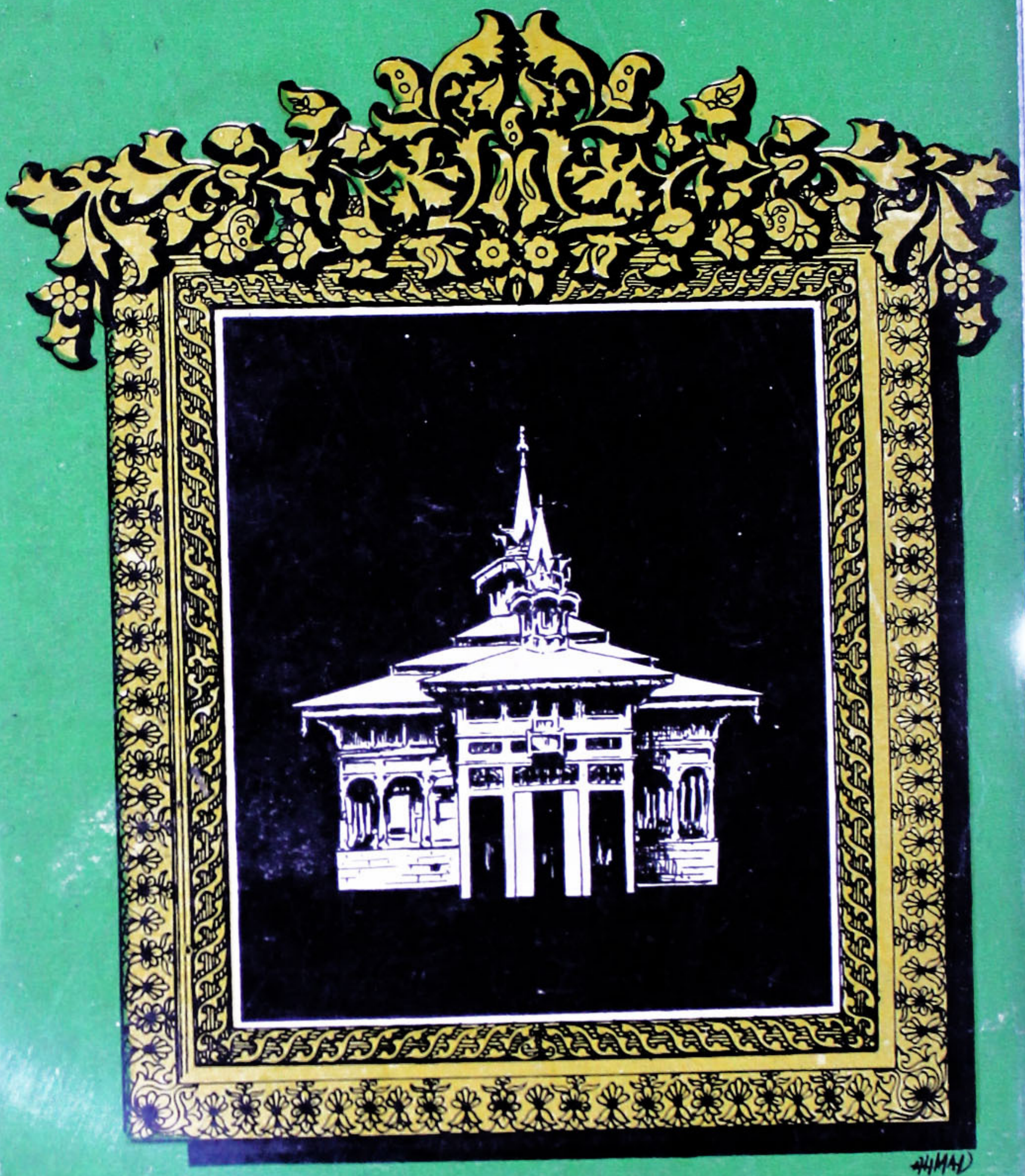

شیخ العالم سے شش صد سالہ تقریبات کمیٹی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

رشیات

ذکرِ ان

محمد یوسف ٹینگ

ترتیب

رشید نازکی

معاون

محمد اسد اللہ

شیخ العالم شش صد سالہ تقریبات کمیٹی سرینگر

Marfat.com

ناشر : سیکریٹری شیخ العالم شش صد سالہ تقریبات کمیٹی سری نگر

مطبوعہ : جے کے آفسیٹ پرنٹرس دہلی

کتابت : گلزار احمد

سرورق : جی احمد

سالِ اشاعت: ۱۹۷۸ء

قیمت : 7/

129539

Marfat.com

ترتیب

۱ حرفِ اوّل ——————

محمد یوسف ٹینگ ۵

۲ ریشیت کا تواریخی پس منظر ——————

پروفیسر پی۔ این۔ پستپ ۷

۳ اویسیت اور ریشیت ——————

مفتی جلال الدین ۲۰

۴ ریشیت اور اسلام ——————

پروفیسر محمد عبداللہ شیرا ۴۰

۵ ریشیت کی غایت اولیٰ ——————

سیف الدین قادری ۵۰

۶ شیومت اور ریشیت ——————

بی۔ این۔ پارمو ۷۰

۷ بدھ مت اور ریشیت ——————

محمد اسد اللہ ۸۴

۸ ریشیت کی نفسیاتی تاویل ——————

غلام محمد آخر ۱۱۳

Marfat.com

۹ ہندومت اور ریشیت ——————

ارجن دیو مجبور ۱۲۶

۱۰ شیخ العالمؒ کے بعد ریشی تحریک ——————

محمد امین رفیقی ۱۲۹

۱۱ ریشیت کی مختلف تاویلیں ——————

غلام رسول بٹ ۱۴۵

۱۲ ریشی تحریک کے نسوانی کردار ——————

رشید نازکی ۱۶۴

۱۳ زمانۂ حال میں ریشیت کے نقوش ——————

پروفیسر مشعل سلطانپوری ۱۷۳

۱۴ ریشیت کی ابتدا ——————

موتی لال ساقی ۱۸۸

۱۵ ریشیت اور رہبانیت ——————

روسل پونپر ۱۹۹

۱۶ شیخ العالم قافلہ سالارِ ریشیت ——————

نور محمد بٹ ۲۰۹

۱۷ ریشیت اور سلاطینِ کشمیر ——————

محمد امین شکیب ۲۴۰

۱۸ ریشیت اور ویشنو تحریک ——————

امر ماموتی ۲۴۰

• • •

Marfat.com

حرفِ اوّل

عالمگیر اہلِ کشمیر شیخ نورالدین نورانیؒ کے شش صد سالہ جشن مولود نے، خود حضرت شیخ کی حیات اُن کے فن اور پیام کے ساتھ ساتھ کئی دلآویز جہتوں کی طرف قافلہ ہائے قلم کی رہنمائی کی ہے۔ اس کاروبارِ شوق میں ہمارے علماء اور ادیبوں نے بڑی وسعت کے ساتھ خبر و نظر کے کوہ و صحرا چھان مارے۔ حضرت شیخ کے مسلکِ محبت کی رنگین داستان یاد آتے ہی ہمارا ذہن کشمیر کے صدیوں پرانے مذہبِ عشق یعنی ریشیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ سلسلہ ریشیہ کی جڑیں ہماری تمدنی تاریخ کے قرونِ مظلمہ (DARK AGES) تک پہنچ جاتی ہیں۔ اساطیر اور تاریخ کی قوسِ قزح کی اوٹ سے جھانک کر ہمیں ضرور ایسے ہمہ اسرار درویشوں سے ملاقات ہوتی ہے، جنہوں نے مایا جال کے فریبِ نظر سے ہٹ کر زندگی کی گہرائیوں میں غواصی کی ہے، اور حقیقتِ نظر کے موتی چن لئے ہیں۔ اس قافلۂ محبت میں ہمیں یہاں کی تمدنی تاریخ کے ہر دور کے عظماء کے رجال سے ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن اس مخزنِ اسرار میں جو شے ہر دور کی مشترکہ میراث ہے۔ وہ مذہبِ انسانیت [illegible] متاعِ عشق ہے۔ [illegible] دور سے لیکر طلوعِ اسلام تک روشنی اور فیضان کا [illegible] موجزن رہا ہے۔ اور یہاں کی تاریخ و ثقافت کو لہو بخشتا رہا ہے۔ ریشیت کیا ہے؟ اس استفہام کا جواب شاید آپ کو زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ فراہم کرے۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے، وہ یہ ہے کہ مختلف اہلِ قلم حضرات نے مخصوص تناظر میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے اور یہ ضروری بھی ہے

Marfat.com

اس لئے کہ اس موضوع کی جہت جہت کو سمجھنے کی خاطر ہر طرف کے روزن کھلے رکھنے کی ضرورت ہے، ادارہ اس سلسلے میں قطعی طور پر ناطرف دار ہے، اور ہر قسم کے موزون خیالات کا استقبال کرتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں، کہ ہم ہر قسم کے خیالات سے اتفاق بھی کریں۔ ؎

تُرا چنانکہ توئی ہر نظر کُجا بیند　　بقدر بینشِ خود ہر کسی کُند ادراک

اس قسم کا بنیادی مواد شاید ہمارے اہلِ ذوق محققین کے لئے اسرارِ راہ کا دروازہ کھول دے، اسی لئے ہمیں یہ کتاب شایع کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ؎

بہر نظر گُلِ ما جلوہ می کُند لیکن　　کس ایں کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم

محمّد یوسف ٹینگ

Marfat.com

⊙ پروفیسر پی۔ این۔ کُشپ

ریشیت کا تواریخی پسِ منظر

ریشیت کا جو سلسلہ کشمیر میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کی جڑیں قدیمی تواریخ میں بہت گہری دکھائی دیتی ہے۔ ویسے تو ویدوں کے زمانے میں بھی یہ خوب صورت وادی ریشیوں کا مسکن رہی ہے لیکن ویدکالیشی صاحب بصیرت تو تھا، پابند رہبانیت نہ تھا۔ کیونکہ ویدوں میں جس تپس (یعنی تپ) کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں رہبانیت پر بالکل زور نہ تھا۔ ویدی شرح[1] کے مطابق ریشی وہ صاحب بصیرت تھا جس کی آگہی منتر کے سانچے میں ڈھل کر الہامی کلام بن جاتی۔ بعد کے زمانے میں (یعنی آرنیکوں اور خصوصاً اوپنشدوں کے دور میں) جب روحانی تحیر، تجسس اور تفکر کی مہمل بستی سے دور جنگلوں میں جا پہنچی تو ان ریشیوں کے ایک خاص گروہ نے ریاضت کو رہبانیت کی شکل دی اور ریشیوں کے آشرم روحانی تعلیم و تبلیغ کے مرکز بن گئے۔ ان میں سے کئی مراکز میں ویدک دھرم کے یگیہ کی اتنی اہمیت نہ رہی جتنی روحانی غور و فکر اور نیک کردار کی۔

انہی دنوں جب مہاتما بدھ نے بودھ سنگھ کی تشکیل کی تو ان مراکز ہی کی طرح [illegible] بھکشوؤں کے لئے وہار بن گئے جہاں ایک خاص طرح کا آچار وچار (کردار و فکر) پنپنا گیا۔ چنانچہ ان بودھ فقیروں کا جو خانقاہی نظام استوار ہوا۔ [illegible] تلاشنا سودمند ہوگا نہ کہ اس سے باہر شیو یا وشنو اداروں میں۔ بقول دھرمانند کوسمبی[2] جنگلوں میں

---

[1] حوالہ جات کے لئے مضمون کے اختتام پر کتابیات ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

رہنے والے اِن رشیوں منیوں کو تاپس یا پرورا جک کہتے تھے ۔ انہی تپسوی لوگوں کے سنگھوں میں سے جنستھان (یعنی بستیوں) میں گھوم کر لوگوں کو اپدیش دینے والے الگ الگ شرمن سنگھ نکلے۔" (مُلاحظہ ہو: بھگوان بدھ ص ۶۶) ۔

شرمن سے مراد ہے شرم یا کڑی ریاضت کرنے والا، یعنی فلاحِ عام کے لئے ریاضت کرنے والا۔ سنگھ کا بنیادی مقصد ہی تو "بہت سارے لوگوں کے بھلے کے لئے" بہت سارے لوگوں کے سُکھ کیلئے کمربستہ رہنا تھا۔ بقول بُدھ :

"بہہ جن ہتایہ بہہ جن سُکھایہ" ——— بدھ کے زمانے میں پہلے سے ہی باسٹھ شرمن پنتھ رائج تھے، جن میں سے پانچ نمایاں تھے اور بُدھ کا اپنا شرمن پنتھ تریسٹھواں تھا۔ غالباً بیراگی، اگھور، کبیر، داود وغیرہ ناموں سے منسوب گوناگوں پنتھ بھی انہیں شرمن پنتھوں سے ماخوذ بُدھ کے شرمن سنگھ کی رہبانیت نے، (بالخصوص رہن سہن اور کھان پان کے طور طریقے نے انتہائی صورت اختیار کر لی تھی۔ کھان پان ہی کو لیجئے۔ اِس سلسلے میں بھگوان بُدھ اپنا ذاتی تجربہ سارپتر کو سناتے ہوئے کہتے ہیں: (بمطابق مجھم نکائے)

"ایک ہی گھر سے بھیک لیکر ایک ہی لقمے پر، قناعت کرتا تھا۔ یا دو گھروں سے دو لقمے ... اور اسیطرح سات دن تک بڑھاتے ہوئے سات گھروں سے سات لقمے لیکر میں گذر کرتا تھا۔" یا

"ایک دِن چھوڑ کر یعنی ہر تیسرے روز کھاتا تھا۔ پھر دو دِن چھوڑ کر یعنی ہر چوتھے روز کھاتا تھا۔ اس طرح روزوں کی تعداد بڑھاتے ہوئے ہفتہ میں ایک بار یا پکھواڑے میں ایک بار کھا لیتا تھا۔" ایسے ہی :

"میں ساگ، شیاماک (یعنی دھان کے اندر اُگنے والی سانولی گھاس) نیوار (یعنی جنگلی دھان) پر ہی گذر کر لیتا، اور ویرانے میں پٹ سن کے کپڑے پہن لیتا۔"

"کئی شرمنوں اور برہمنوں کا خیال ہے کہ کھان پان سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ وہ فقط بیر کھا کر گذر کرتے ہیں۔ یا بیر کا آٹا استعمال کرتے ہیں یا بیر کا کاڑھا پیتے ہیں۔ یا بیر ہی کی تیا

Marfat.com

کی ہوئی کوئی دوسری چیز کھا لیتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایک ہی بیر کھا کر رہتا تھا۔ ہے سارِپُت، کہیں ایسا نہ سمجھا کہ اُن دنوں بیر بہت بڑے ہوتے تھے۔ آج جتنے سے ہیں، تب بھی اتنے سے ہی ہوتے تھے....."

"ہے سارِپُت، میں ایک ہی تِل، ایک ہی چاول یا ایک ہی دانہ مونگ کھا لیتا تھا۔ ایسا مت سمجھو کہ اُن دِنوں یہ دانے بڑے ہوتے تھے۔ آج جتنے ہی ہوتے تھے۔" (لباس کے بارے میں مزید):

"میں سن یا ٹاٹ کا چیور (یعنی ڈھیلا ڈھالا لباس) پہنتا تھا۔ انسان کے بالوں کا یا گھوڑے کے بالوں کا بنا کمبل اوڑھتا تھا یا الّو کے پروں سے چیور بنا کر اپنے آپ کو ڈھانپ لیتا تھا۔"

مجھم نکائے ہی کے (نواپ ست) کے مطابق بدھ کے زمانے تک چار طرح کے شرمن نمایاں تھے: ایک وہ جو ویدک دھرم ماننے والے براہمن رشی تھے۔ اور یگیہ رچاتے تھے۔ دوسرے وہ جو ویدک یگیہ کے تشدد آمیز عمل سے بیزار ہو کر پھل پھول پر ہی بسر کرنے والے رشی منی تھے اور یادِ خدا کی ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ تیسرے وہ جو جنگلوں میں ریاضت کرتے ہوئے بھی بستیوں میں گھوم گھوم کر روحانی تفکر کا پرچار کرتے اور بھیک مانگ کر گذر کرتے۔ چوتھے وہ جو "آتما ہے یا نہیں ہے" کے چکر میں پڑے بغیر ہی تزکیہ نفس کے عمل میں مشغول رہ کر توکل اور فقر کے درمیانہ راستے کو اپنا لیتے۔ یہی (درمیانہ راستے والے) رشی بودھ شرمن کہلائے، جو بنیادی طور اُن چار سچائیوں کے قائل تھے۔ جنکی بھگوان بُدھ نے تلقین کی تھی۔ یعنی (بمطابق مہاوگ[۴]) ایک دُکھ کا اصلی باعث آتما یا پرکرتی (یعنی روح یا مادہ) نہیں بلکہ پیاس (یعنی حرص و ہوا) ہے ——

دوسری: جب تک پیاس قایم ہے دکھ کا وجود بھی قایم رہے گا —— یہ پیاس کہاں سے [illegible] یہ سوال ہی بے کار ہے —— تیسری: پیاس کو مٹا کر ہی نروان (یعنی دُکھ سے نجات) ممکن ہے —— چوتھی: (نروان کی طرف لے جانے والا) راستہ دو انتہا دوں کے بیچ میں سے جانے والا وہ راستہ ہے جو اشٹانگ مارگ (یعنی آٹھ بدوں والا راستہ) کہلاتا ہے۔

Marfat.com

(نہادگ کے مطابق ہی) اس راستے کی وضاحت بدھ نے یوں کی ہے :

"بھکھوؤ ! .... یہ دو انتہائیں کونسی ہیں ؟ پہلی انتہا ہے شہوت پرستی میں سکھ ماننا۔ یہ روش لامتناہی غیر مہذب، عامیانہ اور شر انگیز ہے۔ دوسری (انتہا) ہے جسم کو طرح طرح کی اذیت دینا۔ یہ روش بھی نہایت پریشان کن، سفاکانہ اور شر انگیز ہے۔ ان دونوں انتہاؤں کو چھوئے بغیر ہی تتھاگت (بدھ) نے بیچ کا وہ بصیرت افروز راستہ کھوج نکالا ہے۔ جو اطمینان قلب، فیضان، آگہی اور نروان کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ کون سا ہے ؟ (وہ ہے) :

نظر سالم، ارادہ سالم، تکلم سالم، عمل سالم، روزی سالم، ریاض سالم اور مراقبہ سالم،

اس سے پہلے کہ سلسلہ ریشیت میں اس مسلک کا پرتو دیکھنے کی کوشش کی جائے یہاں پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ ان (بودھ) مفکرین نے ذات پات اور چھوت چھات کی تمیز کو بالکل رد کر دیا تھا۔ بھگوان بدھ کی تلقین تھی کہ

(بمطابق اُدان، انگتر نکائے، اٹھک نپات)

"بھکھوؤ ! گنگا، جمنا، اچیروتی، سرجو، مہی وغیرہ ندیاں مہا سمندر (بحیرۂ اعظم) میں جا ملتی ہیں تو اپنا اپنا نام چھوڑ کر محض مہا سمندر کا نام اختیار کر لیتی ہیں۔ اسی طرح کھشتری، براہمن، ویش اور شودر یہ چاروں ورن تتھاگت (بدھ) کے دھرم میں داخل ہو جانے پر اپنے پہلے نام گوتر چھوڑ کر محض شاکیہ پتر یعنی شرمن کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔"

ہاں تو کشمیر میں بودھ دھرم کا آغاز چاہے اشوک سے بہت پہلے ہوا ہو چاہے اشوک کے عہد میں، کشمیر صدیوں بعد تک بودھ دھرم کی ترویج اور تبلیغ کا ایک اہم مرکز رہا۔ آس پاس کے ممالک میں، خاص کر وسط ایشیا (ختن، کاشغر، یارقند، سمرقند، بلخ، بخارا) تبت، چین اور منگولیا میں بودھ دھرم اور تہذیب کا دھارا کشمیر سے ہو کر ہی جا پہنچا۔ چنانچہ بخارا کی بودھ خانقاہ کا پرمکھ (یعنی سرخیل یا مکھیا) بھی جو بغداد میں برمک نام سے مشہور ہوا، کشمیر کے بودھ عالموں سے فیضان حاصل کر چکا تھا۔ اور تو اور، بودھ دھرم کی مشہور عالم دانش گاہوں، نالندہ اور

Marfat.com

دکرم شلا میں بھی کشمیریوں کی برگزیدگی کو تسلیم کیا جاتا رہا۔ دکرم شلا کی تباہی (ترکوں کے ہاتھوں) ہوئی تو وہاں کے ہندوستانی بودھ سنگھ کا صدر شاکیہ بھدر (جو بقول راہل سانکرتیاین کشمیری پنڈت تھا۔) وہاں سے پورپی بنگال کے جگت تلا وہار میں گیا۔ وہاں سے اپنے شاگردوں کو لے نیپال چلا گیا جہاں سے تبت کے حکمران کیرتی دھوج نے انہیں اپنے ہاں بلایا۔ اپنے ہی دکرم شلا کے سنگھ راج کئی برس تبت میں سرگرم عمل رہے اور بعد میں کشمیر لوٹ کر ۱۲۲۰ء میں انتقال کیا۔

غرضیکہ تیرھویں صدی کے اوائل تک کشمیر بودھ تہذیب کی ترویج میں سرگرم حصہ لے رہا تھا۔ حالانکہ اس دوران کشمیری بودھ دھرم کا دھارا جینو اور وشنو دھاروں کے سنگم میں گر کر اپنی انفرادی حیثیت کھو چکا تھا۔ پھر بھی اس دھرم کی علمی اور ثقافتی سرگرمیوں نے کشمیر میں کئی گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن میں وہاروں کی روایت خاص طور سے قابل غور ہے۔ چنانچہ سینکڑوں سال تک یہ روایت بہت حد تک خانقاہی طریق کا ایک دیرینہ ورثہ بن گئی۔ اوپر اوپر سے یہ نقوش بے شک بہت کچھ گھس چکے ہیں لیکن باریکی سے دیکھنے پر ان کے گہرے خدوخال پہچان لینا زیادہ مشکل بھی نہیں۔

اس طرح کشمیر میں اسلام کی آمد سے پیشتر ہی بدھ مت کا ایک روحانی سلسلہ ارتقا پذیر تھا۔ کشمیر کے شیو درشن نے بودھوں کی کئی کمزوریاں تو اپنے رنگ میں رنگ لیں جس بنیادی رویے کی شدید مخالفت کی (وہ وجود مطلق سے بودھوں کی بے نیازی تھی)۔ چنانچہ کشمیر میں بودھ شرمن سنگھ بھی شیو درشن کے اثر سے متاثر ہو کر وجود مطلق سے تعلق [illegible] تصور [illegible] اختیار کرنے پر مجبور ہوئے [illegible] شیو درشن [illegible] اثر [illegible] اپنا [illegible] [illegible] سلسلے کی بنیادی خوبیوں کو اپنے کردار [illegible] سمجھ لیا [illegible] اسلام [illegible] بلکہ نورانیوں [illegible] ریشی نامہ میں [illegible] حالات [illegible] بھی [illegible] ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں تاریخی پس منظر کا ایک اور پہلو ہے جس پر سے پردہ سرکا دینا ضروری ہے۔ اسلام کی آمد کے بعد جب خراسان سے کشمیر کا تمدنی رشتہ جڑ گیا وہ ایران کے اکثر صوفیائے کرام کا مولد تھا اور بقول ڈاکٹر محمد عمر[۷] ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر (ص ۳۰۵)

"گمان اغلب ہے کہ اس کا سرچشمہ اور منبع شہر بلخ تھا جو بدھ پیروؤں کا اہم ترین مرکز تھا۔"

لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بلخ، بامیان اور آس پاس کے بودھ وہاروں کے راہب کردار کی پاکیزگی کو برقرار نہیں رکھ پائے تھے جبھی تو ان کی [illegible] کر کے ان علاقوں میں اسلام پھیلا اور بودھوں کا خاتمہ ہو گیا۔ کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ کشمیر میں ان دنوں بھی بودھ رہبانیت کے چند عناصر یہاں کے قلندروں، سادھوؤں، ریشیوں، زاہدوں اور عابدوں کا شعار بن چکے تھے۔ اور اسی لئے ایرانی تصوف میں انہیں گراں قدر مماثلت نظر آئی تھی۔ چنانچہ مغل شہنشاہوں نے کشمیر کے دورشاں پر یہاں کے ریشی سلسلے کو بنظر تحسین دیکھا۔ ابوالفضل نے (آئین اکبری میں) ان کی جو تعریف کی ہے۔ وہ چشم دید حالات پر مبنی ہے۔

حق شناسوں کے دو گروہوں کی مشترکہ روحانی میراث سے فیضان حاصل کر کے ہی داراشکوہ نے اپنی تصنیف مجمع البحرین[۸] میں ہندو دھرم اور دین اسلام کی روحانی معنویت کا تقابلی مطالعہ پیش کیا اور مرزا قتیل نے (جو بقول ڈاکٹر محمد عمر، ص ۳۳۵) "بیک وقت ایک صوفی اور یوگی تھا"۔ اپنے رسالے ہفت تماشا[۹] (ص ۶۳) میں لکھا:

"صوفیا کے اعمال وہی ہیں جو ویدانتیوں کے اعمال ہیں۔ رقص اور وجد جو چستی صوفیا میں ملتا ہے، وہ انہوں نے بیراگیوں سے سیکھا ہے۔"

مطلب یہ کہ صوفیا اور بیراگیوں کا جیسا ربط اور اشتراک شمالی ہند میں مروج تھا ویسا ہی ربط و اشتراک کشمیر کے صوفیا اور ریشیوں میں بھی وقوع پذیر ہوا تھا۔ چنانچہ شیخ العالم بننے سے پہلے نندریشی نے جو روحانی روایت ورثہ میں پائی تھی وہ مقامی ریشیت کی ایک ایسی روایت تھی جس میں بودھ اور شیو وشنو روایتیں گھل مل گئی تھیں۔ اس کی ملی

Marfat.com

ریشیت کا امتزاج اسلام کی تازہ وارد روایت سے ہوا تو تفاوت کے ساتھ ہی ساتھ یگانگت
کے بعض عناصر پر بھی اظہار جم گئی۔ یگانگت کے یہی عناصر بعد میں اسلامی توحید کی انتہا میں جا کر
اور بھی پختہ ہو گئے اور عالمی برادری کے ایک اور افق سے روشناس ہو گئے۔ "بہو جن ہتایہ بہو جن
سکھایہ" (یعنی بہت سارے لوگوں کے بھلے کے لئے، بہت سارے لوگوں کے سکھ کے لئے) کمر بستہ
رہنے کا جو اپدیش بدھ نے دیا تھا وہ بھی بلا لحاظ رنگ و نسل و قوم تھا۔ اسی لئے وہ اخوت اسلام کے
ملقین سے ہم آہنگ ہوتا گیا۔ نفس کشی نے فقر کا اسلامی رنگ پکڑا، نروان کا آدرش فنائے تصور
سے ہم بغل ہو گیا اور شیو درشن کا پرم شیو اسلام کے قادر مطلق کا ہی ایک اور نام جان پڑا۔

ایک لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام سے ہم آہنگ ہو کر کشمیر کے رشی مسلک نے نئے تقاضوں
کو پورا کیا اور وہ شکل اختیار کر لی جو کلام شیخ العالم (کے شلوکوں) سے مترشح ہے۔ اس میں شک
نہیں کہ شیخ العالم نے اپنے پیش رو رشیوں کو بھی خراج عقیدت ادا کیا ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ
شیخ العالم نے ہی کشمیر میں رشی [illegible] کو اسلام کی ہمہ گیر بنیادوں [illegible] اب قرابت کے ساتھ استوار
کیا۔ ان سے پہلے کے رشی بھی ایک خاص سلسلے کی کڑیاں جان پڑتے ہیں۔ لیکن محض روایتی طور پر
خیال طور پر نہیں۔ نند رشی نے اپنے پیش رو رشیوں کے بارے میں جو شلوک کہے ہیں ان میں
عقیدت کے ساتھ انکساری کا سر بھی جھکا ہے۔ جو [illegible] کی [illegible]
[illegible] مسلک کی جڑوں کو [illegible] روایت میں کھوجنے کی [illegible]
[illegible] رشی) [illegible] اپنے ہم عصروں کی اہمیت کو [illegible] کی اہمیت کو [illegible]
[illegible] "کر بندن توشہ خوانی" یا "تنگھ [illegible]
ہوں نے اپنے ان پیش رو بزرگوں کو یاد کیا ہے جو بلا واسطہ سلسلہ رشیان [illegible]
[illegible] رشی مسلک [illegible] کی بابرکت شخصیتوں سے فیض پایا تھا۔ [illegible]
[illegible] توجہ [illegible] رشی [illegible] والبتہ تو نہیں تھیں [illegible] مسلک [illegible]
[illegible] والے اس شیو مسلک [illegible] جو [illegible] داری سے بالاتر ہو کر [illegible] نفس کی [illegible]

Marfat.com

کا قایل ہے، جو "چپے چپے" میں شِو کو ویسے ہی (جلوہ جگر) دیکھتا ہے جیسے (ذرّے ذرّے میں) سورج کو۔ جو ہندو اور مسلمان میں (روحانی) امتیاز نہیں کرتا، جو مورتی پوجا کی فرسودہ روایت سے انحراف کرتا ہے اور خود آگہی کی منزل تک جا پہنچنے کی تگ و دو میں ہے۔ نندہ ریشی کے شلوکوں میں شیو درشن کی خارجیت ڈھونڈ نکالنے کی سعی ویسی ہی لاحاصل ہے جیسی بل وید کے واکھوں میں [illegible] تفکر کا رسمی بیان دیکھنے کی کوشش۔ لیکن واکھ اور شلوک کے اندر [illegible] تقاضوں کی مماثلت سے بھلا کیسے انکار ہو سکتا ہے؟ یہ مماثلت اس لئے بھی پائی جاتی ہے کہ دونوں کو روحانی ریاض کی ایک مشترکہ میراث نصیب ہوئی ہے۔ جس میں وقت وقت پر فروعی باتوں کی آلایش کے باوجود اصلی جوہر کا وجود قائم و دائم ہے۔ دونوں میں سہج (یعنی فطری، لدنی یا فی البدیہہ) لفظ کا استعمال بھی ایک مشترکہ لفظی اور فکری بلکہ کرداری خصوصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سہج کا تصور[11] (جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے) کشمیر میں اُس فکری لہر کے ساتھ آپہنچا تھا جو ملک بھر میں سہج یانی بودھوں اور سدھوں نے بہائی تھی۔ نندہ ریشی نے تو اسکی معنویت کو ایک اور گوشہ اُس وقت روشن کر دیا جب انہوں نے قرآن کے ساتھ اس لفظ کو جوڑ کر حضرت رسولؐ پر سہج قرآن نازل ہونے کی بات فرمائی۔ نئے اور پرانے کا یہ حسین تال میل ریشی مسلک کا خاصہ ہی تو ہے۔ نندہ ریشی کے الفاظ ہیں:

حض رسولس کامت ژاجے
ژے تس شوزتھ سہز قرآنہ
بھگہ سیتی ریاضت پاؤ
چھُ ہم شہتس تہ مہربانہ

سہج کے اندر لدنی کی دریافت محض ایک ثانی حادثہ نہیں بلکہ ایک ادراکی ثانی عمل کی منور برکت ہے۔ نندہ ریشی سہج اپاسنا (یعنی اپنے اندر ہی حق کی تلاش کے) سے لازماً فیض یاب ہوتے ہوں گے جبھی انکا ایک نام سہجانند (یعنی فطری یا عرفانی

Marfat.com

عشرت والا) بھی پڑا تھا۔ لل دید نے بھی اپنے واکھوں میں سہج کی برتری کے گن گائے ہیں اور بعد کے صوفی شعرا نے بھی اس روحانی اصطلاح کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ غرضیکہ نندہ ریشی کے ریشی مسلک کی جڑیں اپنے ماحول کی قدیم روایت میں بہت گہری تھیں۔

شیخ العالم کے ریشی مسلک کا یہ صوفی پس منظر ملاحظہ کرنے کے بعد اب ذرا دو ایک ایسی تصانیف پر بھی نظر ڈالی جائے جو نندہ ریشی کے [illegible] سے ایک ہے ــ بابا داؤد خاکیؒ کا ریشی نامہ (قصیدہ لائیہ) [illegible] تصنیف ہے خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ کشمیر اعظمی جو ۱۱۸۱ھ میں مکمل ہوئی۔ شیخ بابا داؤد خاکیؒ نے اپنے پیر طریقت شیخ ہردی بابا ریشی (المعروف بہ ریشہ مالو صاحب) کی مدح میں اپنا قصیدہ لکھتے ہوئے ریشی مسلک پر بھی روشنی ڈالی ہے اور سنی سنائی باتوں سے زیادہ چشم دید حقائق بیان کئے ہیں جبکہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے اپنی تصنیف سے اپنی [illegible] کی اور تاریخ نگاری میں دسترس کی بدولت اپنے پیش رو تواریخ نویسوں اور تذکرہ نگاروں سے استفادہ کر کے وقفہ وقفہ سے عارفان حق پر قلم اٹھاتے ہوئے سلسلہ ریشیاں کی اہم کڑیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ان دونوں تصانیف سے چند اقتباسات پیش کرنا اس لحاظ سے اہم ہے کہ ان سے ریشی کی کئی ایسی خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے جو اس خطہ شہرین سنگھ کے مسلک کی وضاحت سے ہیں دیئے گئے اقتباسات سے ابھرنے والی خصوصیات سے ظاہر طور پر فقر دکھائی دیتی ہیں [illegible] باطنی طور پر انکی توسیع ہی تو ثابت ہوتی ہے۔

ریشہ مالو کی بود دیاش بے بر سلسلہ داؤد خاکی [illegible]

"از قناعت ترک زینت در ہمہ حال خود بود

پوشش او اکثر اوقات بود بیشک پشم [illegible]

سوی کفش دوزہ و سر موزہ اش قیدی نبود

گہ برفتی پا برہنہ گہ زکہ کردی [illegible]

Marfat.com

پوشش بعضی مریدانش زروی مسکنت
ژندهٔ کہن است یا خود خرقهٔ سپرم و دوال
در اوایل دینِ خلافِ نفس کوشش کرده بود
در ریاضت ساختہ نفس و ہوا را پائمال

زاہد مرتاض بود و از ریاضتہای اوست
صوم دہر و ترک لحم و ہم دوام اعتزال

ترکِ حیوانی و ہم شیر و پیاز و گندنا
ہست شرط دعوت اسمای حق اے خوشخصال

در شریعت مومنا ہر بدعتی مذموم نیست
چوں بہ بینی بدعتی مندوبہ باحسنہ مثال"

اور شیخ نورالدین نورانی رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں یوں فرماتے ہیں :

"ریشیان این دیار اکثر اویسیؒ بودہ اند
چشم عبرت بین ساں را بود از غیب اکتحال
شیخ نورالدین ریشیؒ پیر جمع ریشیان
زاہدی خوش بود و با حق داشت بسیار اشتغال
بود با تجرید و تفرید اہل صوم دہر نیز
[illegible] و [illegible] بسیار [illegible]"

Marfat.com

شیخ العالم اور ریشی مسلک کے بارے میں زہد و فقر اور تزکیۂ نفس کا بیان تمام نور ناموں اور ریشی ناموں کے علاوہ "اسرار الابرار" جیسے تذکروں اور واقعات کشمیر جیسی تواریخ میں کم و بیش اسی طرح ملتا ہے۔ بقول خواجہ اعظم دیدہ مری:

"ریشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہداں و عابداں در ریاضت سخت و صلب تر باشد و خود را از اولاد و ازدواج فارغ دارد دست از جمیع آرزوہا و ہوس بردارد چہ جای ملک و مال و جناب دین شیخ باکمال (مراد بہ شیخ نورالدین) دریں امور ازیں طبقہ منفرد و ممتاز بود و تقویٰ را بغایت الغایت فرمود..... حجب صوریہ را ہم کہ تعلقات زن و فرزند بود برداشت.....

دوازدہ سال در مغارات جبال از ہمہ بیگانہ گشتہ بہ تنہائی گذرانیدہ غیر از کاسنی قوتے نداشت۔ دوازدہ سال دیگر آنرا ہم ترک کردہ بریک کاسہ شیر بگذرانید و ہرگز در عمر بکام نفس نرفت۔ چوں شیر را ہم موجب لذت نفس پروری دانست آنرا نیز گذاشت و دو نیم سال بر قدری آب جوی عامہ اکتفا کرد بیست و شش سال نان و غلہ نخورد..... الغرض شیوۂ ریشیاں را کہ بعد خلاصمن و پلاسمن مندرس شدہ بود بتجدید و تزئین آراستہ و پیراستہ برپا داشت و ہمت بر قتل نفس و شکست بدن عنصری بگماشت۔"

نفس امارہ پر قابو پانے کے لئے نندہ ریشی کی ریاضت شاقہ کا خواجہ دیدہ مری نے جس تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس کا تقابلی مطالعہ (مجسم نکات کے مطابق) [illegible] کے [illegible] سے کیجئے تو [illegible] کی تاریخی [illegible] نظر آئیں گی اور [illegible] نئے نظریوں سے اترے کر ریشیت کے ارتقا کا عمل بھی واضح ہو جائے گا۔

اختتام پر اس تاریخی پس منظر میں جھلملانے والی چند [illegible] نظر [illegible] خالی نہ ہوگا۔ شیخ نورالدین جھلملانے کے بعد نندہ ریشی جس ریشی سلسلے [illegible] اسلام ہونے [illegible] بنیادی شرط [illegible] اسلام [illegible] سے منسلک [illegible] پنڈت جھلملانے [illegible] کے ہوتے ہوئے بھی ریشی سلسلے سے [illegible]

Marfat.com

ریشی عام طور پر اپنے کشمیری ناموں سے ہی جانے جاتے ہیں، خالص اسلامی (عربی) ناموں سے نہیں۔ چنانچہ شیخ نورالدین نورانیؒ شیخ العالم اور علمدارِ کشمیر جیسے القاب سے مزین ہو کر بھی عوام میں نندِ سنز، نُندِ بابہ یا نُندِ ریشی ہی کے نام سے مقبول ہوئے۔ ریشیوں کے چند اور خالص کشمیری آہنگ والے نام ملاحظہ فرمائیے: زینہ شاہ صاحب، نصر بابہ باپم ریشی، ریگے ریشی، روپہ ریشی، نوروز ریشی، ہردی ریشی (ریشہ بابہ صاب) ابلہ ریشی، نُندی ریشی، نوندی ریشی، لچھمہ ریشی، آوت ریشی، بتہ مول صاب، زینی ریشی، زونی ریشی، نوری ریشی، کنگی ریشی، میری ریشی، شنگر ریشی، مہدہ بابہ، لالہ بابہ، ایبہ ریشی اور سونتی ریشی۔ ظاہر ہے کہ ان ریشیوں کی دلچسپی درباری زبان سے نہ ہو کر عوامی زبان ہی سے تھی۔ عوام سے ان کی وابستگی مذہب کی روحانی قدروں کا بنیادی تقاضہ تھی۔ اسی لئے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی ان ریشیوں نے غیر مسلم عوام کو نیچی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اسلام کی بنیادی سچائی کو اپنے کرداریں جھلکا کر انہوں نے غیر مسلم عوام کو بھی خدمتِ خلق کے دائرے میں برابر کا حقدار گردانا۔ ریشیت کا یہ تاریخی پس منظر ہماری میراث کا سب سے انمول سرمایہ ہے ——— ●●

کتابیات

۱۔ رک سوتر وَے جینتی : ویدک سنشودھن منڈل، پونہ، ۱۹۶۵ء (تسیہ سوکت سیہ درشٹر تولات تدییہ رش (۵) ص ۱۳۲)

۲۔ بھگوان بُدھ : دھرمانند کوسمبی (راج کمل پرکاشن، دلی ۱۹۵۶ء)

۳۔ مجھم نکائے : پالی ٹیکسٹ سوسائٹی کے ستہ پٹک میں

۴۔ مہاوگ : پالی ٹیکسٹ سوسائٹی کے ونے پٹک میں

۵۔ انگتر نکائے : پالی ٹیکسٹ سوسائٹی کے سُتّہ پٹک میں

Marfat.com

۸۔ بودھ سنسکرت : آدھنک پستک بھون کلکتہ ۱۹۵۲ء

۹۔ ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر : پبلی کیشن ڈویژن نئی دہلی ۱۹۷۵ء

۱۰۔ مجمع البحرین : ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۹۲۹ء

۱۱۔ ہفت تماشا : مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۷۵ء

۱۲۔ پرتیبھا گیا ہردیم : (خصوصاً سوتر ۳) ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سری نگر۔

۱۳۔ سنسکرتہ سنگم : (خصوصاً ہیچ اور شویہ عنوان کا باب) ساہتیہ بھون لمیٹڈ الہ آباد ۱۹۷۵ء

۱۴۔ قصیدہ لامیہ : (بھروی ریشی) شعبہ نشر و اشاعت ادارہ سلطانی سرینگر ۱۹۷۰ء

۱۵۔ تاریخ کشمیر اعظمی : مطبع نور محمدی لاہور ۱۳۰۳ھ

قوموں کے لئے کسی شخصیت کی علامت یا نشان (SYMBOL) بن جانے کا تصور خاصہ جدید ہے۔ اگر ایک سحر کی پیدائی کے لئے صد ہزار انجم و کواکب کے خون کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک علامت کے طلوع کے لئے ہزاروں پیغمبروں کی روشنی اور لاکھوں ذہنوں کے اجالے کی کرنیں بہم ہونی چاہئیں۔ کشمیر نے ذہنی، روحانی، علمی، تاریخی اور تمدنی کتنے باتوں کی بنا پر ایک مرکب مجموعہ (COMPLEX) اکائی ہے۔ اس کے کمالات کا تنوع اور اس کے ماحول کی زرخیزی اور گیرائی اس ذہن انسانی کی فتوحات کو خوب صورت بلوہ گاہ بنا دیتے ہیں۔ اور ہمارے سارے تواریخ میں حضرت شیخ نورالدین نورانی سے زیادہ کوئی شخصیت کشمیر کے روحانی اور تمدنی تغیرات کی علامت بن جانے کے لائق نہیں ہے۔ علامت کے تصور کو جدید ہونے کے باوجود ہمارے یہاں اس کے بنیادی اسلاف بزرگی حضرت شیخ کی عظمت کا پہلو بہ پہلو طلوع کرتا تھا۔

محمد یوسف بیگ

ک

○ مفتی جلال الدین

اویسیت اور رشیت

کشمیر کی ریشہ داری میں جو جو کونپل پھوٹے اور جو جو گل کھلے گل اسی معنی میں جس میں حضرت سید شاہ ہمدانیؒ جناب میر سید علی ثانی قدس اللہ سرہ العلی کے چہل اسرار کی غزل کے اس شعر میں استعمال کیا گیا ہے۔ ؎

ہر گلے کو رُست در باغِ وجود
آبِ حیوانِ ہمہ از جوی اوست

ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں و خنداں مہک دار و خوشبو دار نکہت خیز و عطر بیز ہمارے اپنے شیخ العالم حضرت نورالدین نورانی عرف نندریشی علمدارِ ملک کشمیر کی پاک ہستی کا گل نورانی ہے۔ یہ ہستی ہم کشمیریوں مسلم و غیر مسلم کے لئے مایہ ناز ہے۔ کیوں کہ یہ ذات ہمارے لئے قبلۂ حاجات و سرچشمۂ روحانیت ہے۔ ؎

قبلۂ حاجات گر خوانمش اجدر شدہ است

اس گلِ خنداں کو بڑھنے، نشو و نما پانے، بلند ہونے، ترقی کرنے اور کمال تک پہنچنے کے لئے جس سرچشمہ سے آبِ حیوان ملا ہے وہ عیاں و بیاں، ظاہر و باہر نہیں ہے اس معمہ کی شرح یہ ہے کہ اس فرمان الٰہی کہ "اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ڈھونڈو" (القرآن) کے تحت ہر سالک و صوفی

Marfat.com

ہر عارف درویشی اور روحانیت و روحانی پاکیزگی کے طالب کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کسی رہبر کامل، راہ نما، پیر، مرشد کے دست حق پرست پر بیعت کرے۔ پیر رومی نے فرمایا ہے۔ ع

پیشِ مردے کاملے پامال شو

سفر راہ سلوک و خدا طلبی میں کسی پیر مغاں کا دامن پکڑ کر پیکر طاعت و مجسمہ پرہیزگی بنے یہاں تک کہ اگر پیر مغاں جائے نماز جیسی پاک چیز شراب میں رنگین کرنے کا حکم دے اس حکم کو (جو بظاہر سراسر شریعت کے خلاف ہے) کی تعمیل میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ ظاہر نہ کرے۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

علم التصوف کے اصول میں "مرشد کی ضرورت" کے عنوان کے تحت ایک اہم باب بندھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ ہر متصوف ہر طالب اور ہر سالک کو رہبر تک پہنچنا، رہبر سے تعلق پیدا کرنا سخت ضروری ہوتا ہے تب ہی وہ راہ عرفان و خدا طلبی میں ادھر اُدھر بھٹکے بغیر راستہ بھولے بغیر گم ہوئے بغیر آگے بڑھ سکتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ تو ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ لیکن [illegible] اس قاعدہ کلیہ کا کہیں کہیں استثنا ہوتا ہے یعنی کوئی کوئی سالک ایسا پیدا ہوتا ہے اور کوئی کوئی طالب ایسا بھی ہوتا ہے جس کو ظاہراً کسی خاص مرشد کے ساتھ نسبت شاگردی نہیں ہوتی ہے۔ وہ کسی سے بیعت نہیں ہوا ہوتا ہے پھر بھی وہ کمال حاصل کیا ہوا ہوتا ہے اس سے غیر معمولی حالات و خرق عادات و کرامات ظاہر ہوتے ہیں اور اسلام بھی [illegible] و مطالب اور حقائق و حکم کا حامل و ضامن ہوتا ہے۔ ایسے طالب تو باطنی تربیت کی نگرانی میں چلتے رہتے ہیں۔ اور باطنی طور ہی وہ بیعت و تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

حافظ مرید جام است اے صبا برو

ور بندہ بندگی برسان شیخ جام را

لوگوں نے یہ اخذ کیا ہے کہ "خواجہ صاحب کسی بزرگ سے بیعت نہیں ہوئے تھے" (یہ ولی اللہ) ۔

Marfat.com

اُنکے ہی ایک اور شعر سے قیاس کیا گیا ہے کہ "آپ کو براہ راست بلا واسطہ حضرت رسول اکرم صلعم سے بیعت تھی اور وہ شعر یہ ہے :- ع

حافظ معتقد انست گرانی دارش
زانکہ بخشائش روح مکرم باد ست

لسان الغیب شرح دیوان حافظ کا مصنف رقمطراز ہے کہ "بہت سے بزرگ ایسے بھی ہوئے ہیں جنکو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض پہنچا ہے" (لسان الغیب جلد ۱ صفحہ ۴۱)

شیخ العالم جناب شیخ نورالدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات آج تک ہمارے پاس پہنچے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی پیر طلبی کے قاعدہ کلیہ کے مستثنیات میں سے ایک خاص اہم استثنا تھے اور اوائل عمر میں جو خوارق عادات و کرامات عملاً اور جو معارف و حقایق مواعظ و حکم اور جو نصیحتیں عبرتیں بصیرتیں قولاً اور گفتار و کردار کی [illegible] آپ سے ظاہر ہوئی ہیں انکی بنا پر نیز اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کی بنا پر کہ آپ ابتداءً وقت کے کسی مرشد کامل، پیر برحق، ہادی مطلق سے بیعت نہیں ہوئے تھے اور اس امر کی بنا پر کہ کسی سے سلوک کے گر سیکھنے، کسی سے ریاضت کی تعلیم حاصل کرنے، روحانی تربیت لینے، کسی کی نگرانی میں نفس کشی و روحانی پاکیزگی و ترقی کے طریقوں کے ابتداء کرنا ثابت نہیں ہے۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ باطنی طور ہی ہدایت و تربیت و فیض یافتہ اور سرچشمۂ فیض و روحانیت نبوت سے براہ راست بلا واسطہ استفادہ و کسب کمال کرتے تھے۔ چنانچہ جناب سید میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ کی تشریف آوری سے پہلے ہی اس مقام تک پہنچ چکے تھے کہ خود حضرت موصوف کو بیعت کرا سکتے تھے اور انکو اپنے حلقہ ارادت میں شامل و داخل کر سکتے تھے۔ "ولی را ولی می شناسد" کے مقولہ کی صداقت کے تحت حضرت میر محمد ہمدانی، حضرت شیخ العالم کے درجۂ ولایت و مرتبہ روحانیت کو پہچان چکے تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ حضرت شیخ العالم سے بیعت

129539

Marfat.com

ہونے کی استدعا تکرار و اصرار کے ساتھ کرتے رہے لیکن حضرت شیخ بیعت لینے سے بضد انکار کرتے رہے بلکہ حضرت میر سے ہی خود بیعت ہونے کی تکرار کرتے رہے۔ فتحات کبرویہ غیر مطبوعہ تالیف جناب حضرت شیخ عبدالوہاب نوری رحمتہ اللہ علیہ میں مرقوم ہے:۔

"جناب سید (میر محمد ہمدانی) فرمود من بیعت شما مے کنم شیخ قبول نکرد۔ شیخ نیز ازیں طرف ہمیں استدعا نمود۔ سوال و جواب ہر دو مشہور است۔ آخر شیخ دست بیعت سید گرفتہ مُرید شُد"۔

ترجمہ: جناب سید میر محمد ہمدانی نے حضرت شیخ العالم سے کہا میں آپ کی بیعت کرونگا" حضرت شیخ العالم نہ مانے۔ ادھر سے تو حضرت شیخ نے بھی یہی استدعا کی۔ دونوں میں سوال و جواب کی تکرار ہوئی وہ تو عوام میں مشہور ہی ہے۔ بالآخر حضرت شیخ نے حضرت سید محمد ہمدانی کا مبارک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس طرح بیعت کی اور حضرت میر کے مرید ہو گئے۔

یہ اقتباس نقل کرنے سے میرا مقصد یہ کہنے کا ہے کہ ہمارے میر اپنے شیخ العالم اس بیعت سے پہلے ہی کمال کے ایک ایسے مقام و مرتبہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں وہ حضرت میر کو بھی بیعت دے سکتے تھے۔ اور وہ دونوں عالم روحانیت کی فضا میں طائران لاہوتی بنے اڑتے تھے چنانچہ اسی فتحات میں ایک **فتحہ** اس معنے و مطلب کا یوں درج ہے:۔

"روزی سید محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ بحضور فرمود کہ بارہا شخصے در غیب ملاقی شدہ میدانم از مردم کشمیر است وے کہ خواہد بود گفتند دریں ایام مثل ننده ریشی دریں شہر کسی نیست در ترک دنیا و ریاضت نفس شاید او باشد۔ چوں بسمع مبارک تعریف [illegible] رسید بزیارت وی از شہر برآمدند چونکہ شیخ [illegible] ایشاں یافت [illegible] در کجاوہ بر دوش شخصے سوار شدہ باستقبال آمد [illegible] ملاقات [illegible] نشستند"

ترجمہ: ایک دن جناب سید میر محمد ہمدانی [illegible] اپنے [illegible]

Marfat.com

"اکثر غیبی باطنی اور ایک شخص کے ساتھ ملاقات ہوا کرتی ہے، میں جانتا ہوں وہ کشمیری ہیں لیکن یہ کون ہو سکتے ہیں"۔ حاضرین نے عرض کی کہ جناب اس زمانہ میں ترک دنیا و ریاضت نفس کے لحاظ سے حضرت نندہ ریشی کے مانند اور برابر کوئی نہیں ہے۔ شاید وہ ہی ہونگے جنکے ساتھ آپکی غیبی ملاقات ہوا کرتی ہے۔ جناب سید کے مبارک کانوں میں جب حضرت شیخ کی تعریف و توصیف پہنچی تو انکی زیارت کے لئے شہر سے روانہ ہوئے۔ ادھر سے جناب شیخ العالم کو بھی صفائی باطن سے حضرت سید ہمدانی کے روانہ ہونے کا پتہ چلا تو گدھ میں بیٹھکر ایک شخص کے کندھوں پر سوار ہو کر حضرت میر سید ہمدانی کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں صاحبان آدن کے جنگل میں ایک دوسرے سے ملے اور ملاقات نصیب ہوئی اور راز و اسرار کی باتوں کی باہمی گفتگو میں مصاحب ہوئے ــــــــــ

اس اقتباس "در غیب ملاقی شدہ" کے لفظوں پر غور کیجئے [illegible] کہ یہ غیبی ملاقات صرف روحانی طاقت کا نتیجہ ہے جسکو قرآن کی اصطلاح میں سلطان کہتے ہیں۔ اور یہ روحانی طاقت حضرت شیخ العالم نے کسی خاص مشخص و متعین پیر و مرشد کی ظاہری تربیت کے ذریعہ حاصل نہیں کی تھی۔ واقعاً تاریخی اور تحقیقی طور جناب کی ذات میں یہ طاقت پیدا ہوئی تھی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے اور کس طرح یہ طاقت پیدا ہوئی تھی؟ استقرائی منطق سے اس سوال کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے یا یوں کہئے کہ ان حالات و واقعات سے استقرائی منطق کے رو سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی تربیت کے تحت ریاضت و عبادت شاقہ میں سے گذرتے ہوئے نفس کشی کا عمل کر کر کے یہ روحانی کمال حاصل کیا تھا۔ فتحات کا ایک اور فقرہ ملاحظہ فرمایئے جو اسی معنے کی نشاندہی کرتا ہے :-

"از مشاہدہ کثرت ریاضت شیخ و مکالمہ آں وخترکہ کمترین تواب شیخ بود سید (میر محمد ہمدانی رح) خوش گشت۔ متوجہ عالم معنے شد و شیخ نیز بسیر باطن رفت و ریشیت حضرت

Marfat.com

ذات باہم ملاقات نمودند سید فرمود شما چہ دعوی وصول نمودہ اید مبارکت باد و کسے دیگر راہم انجا رسانیدی گفت در حال ارواح ہر چہار خلیفہ بابا بام الدین - بابا زین الدین - بابا لطیف الدین، بابا نصر الدین حاضر آمدند" ـــــــــ

ترجمہ : حضرت میر سید محمد ہمدانی شیخ العالم کی سخت ریاضت کا مشاہدہ کرنے پر اور اس لڑکی کی باتیں سنکر جو حضرت شیخ کی ادنیٰ مریدوں اور طالبوں میں سے ایک تھی خوش ہوئے۔ (مراقبہ میں) عالم روحانیت کی سیر کے لئے نکلے۔ حضرت شیخ جمی باطنی طور روانہ ہوئے۔ حضرت ذات باری تعالیٰ کی جنت میں ان کی ملاقات کی سنگھم ہوئی۔ حضرت سید محمد ہمدانی نے اس جوانی کمال پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے حضرت شیخ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نے اور بھی دہانے تک پہنچایا ہے؟۔ یہ کہنا ہی تھا کہ چاروں بابا بام الدین، بابا زین الدین، بابا نصیب الدین اور بابا نصر دین کی پاک روحیں سامنے حاضر و ظاہر ہوئیں۔ ـــــ

ان حالات کے پیش نظر تاریخ نویس بالکل ٹھیک لکھتے ہیں کہ :-

از خوردی آثار بزرگی در ناصیہ ایشان ہویدا بود و در اشعار کشمیری طبع موزون داشتند نشستہ ہائے عالی مشتمل بر نصائح و معارف میگفتند در سی سالگی توفیق توبہ یافتند و بعد از توبہ ... گوشت حیوانی و غذائے ملائم پرہیز میکردند ... بقدر ... بمقتضای واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ ... بدرجہ ... ولی داشتند در نہایت صحبت قطب ربانی سید محمد ہمدانی پیوستہ از خلف ایشان ...

عینہ : لڑکپن ہی سے حضرت شیخ کی پیشانی پر بزرگی کی علامتیں اور نشانیاں ... کشمیری شعراء کی طبیعت میں موجود تھا ... بہت ... مشتمل ہیں بیان فرماتے تھے۔ تیس سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی۔ اس توبہ کے بعد ابورکھانے وغیرہ کی لذتوں مثلاً حیوانات کا گوشت اور ملائم دنبی سے بھی پرہیز کرتے

Marfat.com

کیا۔ ریشی طریقہ میں نیا پن پیدا کیا اور "خدا کا تقویٰ کرو خدا علم لدنی عطا کریگا" کی کہاوت کی رو سے اللہ نے حضرت شیخ کو علم لدنی کا حصہ عنایت کیا۔ ابتدا میں اویسی طریقہ کی تربیت پاتے رہے۔ بعد میں قطب ربانی حضرت میر محمد ہمدانی کی مصاحبت میں پہنچے اور آپ کے خلیفوں میں شامل ہوئے

پس صاف اور ثابت ہے کہ حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ سے حضرت شیخ العالم جو بیعت ہوئے ہیں۔ وہ ایک رسمی بیعت بھی یا یوں کہئے کہ ایک زینتی بیعت تھی سونے پر سہاگ چڑھانے کے لئے۔ اس میں اس ہمارے شیخ کبیر کی کسر نفسی۔ کبر شکنی، پندار شکست اور بیخودی مضمر ہے ورنہ ناقابل ابطال امر واقع یہی ہے کہ اس بیعت سے پہلے ہی حضرت شیخ باطنی تربیت کی بدولت طارم اعلیٰ پر جاگزیں و جانشین ہو چکے تھے ـــــ یہاں قدرتی طور پر جو سوال ابھرتے ہیں وہ ہیں کہ یہ باطنی تربیت کیا ہے اور اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟۔ جواب سمجھنے سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ بطور تمہید یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ علم و عرفان کے حصول کی نوعیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ہے کسب و کشش۔ اسکو کسبی کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ طالب علم و عرفان کسی استاد کے سامنے زانوی شاگردی تہہ کرتا ہے، بیعت کرتا ہے اور اس سے علم و عمل کے اسباق درجہ بدرجہ لیتا پڑھتا دہراتا ہے اور کافی وقت صرف کرنے خوب محنت مشقت کرنے کے بعد کچھ علم و عرفان حاصل کر لیتا ہے اور عالم و عارف کہلاتا ہے۔ دوسری نوعیت لدنی ہے۔ لدن کے معنی ہیں پاس، نزدیک۔ لدنی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے محض فضل و کرم سے کسی کو اسکی تلاش و طلب، کوشش و کشش، کسب و کمال کے بغیر ہی مفت میں عطا کرے۔ اس لئے علم و عرفان لدنی وہ علم و عرفان ہے جو کسی خوش نصیب کو ادھر کی کوشش کسب و جذبہ طلب کے بغیر ادھر سے ہی عطا ہو۔ یہ باطنی عطیہ ہوتا ہے جو یکدم دیا جاتا ہے یا باطنی طور آہستہ آہستہ باطنی تربیت کے تحت بغیر ظاہری واسطہ و وسیلہ کے القا کیا جاتا ہے۔ نکتہ تو صرف اتنا ہے کہ ظاہری تربیت اسکے حصول کا ذریعہ نہیں قرار

Marfat.com

علم لدنی کا قصہ موسیٰ و عبداً من عبادنا میں موجود ہے۔ عام طور پر یہ عبد حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت مانی گئی ہے۔ اس کے علم کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ آتیناہ من لدنا علماً = ہم نے اُس اپنے بندہ کو علم لدنی عطا کیا ہے۔ اسی قبیل میں اصحاب کہف کی جماعت ہے۔ جن کو "رحمت لدنی" یعنی "رُشد" و ہدایت زدنا اور معرفت و حقیقت من لدنا" نصیب ہوئی تھی۔ یہ ہوا اللہ کی طرف سے کسی بندۂ خاص کو علم لدنی عطا ہونا۔ اسی طرح پیغمبر جو سرچشمۂ ہدایت و رحمت و تربیت روحانیت ہوتا ہے سے بھی یہ عطیہ یہ فیض کا ملنا کسبی بھی ہوتا ہے اور لدنی بھی۔ جو حواریین و صحابہ پیغمبر کی ظاہری اور کھلی صحبت و ہم نشینی میں پہنچ کر بین و غیر مخفی تعلیم و تربیت سے اپنی استطاعت کے مطابق کسب فیض و جلب منفعت کرتے رہے۔ انکی تربیت کسبی اور انکا کسب کردہ و حاصل کردہ علم و عرفان کسبی کہلاتا ہے یہ تو عمومی ہے۔ لیکن کوئی خوش نصیب و مقبول ازلی پیغمبر برحق کی خدمت میں پہنچے بغیر ہی ظاہرا صحبت و ہم نشینی میں آئے بغیر ہی باطنی تربیت سے فیضیاب ہوتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلعم کی تاریخ نبوت میں اسکی مثال حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ کی پاک زندگی کے حالات اختصار کے ساتھ حوالہ جات مندرجہ ذیل کی بناء پر تربیت دیئے جاتے ہیں۔ لیکن پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت اویس رضی رسول اللہ صلعم کے مبارک زمانہ میں ہی اس عالم فانی میں وارد ہوئے تھے لیکن حضور کی ظاہری صحبت اور جسمانی ملاقات میں نہیں آئے وجہ آگے آتی ہے اس کے باوجود حضور نے اپنی مبارک زبان سے انکا ذکر خیر فرمایا ہے اور انکی روحانی عظمت کا نشاندہی کی ہے اسکی بناء پر متعلقہ کتاب حدیث میں انکے بیان کا ایک خاص باب باندھا گیا ہے اور موصوف کا تذکرہ اصطلاحاً صحابہ نہ ہونے کے باوجود صحابہ کے تذکروں میں ہی آیا ہے اور [illegible] تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ لیکن توصیف تو صوفی کی گئی ہے [illegible] صوفائی تابعین میں کروانے گئے ہیں۔

مشہور مورخ ابن الاثیر نے اپنے مشہور تذکرہ صحابہ موسومی اسد الغابہ

Marfat.com

فی معرفۃ الصحابہ میں آپ کا نسب نامہ یوں درج کیا ہے : اویس فرزند عامر پسر جزء پسر مالک پسر عمرو پسر مسعدہ .... پسر ... قرن۔ اسی قرن کے ساتھ حضرت اویسؓ نسبت میں قرنی مشہور ہوئے ہیں اور یہ جو کسی کسی نے قرن کو یمن کا حصہ قرار دے کر یا نجد کی جگہ مانکر قرنی نسبت مانی ہے غلط ہے۔ چنانچہ مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی پانچویں جلد میں اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔ علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات فارسی شرح مشکوٰۃ میں بھی اس غلطی کو درست کیا ہے۔ ان تینوں حضرات نے لکھا ہے کہ جوہری نے جو اویس قرنی (راء ساکن سے) کو نجد کی ایک جگہ قرن کی طرف منسوب کیا ہے غلط کیا ہے۔ دراصل حضرت اویس قرنی نسبت میں اپنے پردادا قرن (راء پر فتحہ) پسر رومان پسر ناجیہ پسر مراد کیطرف منسوب ہیں۔

ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپکی والدہ ضعیف اور ناتوان تھیں اس لئے آپ اسی والدہ ماجدہ کی خدمت میں مشغول رہے۔ شتربانی کر کے روزی کماتے تھے اس سے جو قلیل آمدنی ہوتی تھی اس سے بھی کچھ نہ کچھ بچا کر غربا کو دیتے آتے۔ رسول اللہؐ کی ظاہری دیدار کے لئے یمن سے مدینہ تک کے سفر کا مانع اسی والدہ کی خدمت بتائی گئی ہے۔ لیکن حضرت عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں اور شہزادہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں اور حضرت داتا گنج سید علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں "غلبۂ حال" بھی ایک اور وجہ رسول اللہ کی زیارت کی رکاوٹ کی بیان کی ہے۔ فارسی تذکروں کشف المحجوب وغیرہ میں غلبہ حال کے ثبوت میں خلیفہ ثانی جناب عمر فاروقؓ کے سوالات و استفسارات کے جوابات درج ہیں جن میں لوگوں نے خلیفہ کو یہ بتایا ہے کہ اویس ایک دیوانہ ہے جو شہر کی آبادی میں نہیں آتا ہے نہ کسی شخص کے پاس بیٹھتا ہے لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے۔ اور جب وہ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا ہے۔ غم اور خوشی نہیں جانتا ہے"۔ حضرت اویس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ :۔

Marfat.com

" اس عاشقِ رسولؐ نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جس کے نزدیک حضورؐ کا دنیا سے چلا جانا اور یہاں رہنا دونوں یکساں ہیں اور جس نے جنگ احد میں حضورؐ کے دندانِ مبارک شہید ہونے کی متابعت اور فرطِ محبت میں اپنے سارے دانت شہید کر دیئے" (رسالہ ہدیٰ دہلی سال ۷۴ء پرچہ جون) حضرت اویسؓ کا رسول اللہؐ کے فرطِ محبت میں اپنے دانت نکلوانے کی روایت کے ماخذ فارسی تذکروں میں ملتے ہیں۔ راقم ہیچمدان کی اس وقت تک کی تحقیقات کے مطابق فارسی میں سب سے پہلے کی تلمیح حضرت اویسؓ کے دندانِ خود شہید کرنے کی روایت کی تلمیح سلطان الاولیاء شیخ ابو سعید ابوالخیر (۳۵۷ - ۴۴۰) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ کی اس رباعی میں موجود ہے :-

افتادہ منم بگوشۂ بیت حزن
غمہائی جہاں مونس غمخانۂ من
یارب تو بفضل خویش دندانم را
بخشائی بروح حضرت اویس قرن

طہران کے پروفیسر سعید نفیسی نے جو کتاب "سخنان منظوم ابو سعید ابوالخیر" کے عنوان سے مرتب کر کے انجمن بہمن کی نشریات کے تحت طبع کرائی ہے۔ اس میں اس رباعی کا نمبر ۴۸۰ ہے۔ اور ۴۸۰ کے حواشی میں پروفیسر نفیسی لکھتے ہیں : "ویس قرن" مقصود اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن قرن از قبیلہ بنی مراد معروف باویس قرنی زاہد مشہور است کہ در سال ۳۷ ہجری درگذشتہ و با پیغمبر دیدار نکردہ و بے پیغمبری را محترم می شمردہ است گویند در جنگ صفین با علی بن ابی طالب انباز شد و دراں جنگ کشتہ شد۔ سخنان منظوم ابو سعید ابوالخیر صفحہ [illegible] اور فارسی حوالہ جو میرے پاس موجود ہے مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ کرمانی ہے۔ یہ کتاب ایرانشناسی انستیتو (INSTATUTE) [illegible] ایرانشناسی یہ صحیح و مقدمہ فرانسیسی مستشرق ژان اربن (RUBIN) [illegible]

Marfat.com

نہ معلوم کس کرمفرمائی کا نتیجہ ہے کہ پریس سے نکلتے ہی مجھے بھی "قسمت ایرانشاہی" نے سال ۱۹۵۹ء میں جبکہ راقم امر سنگھ کالج سری نگر میں متعین تھا اس کا ایک نسخہ نمونہ SPECIMEN COPY اور دو مطبوعات خود عبر العاشقین اور شرح قصیدہ خواجہ ابو الہیثم احمد بن حسن جرجانی کے ساتھ بھیج دیا ۔ (قیاس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں (اور یہ محض قیاس وظن ہی ہے) کہ شاید میرے اپنے شاگرد رشید پروفیسر وکتور گردھاری لعل تکو جس نے تہران یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے اور آج کل امریکہ کی ایک یونی ورسٹی میں فارسی کے پروفیسر ہی کے ذکر خیر سے ایران شاہی انستیتو نے یہ پارسل مفت میں بھیجا ۔ مجھے اس وقت یہاں شکریہ ریکارڈ کرنے کا موقعہ ملا ہے ۔ اس لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں انستیتو ایران و فرانس خاصکر "گنجینہ نوشتہ ہائے ایرانی" کے مدیر ہنری کربین (H. CORBIN) فرانسیسی مستشرق ژان اوبن (JEAN RUBIN) اور "دانشگاہ تہران کے استاد محمد معین اور تمام اراکین انستیتو کا مجسمہ سپاس بیقیاس ہونے کا اظہار و اقرار کرتا ہوں) ۔ اس پارسل کی اول الذکر کتاب "مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ کرمانی" میں پانچ جگہ ذکر سید التابعین یا خیر التابعین حضرت اویس قرنی رض آیا ہے ان میں سے تین جگہ تو مبینہ واقعہ شہادت دندان بہ موافقت حضرت نبی اکرم صلعم وضاحت کے ساتھ تلمیح میں آیا ہے یہاں نقل کرنے سے پہلے کشف و تحقیق کی ایک اہم ترین بات عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے یہاں کے قادری حضرات کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے یا وہ اپنی خوش فہمی کے ثبوت میں حجت و دلیل پیش کر سکتے ہیں اور وہ امر یہ ہے کہ یہ حضرت شاہ نعمت اللہ کرمانی جو سال ۷۳۱ھ میں حلب میں پیدا ہوئے ہیں اور سال ۸۳۴ھ میں دار الامان کرمان میں انتقال فرما گئے ہیں ۔ "اور خط تابان" میں آسودہ ہوئے ہیں اس مجموعے میں والے مشہور قصیدہ پیشین گوئی ہا کے ناظم ہیں جو زبان زد خلائق ہے ۔ سری نگر صفاکدل کے شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمۃ و شاہ نعمت اللہ کرمانی نہیں ہیں ۔ جو اس قصیدہ کے ناظم ہیں لیکن میں نے کئی قادری دوستوں کو یہ قصیدہ اپنے

Marfat.com

شاہ نعمت اللہ قادری صفا کدلی کی طرف منسوب کرتے سُنا ہے۔ اس کتاب میں اس قصیدہ کے کچھ اشعار نقل کئے گئے ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ مشہور مستشرق پروفیسر براون نے اپنی تاریخ ادبیات ایران جلد ۳ صفحات ۴۶۶ و مابعد میں معہ انگریزی منظوم ترجمہ کے ساتھ درج کئے ہیں۔ "مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ کرمانی" میں حضرت اویس قرنی کا بموافقت نبی کریمؐ اپنے سارے دانت شہید کرنے کے واقعہ کا ذکر تین بار آیا ہے۔ ایک جگہ کی عبارت نقل کرتا ہوں بڑی دلچسپ ہے:۔

وقتی کہ سن شریفش بچہار سال و نیم رسید شخصے شرح دندان کندن سید تابعین اویس القرنی در موافقت دندانِ مبارک رسول خدا صلعم کہ در غزای تبوک از سنگ مخالفان آزار آنجناب حاضر بود بخاطر گذرانید کہ چوں خدا و رسولؐ او را بایں امر تکلیف نفرمودند او چرا ایں ستم برخود پسندید۔ در ہماں شب آں سلطان العاشقین در واقعہ آں نور طیبین و طاہرین آمدہ بلسان حال مضمون ایں ابیات برایشان خواند: شعر

ای دُرِّ دریای دین بحر صفا
من بعشق حضرتِ جدِّ شما
دروف سی و دو دندانِ طمع
کندم از دنیا و عقبیٰ بے فزع
عاشقِ صادق بعشقِ روی یار
گر کُشد خود را ازو معذور دار

ترجمہ: حضرت شاہ نعمت اللہ ساڑھے چار سال کی عمر کے تھے کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت شاہ صاحب کے والد بزرگوار سے شاہ صاحب کی موجودگی میں سید التابعین حضرت اویس قرنیؓ کے اپنے دانت حضرت رسول خدا صلعم کی متابعت و موافقت میں نکلوانے کا قصہ چھیڑا جو جنگ تبوک میں کافروں کے پتھروں سے زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے۔ اس پر

Marfat.com

حضرت شاہ صاحب کے دل مبارک میں یہ خیال ابھرا کہ جس چیز کی تکلیف خدا یا رسولؐ خدا نہ دی ہو وہ تکلیف اپنے اوپر پسند کر کے کیوں طاری کی جائے۔ اسی رات میں سلطان العاشقین حضرت اویس قرنی خواب میں نہیں بلکہ ظاہر میں اس نور طبیں و ظاہر بیں شاہ نعمت اللہ کے سامنے حاضر ہوئے اور بزبان حال ان ابیات کا مضمون و مطلب و معنی سنایا:

"اے دین کے دریا کے موتی اے صدق و صفا کے سمندر میں نے آپ کے جد بزرگوار حضرت رسول خدا کے عشق کے صدق و وفا کے ثبوت میں دنیا و عقبیٰ کے طمع کے ۳۲ دانت اکھیڑ دیئے ہیں کسی خوف و خطرہ بغیر۔ عاشق صادق اپنے معشوق کے دیدار کے شوق میں اگر خودکشی کرے تو اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔"

اسی کتاب میں ہی بیان اور دو جگہ بھی مذکور ہے۔ لیکن جنگ تبوک کے بدلے دونوں جگہ جنگ احد لکھا ہے اور وہی واقعاً صحیح ہے۔ ایک جگہ حضرت شاہ صاحب کی عمر ۴۲ سال کے بجائے ۴۰ سال کہی گئی ہے۔ ایک اور جگہ حضرت اویس القرنی کی صفت "ولی اعلی عزائم" (اولی العزمان حضرات کے ولی) اور دوسری جگہ انکی تعریف "من فی شانہ قال سید الانس والجان انی لاجد نفس الرحمٰن" سے کی گئی ہے یعنی سردار انس و جن رسول رحمت صلعم کے ان لفظوں سے جو حضورؐ نے حضرت اویس قرنی کی شان میں فرمائے ہیں کہ مجھے حضرت خدائے رحمٰن کی خوشبو یمن سے حضرت اویس قرنی کی ذات پاک سے آتی ہے۔ میں ان کی ذات میں خدائے رحمان کی خوشبو پاتا ہوں سونگھتا ہوں۔ حضرت اویسؓ کی اس نبوی تعریف کی تلمیح فارسی شعرا نے "بوے قرن یابی" یا "بوے یمن یابی" ذکر کی ہے۔ مضحکہ خیز نہ ہو یہ بات اگر کہوں کہ میرے مرشد بلند مآل حضرت اقبالؒ نے بھی اپنے اس شعر میں بوے یمن کے لفظ میں۔ حضرت اویسؓ کی بوے رحمان انہیں کردہ رسول خداؐ کی طرف تلمیح کی ہے کیوں کہ اویسؓ یمنی تھے۔ اقبالؒ کا شعر:

Marfat.com

؎ بوئے یمن آج بھی اسکی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اسکی نواؤں میں ہے

حضرت اویس قرنیؓ کا دندانِ مبارک شہید کرنے کے واقعہ کے علاوہ دارا شکوہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

"چوں کہ پیغمبرؐ وصیت کردہ بودند کہ خرقۂ مرا باویس رسانید .... امیر المومنین عمرؓ با امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما خرقۂ مبارک را نزد اویس بردہ درخواست دعا نمودند۔ ترجمہ : چونکہ حضرت پیغمبرؐ برحق نے وصیت کی تھی کہ میرا یہ خرقہ حضرت اویس کو دے آنا چاہیئے۔ اس لئے عمر و علی رضی اللہ عنہما نے یہ خرقہ مبارک حضرت اویس کو پہنچا دیا اور دعا کی درخواست کی۔

رسول اللہ صلعم کی اس مبینہ وصیت دربارہ خرقہ مبارک خود کا ماخذ راقم کو اپنے پاس موجود کتابوں میں کہیں نہیں ملا۔ خدا جانے شہزادہ دارا شکوہ کہاں سے لایا ہے۔ راقم نے اسلئے یہاں نقل کی ہے کہ شاید قارئین حضرات میں سے کوئی صاحب نفحات۔ ریاض الصالحین، نزھۃ المجالس، مجالس النفائس، نزھۃ الارواح، سواطع البرہان، روضۃ الریاحین وغیرہ وغیرہ میں اسکا ماخذ پائے اور اسکی نشاندہی کر سکے ۔ فارسی تذکروں سے جو راقم کے پاس موجود ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفۂ ثانی جب اپنے عہد خلافت میں مکہ تشریف لے گئے تو اہل نجد سے معلوم ہونے پر کہ حضرت اویسؓ بھی مکہ میں تشریف لائے ہیں اور مکہ سے باہر صحرا میں اونٹوں کی نگہبانی کر رہے ہیں حضرت علیؓ کے ہمراہ چل کر حضرت اویسؓ کی ملاقات سے مشرف ہوئے لیکن ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اور ابن الاثیر نے حضرت جابرؓ تک روایت کی سند پہنچا کر اسد الغابہ میں اور علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں اسی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب یمن والوں کی کمکی فوجیں جہاد کے لئے آئیں تو خلیفۂ عمرؓ ان سے دریافت کرتے کہ تم لوگوں میں

Marfat.com

اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے" ؟ ۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سوال کا جواب ہاں پاکر جناب خلیفہ عمرؓ حضرت اویس کے پاس تشریف لے گئے اور دونوں کی مقدرہ ملاقات وقوع میں آئی ۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ حضرت اویس کوفہ جانا چاہتے ہیں. تو حضرت خلیفہ نے کوفہ کے گورنر کو اسکی اطلاع دینے اور اس سے استقبال کرانے کی پیش کش کی ۔ تو حضرت قرنی نے یہ کہکر مراعات کی یہ پیشکش قبول نہیں کی کہ " مجھ کو پچھلے لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے اگلوں میں رہنے سے جن کے نام مشہور ہیں مطلب یہ کہ شہرت اور ناموری مجھکو پسند نہیں ۔ گمنامی اور خمول مجھکو زیادہ پسند ہے " (لغات الحدیث جلد الغین صفحہ ۵) ۔ ملا علی قاری امام الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت قرنیؓ کی اس طبعی پسند کی توجیہہ یوں بیان کی ہے :

اِنْ وَجَہَ خفائہ انہ کان مُسْتجابُ الدَعوۃ فی مادۃ الاستغفار ولو کان ظاہرًا لتوجہ الیہ البرُّ والفاجر مستورًا او غیرہ = فلا یمکنہ الاستغفار للکل ولا امتناعہ عن البعض لما یوجب من الایحاش و کشف الحال = مرقات جلد ۵ صفحہ ۶۴۷ ۔

ترجمہ : لوگوں سے حضرت اویس قرنی کے چھپے رہنے کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ اللہ نے آپ کو استغفار (طلب مغفرت) کے معاملہ میں مستجاب الدعوات بنایا تھا یعنی لوگوں کے گناہ بخشوانے کی جو دعائیں آپ کی زبان مبارک سے نکلتی تھیں وہ قبول ہوتی تھیں اس لئے اگر چھپے نہ رہتے، تو لوگ بھلے بھی اور برے بھی، پوشیدہ حال والے بھی اور معلوم حال والے بھی، آپ کے پاس امنڈ آتے اس لئے تمام کے تمام لوگوں کے گناہ بخشوانے کا امکان جاتا رہتا اور بعض لوگوں کو روکنا بھی ممکن نہیں تھا ۔ کیونکہ روکنا وحشت پیدا کرنے اور حال منکشف کرنے کا موجب بن جاتا ۔

تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ حضرت اویسؓ کوفہ گئے اور حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کے دور خلافت تک انکو (گمنامی و پوشیدگی اپنی طبعی پسند ہونے کی وجہ سے) کسی نے نہیں دیکھا یہاں تک

Marfat.com

کہ صفین کی جنگ چھڑ گئی اور آپ حضرت علیؓ کے ساتھ شریک ہوئے اسی جنگ میں شہید ہوئے اور اسی میدان میں مدفون ہوئے، یہ ہیں اختصاراً حالات زندگی پاک قرنیؓ۔ آپکے مستجاب الدعوات ہونے کی خبر خود حضرت اصدق الصادقین مخبر صادق رسول برحق صلعم نے دی ہے۔ البتہ اس خبر کو خلیفہ فاروق اعظم رضؓ نے مشتہر کیا ہے۔ حضور صلعم نے لا یدع بالیمن غیر امہ لہ (وہ یمن کو چھوڑتے نہیں کیونکہ ایک ماں کے بغیر انکا کوئی رشتہ دار نہیں) فرما کر اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت اویسؓ نے عیال و اولاد کے پریم پیار محبت، شفقت، میل ملاپ میں پھنس کر والدہ کی محبت، خدمت، تابعداری، فرمانبرداری، توجہ تفکر ہٹنے اور والدہ سے خیال ہٹنے کے احتمال کے خوف و خدشہ کی وجہ سے ایثاراً مطلقاً نکاح ہی نہیں کیا ہے اور والدہ کی کی جدائی ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے یمن سے نہیں نکلے اور رسول رحمت صلعم کی خدمت اقدس میں ظاہری طور جسماً حاضر نہیں ہوتے ہیں۔ اس نیت سے نکاح نہ کرنا صرف گناہ و خطا نہیں ہے بلکہ عین طاعت گذاری و وفا شعاری ہے اور وہ عمل صالح ہے جو موجب اجر و ثواب و فلاح آخرت ہے کیونکہ عمل کا صالح یا غیر صالح اور اس لئے ذریعہ ثواب یا موجب عذاب ہونا بفرمان حدیث نبویؐ انما الاعمال بالنیات نیتوں پر منحصر ہے۔ یہ حضرت اویسؓ کی خاص صفت ہے اور تاریخ اخلاق حسنہ و اعمال صالحہ و تصوف و تقویٰ اسلامی میں پہلی اویسی خاصیت یا اویسیت ہے۔ یہ وصف آپکے مجموعہ فضایل تقویٰ میں اس قدر روشن ہے کہ حضرت رسول خدا نے وھو لھا بر و لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ (وہ اپنی والدہ سے حد سے زیادہ اچھا سلوک کرنے، تابعداری فرمانبرداری کرنے والا اور اسکا غم کھانے والا ہے۔ اس سے وہ مقام حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ کسی چیز یا بات پر اللہ کی قسم کھا بیٹھے تو اللہ ضرور بالضرور اس قسم کو سچا کر دیگا)، فرما کر حضرت اویسؓ کو پیغمبرانہ صفت سے متصف اور زبان [illegible] ویؤلیوالاتی کے فخر عیسوی سے مفتخر بتایا جتایا ہے اور اویسی مقام سے اس درجہ قرب الٰہی اور رعایت و عنایت نامتناہی سے سرفراز و ممتاز ہونے کا اعلام کیا ہے کہ صاحب مقام [illegible] جیسے حضرت مستجاب الدعوات، [illegible] جو قبیلہ ربیعہ و قبیلہ مضر کی لاتعداد بھیڑ بکریوں کے

Marfat.com

اون کے بالوں کی تعداد کے گنہگاروں خطاکاروں کے گناہوں کی شفاعت کرکے بخشوائیگا سبحان اللہ۔
شاید خود صاحب مقام کو یہ معلوم نہ ہو اور بزبان حال کہہ رہا ہو:

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی

یہ مقام ناقابل مرام حضرت اویسؓ کو اس سلطان و روحانی کمال سے ملا جس کا سرچشمہ انکے لئے ذات اقدس رسول لکل قوم ہاد ہے۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت اویسؓ قرنی نے حضرت رسولؐ کے ساتھ ظاہری جسمانی رائی العین ملاقات نہیں کی ہے۔ اس لئے عقل سلیم کا فتویٰ اسکے بغیر کچھ بھی نہیں ہے کہ یہ تربیت اور فیض پانا ظاہری نہیں ہے باطنی ہے براہ راست بلاواسطہ حضرت رسول اکرمؐ سے کیونکہ درمیانی واسطہ تاریخ میں کوئی ثابت نہیں۔ اور اس باطنی بلاواسطہ براہ راست روحانی بیعت تربیت و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کا نام حضرت اویسؓ اس کے اول الاولین یعنی پہلوں میں پہلے سعید و مسعود ہونے کی وجہ سے انکی ہی مناسبت میں اویسیت پڑا۔ اسلئے اویسیت یا اویسی ازم پیر و مرشد سے براہ راست بلاواسطہ باطنی تربیت کو کہتے ہیں اور اسی کی علامت یا تمثیل ہے اور اس طرح خدا کے ان چنے گئے خوش نصیب بندگان جو ازلی مقبول اور ابدی مسعود ہونے کی وجہ سے باطنی تربیت پاتے رہے ہیں کے سلسلہ کو سلسلہ اویسیت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کشمیر کی تاریخ روحانیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کا پہلا نمائندہ یہاں حضرت شیخ العالم جناب نورالدین نورانی نندہ رشیؒ کی ذات بابرکات ہے۔ جو اپنے مرتبہ و مقام کے رو سے کشمیر اور کشمیریوں کے بلا لحاظ مذہب و ملت علمدار بنے اور مرجع خلائق بنے ان کے قرۃ العین انکے دلوں کے چین ہوئے۔ اس لئے کیا مسلمانوں کیا ہندوؤں کیا اوروں کے قبلہ حاجات ہوئے۔ اور مرکز فکر و ذکر و مصدر رحمت و روحانیت۔ ہاں کشمیر میں اویسیت کا اپنا مقامی نام ریشیت لگا ہے اور خود شیخ العالم نے اپنے وقت سے پہلے کے جو چند ریشی گنے ہیں ان میں سب سے پہلا ریشی جناب نبی احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا ہے اور دوسرا ریشی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو گنا ہے۔ میرے عزیز وارجمند دوست پروفیسر ہاجنی نے صحیح لکھا ہے:-

Marfat.com

"تاریخی لحاظ سے رشیوں کے تین بڑے گروہ گذرے ہیں اولاً وہ رشی جو حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ کے دور سے پہلے گذرے ہیں ثانیاً حضرت شیخؒ کے ہمعصر رشی ثالثاً وہ جو شیخ العالم کے بعد حضرت بابا ہردے رشی کے عہد تک وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے۔ ان تین طبقوں میں سے ابتدائی دور کے سبھی رشی قریب قریب گمنامی کے عالم میں رہے۔ ان چند رشیوں کے نام حضرت شیخ العالم تک پہنچ پائے ہیں۔ ان پر گذشتہ چھ سو سال کے دوران بہت کم تحقیق ہو چکی ہے اور اس تحقیق پر زنکا رشی، میراں رشی رمہ رشی پلاس من رشی آتے ہیں" (رسالہ علم و ادب حصہ اول) تاریخ حسن شاہ کھوہاٹہ مرحوم کی قرار داد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ چاروں رشی اسی سرزمین (کشمیر) کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ العالم کے بعد جو حضرات اویسیہ سلسلے سے وابستہ ہوئے ان میں سے کسی نے حضرت شیخ کی عقیدت میں رشیت کو اپنایا کسی نے حضرت اویس کے مبارک نام سے حصول برکت کے لئے یا فرط محبت کے تحت اویسی نام یا اویسی سلسلہ اختیار کیا۔ اس قبیل کی مثال جناب سید محمد امین منطقی اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کا مزار و مرقد متبرک عالیکدل پل کے قریب زیارت گاہ واقع ہے۔ اور انکی اس زیارت گاہ کی وجہ سے محلہ کا نام ہی محلہ اویسی صاحب ہو گیا ہے۔ تحقیقات کے دوران حضرت سید محمد امین منطقی اویسی کے حالات میں مذکور ہے:۔

"در اوائل عمر نسبت اویسیہ داشتند چنانچہ در تذکرہ اولیاء آورده اند شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ در ابتدا از خاندان اویسیہ بودند چنانچہ سید محمد امین بجنب ورود تذکرہ از آنکہ بجانب اویسیہ قرنی رضی مشغوف و مستغرق بود کہ وجود خود را در آنحضرت نموده بود لہذا تخلص خود اویس نمودند چنانچہ مولینا جلال الدین رومی بہنگام غلبہ حال شوق شیخ از مرحوم خود روح شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہ دیده در یک دیوان جانی تخلص خود نام آورده اند اما بدیوان شمس تبریز مشہور است"۔

ترجمہ: ابتدا میں اویسیہ نسبت پائے رہے۔ چنانچہ تذکرہ اولیاء میں تحریر ہے کہ سید محمد امین اویسی قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے وہ ابتدائی دور میں اویسیہ سلسلے سے وابستہ رہتے تھے۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت سید محمد امین منطقے نے بھی یہی ورد و وظیفہ اختیار کیا تھا اور اس ورد میں کثرت کے ساتھ مشغول رہکر اس قدر منہمک اور غرق حال ہوئے کہ اپنا وجود مٹا پاکر حضرت اویس میں مدغم اور حضرت اویس کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرتے اسی وجہ سے اپنا تخلص بھی اویس ہی انتخاب و اختیار کیا تھا۔ جس طرح مولینا جلال الدین رومی فنافی الشیخ کے مقام کے غلبہ حال میں اپنے جسم کے آئینہ میں اپنے پیر و مرشد شیخ شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہما کی روح پاک دیکھتے تھے۔ اس لئے اپنے اشعار کے ایک دیوان اپنے تخلص کے بدلے اسے اپنے مرشد کا نام پاک درج کیا اور وہ دیوان آج بھی دیوان شمس تبریزی کے نام سے مشہور ہے ــــ ۞

اس بات کا ثبوت کہ باطنی تربیت و بیعت اویسیت ہے حضرات اولیاء کے حالات و تذکرہ جات میں اور مصطلحاتِ تصوف میں ملتا ہے مثلاً حضرت میاں میر لاہوری (۹۵۷-۱۰۴۵ھ) کو جنکی ارادت و عقیدت و بیعت براہِ راست و بلا واسطہ حضرت پیر پیران حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی حضرت سے بطریق اویسی" تربیت حاصل ہوئی تھی چنانچہ اسی فتحات میں درج ہے:۔

کشف ملکوت از والدہ خود حاصل فرمودند۔ فیوض باطنی از روحانیت جناب حضرت غوث الاعظم رضی بطریق اویسی یافتند"

ترجمہ: ملکوت کے حالات کا کشف اپنی والدہ سے حاصل ہوا تھا۔ باطنی فیض جناب حضرت غوث الاعظم پیر پیران سے اویسی طریقے سے پایا"۔

اس لئے سوال ہے کہ یہ "طریق اویسی" کیا ہے۔ جواب میری تحقیق سے یہی ہے کہ بس باطنی تربیت۔ براہ راست و بلا وسیلہ و بغیر ذریعہ بیعت تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و روحانی پاکیزگی و کسب کمال سلطانی

اسی طرح اہلدر ریشی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:۔

اوایل اویسی بود۔۔۔ صاحب کشف و کرامات، و خوارق بسیار نمود۔۔۔ طے مکان حاصل

Marfat.com

داشت، خداوندم اکمل الدین فرمودہ :۔

ہم وحید الدین اہلدر ریشی ۔ یافت از حق بر ہمہ پیشی (حضرت شیخ عبدالوہاب نوریؒ)

ترجمہ :۔ پہلے پہلے ادیسی ہو کر رہے ۔ بڑے کشف و کرامات والے اور بہت خرق عادات ظاہر فرمائے ۔ میرے پیر و مرشد مولائی حضرت اکمل الدین (میرزا محمد کامل بیگ خان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا :۔ وحید الدین اہلدر ریشی نے بھی تمام پر حضرت حق سے برتری پائی ۔

ہے تو اویسیت باطنی تربیت کا نام ۔ لیکن جو اسکی علامتیں یا خاصیتیں اس سلسلہ یا اس طریق تربیت کے بانی (حضرت اویسؓ) سے ظہور میں آئیں یوں گنی جا سکتی ہیں ۔

۱ ۔ بہ نیت صالح نکاح سے اجتناب کرنا ۔ ۲ ۔ قناعت کرنا ۔ ۳ ۔ قناعت سے بھی کم اور قلیل آمدنی غربا و مساکین کے لئے کچھ بچانا ۔ ۴ ۔ یعنی وَیُؤْثِرُونَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ایثار کرتے ہیں کہ اوروں کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں اور جو نفس کی خود غرضیوں، حرص اور بخل سے بچایا گیا ۔ وہی تو فلاح پانے والے ہیں) کے قرآنی کو الفکیشن کے مصداق بننا (۳) قربانی کا ہی نہیں بلکہ ایثار کا نمونہ ہونا ۔ (۴) نفس کشی کرنا ۔ (۵) ترک لذات کا شیوہ اختیار کرنا (۶) خمول اور گمنامی کا دلدادہ ہونا ۔ (۷) چھپے رہنا (۸) نمود و نمائش سے بچنا (۹) سخت ریاضت و عبادت شاقہ کا بجا لانا (۱۰) پیر و مرشد کے فرط محبت میں نہ صرف اپنے دانت توڑنا بلکہ خودکشی کے لئے تیار ہونا ۔ نہ صرف تیار ہونا بلکہ نفس کو تمام قسم کی غذائیت سے آہستہ آہستہ پرہیز کرا کرا اپنا وجود محو کرنا ۔ غیر وجود مقابلہ بغور کیجئے تو یہی خاصیتیں رابعیت میں بھی تجزیہ کے عمل سے پائیں گے ——

Marfat.com

○ پروفیسر محمد عبداللہ شیدا

ریشیت اور اسلام

ریشیت اور اسلام کے موضوع کو زیرِ بحث لاتے ہوئے سب سے پہلے جو تصور ذہن کی سطح پر ابھرتا ہے وہ اس لفظ کی اصلیت اور ماہیت کے بارے میں ہے۔ ریشیت سے کیا مراد ہے؟ اس لفظ کا ماخذ کیا ہے؟ ریشی کون تھے؟ انہوں نے اس لقب کو کیوں اختیار کیا؟۔ ریشیت کا ہندو جوگیوں، سنیاسیوں اور تارک دنیا برہمنوں سے کیا تعلق ہے؟ یہ اور اس قسم کے کئی سوالات ہیں جنہیں ابتدا میں ہی حل ہونا چاہیئے ——

ریشی سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو خدا سے اپنی مکتی اور نجات کے لئے کلام موزون میں دعا مانگے۔ لیکن اصطلاحاً ریشی اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو معرفتِ الٰہی کی تلاش میں لذاتِ دنیا اور مادی چیزوں سے کنارہ کش ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے اور روحانی قوت حاصل کرتا ہے۔ یہ لفظ کشمیر کے عارفوں، زاہدوں اور عابدوں کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ کشمیر سے باہر جب ہم مسلمان صوفیاء کے مختلف گروہوں اور سلسلوں کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وادی سے باہر اس لفظ کا کوئی وجود نہیں اور نہ صوفیائے کرام کے کسی گروہ نے اپنے آپ

Marfat.com

کو ریشیت سے منسوب نہیں کیا ہے اور نہ اپنے لئے ریشی کا لقب اختیار کیا لامحالہ یہیں اس کی تحقیق اور تلاش کرنی ہوگی اس ضمن میں مختلف ماخذوں سے ریشیت کی جو تعریف اور توضیح سامنے آتی ہے وہ اس طرح ہے :

فتحات کبریٰ میں ہے :

بدانکہ رِش بزبان کشمیری زہد و تقویٰ را نامند و ریشی کسی است کہ متقی و مرتاض و تارک باشد و ریشیان کشمیر از انجا کہ بحکم دَخ نفسہٗ تعالیٰ از لذات بالکل برخاستند و بتقویٰ و زہد برآستند و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و تجلیہ روح آراستند بایں امر سرافرازی یافتند تا آنکہ دنیا و آخرت را بر طبق نفس و ہما حرامان علی اہل اللہ برتافتند تجلیات ذات و صفات الٰہی را تعالیٰ شانہٗ دریافتند لم یشاہد و لم یظہر کسی کہ طالب وصل خدا است بر مطلوب نبرد راہ بغیر از فنا بہیچ نحو نیافت ۔

ریش بفارسی دو معنی دارد یکی جراحت دوم پر و بال و این ہر دو معنی مناسب حال صوفیا نست چہ بجراحت دل طلب بہم رسانند و از مرتبہ لاالبیت مقام طلوبیت دریابند و بعشق پر و بال شایند و بفضای اعلیٰ علیین طیران نمایند ۔

در [illegible] زبان عربی لباس فاخرہ و جمال [illegible] یرکبہ در آیہ [illegible]

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ۔ و لباس التقویٰ عطف تفسیر ثم رند لباس التقویٰ تخصیص است بعد تعمیم پس معنی آیہ چنین باشد و اللہ سبحانہٗ اعلم ای فرزندان آدم حقیقی فرود آوردیم از عالم غیب بعالم شہادت بر شما پوشش از جملہ افعال و صفات کہ بدان پوشیدہ گردد و قوت [illegible] از حیث بعد کسوات و لباس فاخرہ [illegible] تقویٰ کہ عبارت از تجلی و اقبیت [illegible] خیر [illegible]

۲۴ - اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانپے اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے ۔ (الاعراف ۲۶)

Marfat.com

ترجمہ

جاننا چاہیئے کہ ریشیت کشمیری زبان میں زہد و تقویٰ کو کہتے ہیں اور ریشی وہ ہوتا ہے جو پرہیزگار ریاضت کرنے والا لذّاتِ دنیا کو ترک کرنے والا ہوتا ہے۔ اور کشمیر کے ریشی اپنے نفس کو روک دو کے تحت لذات نفسانی سے بالکل علیحدہ ہو گئے اور زہد و تقویٰ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے نفس کو پاکیزگی قلب کو صفائی اور روح کو نور سے آراستہ کر کے یہ نام اور سرافرازی حاصل کی۔ اور دنیا و آخرت دونوں سے منہ موڑ کر خدا کی ذات اور اُس کے صفات کی تجلی سے فیض حاصل کیا۔ جیسا کہ میرے مرشد نے کہا ہے۔

جو شخص خدا کے وصل کا طالب ہوتا ہے۔ وہ مطلوب تک پہنچنے کے لئے فنا کے سوا کوئی اور راستہ اختیار نہیں کرتے۔

اور ذ رسی میں ریش کے دو معنی ہیں ایک زخم دوسرے بال و پر اور یہ دونوں معنی صوفیوں کے مناسب حال ہیں کیونکہ وہ جراحتِ دل سے طلب حاصل کرتے ہیں اور طالبیت کے مقام سے مطلوبیت کا مقام حاصل کرتے ہیں اور عشق کے بال و پر کھول کر اعلیٰ علیین کی بلندیوں پر پرواز کرتے ہیں۔

ریش عربی زبان میں لباس فاخرہ اور جمال یا زینت کو کہتے ہیں جیسا کہ آیہ کریم یا بنی آدم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ سے ظاہر ہے۔ اور یہاں عطف کو وضاحت کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ لباس التقویٰ تعمیم کے بعد تخصیص کا کام دیتا ہے لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے خدا نے ہمارے لئے بہتر جانا ہے۔ اے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف لباس اُتارا افعال اور صفات کی تجلی کا تاکہ تمہارے دل اُس سے موجودات کے ہر غیب سے پوشیدہ رہیں اور لباس فاخرہ یعنی لباس تقویٰ سے تجلی اور اغنیت مراد ہے جو عارف کو مشاہدۂ غیر سے بے پروا کر دیتی ہے ——— ●●

بابا نصیب الدین غازی اپنے نورنامہ میں اس گروہ کا تعارف کراتے ہوئے

Marfat.com

لکھتے ہیں۔ "درویش و پرہیزگاران کشمیر را ریشی می نامند نسبت یعنی لباس تقویٰ را کہ راہبان درشت و سخت پوشند ماخوذ از آیۂ کریم سبحانی کہ اللہ تعالیٰ فرمود ریشاً ولباس التقویٰ یعنی لباس کہ برائے تواضع می پوشند چوں پشمینہ درشت و کہنہ (کہ) فقراں می پوشند مشہور و معروف شدند معروف ریشیان است۔

گویا فتحات کبرویہ اور بابا نصیب الدین غازی دونوں ریشیت کو کشمیر کے زاہدوں اور عابدوں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور پھر جس طرح فتحات کبرویہ میں ریشیت کا ماخذ قرآن حکیم کی ایک آیت سے اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بابا نصیب الدین غازی بھی اسی آیۂ کریمہ سے استغراج کرتے ہیں اور پھر جس طرح صوفی کی خصوصیت جامۂ صوف بتائی گئی ہے اسی طرح ریشی کی خصوصیت بھی پشمینۂ درشت و کہنہ بتائی گئی ہے۔

آئین اکبری میں ابوالفضل نے کشمیر میں ریشیوں کا ذکر جس انداز سے کیا ہے۔ دلچسپی سے خالی نہیں لکھتے ہیں:۔ "دست شستہ کردار ایں بوم گروہ برہمن اگرچہ از تقلید گزینی و عادت پرستی رہائی نیافتہ اند لیکن بے ساختگی با یزدی نیائش پردازند بر خلاف کیش زبان بغارہ نکشایند و زنان خواہش و تکاپوی ندارند در زمستان میوہ دار برنشانند و سرمایہ روزگار مردم شود گوشت نخورند و زن نکنند نزدیک دو ہزار کس ازیں گروہ باشند (آئین اکبری جلد دوم ص ۱۷۰) توزک جہانگیری میں بھی تقریباً انہی الفاظ میں اس گروہ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ البتہ جہاں آئین اکبری میں گروہ برہمن کہا گیا ہے۔ وہاں توزک جہانگیری میں الفاظ فقرا کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وطایفہ از فقرائی باشند کہ آنہا را ریشی گویند اگرچہ علمی و فضلی ندارند لیکن بے ساختگی و ظاہر آرائی نے زیند و ہیچکس را بدفی گویند زبان خواہش و پائی الطبع و میوہ دار گذشت نمی خورند و زان نمی آلایند پیوستہ درخت میوہ دار در ستان نشانند بدین نیت مردم از ان منع برگیرند قریب بہ دو ہزار کس ازیں طایفہ بودہ باشند۔ (توزک جہانگیری

Marfat.com

جہانگیر نامہ ابوالحسن صـ ۱۴۸

مسلکِ ریشیہ کی سب سے زیادہ اور مکمل وضاحت بابا داؤد مشکواتی نے کی ہے انہوں نے اپنی کتاب اسرار الابرار میں اس مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی دوسری عربی تصنیف منہاج الریشیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے :-

اعلم ان الریشی هو المرتاض من الزهاد والعباد والمجرد من الازواج والاولاد والمراغب عن النقود والعروض والعقار ولا يختار السكونة الا في الجبال من ناحية الارض والاقطار شعرا ولا يدخر للغد ما حصل له في المساء وما يحرم السائل يعمّا عنده من الغذاء ولا يؤثر في نفسه الا ما يليق الله الغير ولا يتاذى منه الخضر والحوام والطير فكيف الادمي والوحوش والبهائم ثم اليه تعالى يصرف الهمم كلها والعزائم ويتقرب بالنوافل والخلوات والسلوب والجوع ويتوسل بالتوبة والصدقة والذكر الدائم والخضوع مستقلا مع الحضور حتى يسقط حركت اللسان ويجري دون اختياره ثم يمحق الحروف ويبقى المعنى ثم يرتفع العدد ويصير حاله مستديمة ثم يغيب عن جميع الاشياء ظاهرا وباطنا حتى عن نفسه وصفاتها المذكورة ثم يستغرق في التوحيد الالهي وهو مستفاد من المشاهدة ومن هذا كل نور من الانوار متلاشي ومضمحل في نوره تعالى وتقدس كانوار النجوم في نور الشمس ومنه قول الجنيد قدس سره التوحيد معنى يضمحل فيه الرسوم ويندرج فيه العلوم ويكون الله كما لم يزل ولا يتغذى على سوى الحلال المطلق ومن ثم اثر بعضهم الكسب بيديه ولما لم تر فيه ايضا حلالا فاذا الماء العامة والحضرات الصحراوية من الهندباء والانساج كما مر

Marfat.com

مأخوذ من ريشة الطير لانها اذا تفرقت عن الطير وتفردت منه لا
يكون لها اختيار من الريح حتى يذهب به حيث يشاء من الاو
دية والبيداء كما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم مثل القلب كر
يشة بارض فلاة تقلبها الرياح ظهرا لبطن فالريشي كذلك من الله تعالى
لحقه تفرده امحاض تجرده وقال ابو الفقراء قدس سره هو من
ريشاء ولباس التقوى لان اكثر ما يلبسون غليظ شديد خالص او
بالبيض معلم - وقد يطلق بالفارسية وينسب الى الجروح لان اكثر اوقاتهم
افاضت الدموع كالمجروح في اي حال كانوا بحكم ما ورد
ما من عبد مؤمن يخرج من عينيه دموع وان كان مثل راس الذباب
من خشية الله تعالى ثم يصيب شيئا من حر وجهه الا حرم الله على النار
فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا -

ترجمہ

یہ ناچاہیئے کہ ریشی وہ ہے جو عابدوں اور زاہدوں میں سے مرتاض و
ریاضت کرنے والا ہے وہ مجرد اور بیوی بچوں سے بے تعلق رہتا ہے وہ ہر نقد و جنس اور
زراعت سے اعراض کرتا ہے اور پیٹھ موڑتا ہے وہ دور افتادہ جگہوں اور پہاڑوں میں
سکونت اختیار کرتا ہے اور شام کو [illegible] صبح کے لئے کچھ [illegible]
کھانے پینے کی چیز اس کے پاس ہو اس سے سائل کو ناامید نہیں کرتا اور اپنے لئے وہی چیز
کرتا ہے جسے لینے کی دوسرے کو خواہش نہ ہو [illegible] ہاتھ سے نباتات کپڑے مکوڑے
پرندوں تک کو تکلیف نہیں پہنچتی [illegible] اور چوپایوں [illegible]
[illegible] اور اللہ تعالیٰ [illegible]
وہ اللہ کا تقرب اور اس کی رضا تو [illegible] خاموشی اور روزہ داری سے [illegible]

Marfat.com

اور وہ تو یہ خیرات۔ ذکر دائم عاجزی اور تواضع کو اپنا وسیلہ بناتا ہے۔ اور وہ مضبوطی کیساتھ باحضور رہتا ہے یہاں تک کہ گر جاتا ہے۔ اور اُسکی زبان بے حرکت ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے اختیار ہو کر مست اور دیوانہ وار چل پڑتا ہے۔ پھر لفظ مٹ جاتا ہے اور معنی باقی رہتے ہیں۔ عدد اور شمار وحدت میں مل جاتے ہیں اس کا حال ہمیشہ ایک جیسا ہوتا ہے۔ اور ظاہر و باطن کی تمام چیزوں سے بشر غائب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس اور مذکورہ صفات سے بھی۔ پھر ریشی توحید حال میں غرق ہو جاتا ہے اور وہ مشاہدۂ نور الٰہی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انوار میں سے ہر نور خدا کے پاک و برتر کے نور میں ناچیز متلاشی اور مضمحل ہے۔ جس طرح ستاروں کا نور آفتاب کی روشنی میں ماند پڑ جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توحید کے معنی ہیں رسوم و عادات کا ہو جانا اور علوم کا توحید الٰہی میں ضم ہو جانا۔ اور خدا تعالےٰ چونکہ لم یزل اور لایزال ہے۔ ریشی سوائے مطلق حلال کے رزق نہیں کھاتا اور ان میں سے بعض ریشی اپنے ہاتھ سے کسب و کار کر کے رزقِ حلال کماتے ہیں اور اگر اس میں بھی خالص حلال نہیں ملتا تو صاف پانی اور صحرا کی سبزی یعنی ہند اور اوپلہاک پر گذارہ کرتے ہیں۔ اور ریشی کا لفظ ماخوذ ہے اور ریشیہ الطیر سے جس کے معنی یعنی پرندے کا پر۔ اگر اس سے جدا ہو جائے اور تنہا رہ جائے تو اس کو اپنے اوپر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ہوا اُسے اُڑا کر جس میدان اور وادی میں چاہتی ہے لیجاتی ہے۔ جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ دل کی مثال پرندے کے پر کی مثال ہے جیسے ہموار زمین میں ہوا کبھی اوپر اور کبھی نیچے لے جاتی ہے بس یہی دل ریشی کا ہے جسے اپنے اوپر خدا تعالیٰ شانہٗ سے کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اس کا تفرد اور اس کی تنہائی ہمیشہ اُسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور دوسروں کے ساتھ وہ محض مجرد اور بے تعلق ہوتا ہے

اور کہا ابو الفقراء نصیب مسکین قدس سرہٗ نے کہ یہ (لفظ ریشی) آیۂ کریمہ سے ماخوذ ہے۔ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی یعنی لباس تقویٰ اور پرہیزگاری پہنے ہوتے ہے کیونکہ اکثر ریشی جو چیز پہنتے ہیں وہ موٹا بھدا کھردرا اور سیاہ کپڑا ہوتا ہے جو کبھی سیاہ و سفید

Marfat.com

دھاری دار اون کا ہوتا ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ اس کی نسبت فارسی کے لفظ ریش سے ہے جسکے معنی زخم کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ریشی اکثر اوقات زخمیوں کی طرح آنسو بہاتے ہیں جس حال میں بھی ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی مومن بندہ ایسا نہیں جس نے خدا کے خوف سے اپنی دو آنکھوں سے آنسو بہائے چاہے وہ مکھی کے سر کے برابر ہو جو اسکے چہرے پر ٹپک پڑے اور خدا نے اس پر آتش دوزخ کو حرام نہ کیا ہو۔ پس رُو بہت زیادہ اور ہنسو بہت کم۔

ان مختلف شواہد و آثار میں اکثر باتیں مشترک ہیں تقریباً تمام تذکرہ نگار ریشیت کی تعریف میں متفق ہیں۔ اور اسے قرآن مجید سے ماخوذ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ریشیوں کے زہد و تقویٰ پرہیزگاری دنیا اور مال دنیا سے بے تعلقی خدمت خلق بے ریائی اور ریاضت شاقہ کے سبھی معترف ہیں۔ مادی لذات سے کنارہ کش ہو کر ان لوگوں نے تعلق باللہ اور عرفان الٰہی کی منزلیں جس فرح طے کی ہیں وہ ان کی امتیازی خصوصیات میں ہیں۔ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے صوفیاء کرام ممتاز اور منفرد ہیں اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ریشیان بھی صوفیاء کا ایک گروہ ہے۔ اگرچہ صوفیوں کے معروف و معلوم سلسلوں میں سے ان کا تعلق کسی خاص سلسلے کے ساتھ نہیں بلکہ مسلک ریشیت کو تصوف کا ایک الگ سلسلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس پر مقامی [illegible] غالب ہے اور جن کے بعض اعمال و افعال تارک دنیا سادھوؤں اور سنیاسیوں سے مشابہ ہیں اور شاید کچھ ایسے ہی اعمال اور اشغال کو دیکھ کر اور انہیں خالص اسلامی [illegible] نہ پا کر آئین اکبری کے مصنف ابوالفضل کو مغالطہ ہوا ہے اور اس نے ان [illegible] کی اصطلاحات استعمال کی ہے لیکن ریشیوں کی راہبانہ زندگی کے باوجود [illegible] اسلامی شعائر سے وابستہ تھا بلکہ انہوں نے اسلام کی تبلیغ و ترویج میں اہم [illegible] انجام دیا ہے۔

قبل از اسلام کشمیر کے خدا پرست زاہدوں اور زاہدوں کو ریشی کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ گپھاؤں، غاروں، جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے تھے۔ جنگلی پھل [illegible] رہتے تھے

Marfat.com

پر گذارہ کرتے۔ آرام و آسائش لذّاتِ نفسانی اور مادی خواہشات سے الگ ہو کر عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے۔ پھر جب تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں کچھ مُسلمان صوفیا اور مبلغ یہاں آ گئے تو ان کی تبلیغ اور تعلیم سے آہستہ آہستہ یہاں کے کچھ لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے ان میں کچھ برہمن اور ریشی بھی تھے پھر ان بزرگان اسلام کو بھی اسی ریشی کے لقب سے پکارا گیا۔ لیکن اس دور کے ریشیوں کے بارے میں کوئی تذکرہ دستیاب نہیں تمام مورخ اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ خود ان ریشیوں کا کوئی کلام بھی دستیاب نہیں۔ البتہ حضرتِ شیخ نورالدین نورانیؒ نے اپنے زمانے سے قبل کے ریشیوں کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ریشی اسی پتم ریشی
تمن اوس پیٹھہ ژندہ ننگہ تن
منگتھ کھارہن وُشکہ کوشی
تچھ سرہن نہ پتھ وَنن

حضرتِ شیخ کے کلام سے ہی ہمیں ان کے چند پیشرو ریشیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ؎

اوّل ریشی احمد ریشی دوٚیم حضرتِ اُویس آو
ترٛیم ریشی زلکا ریشی ژوٗریم حضرت پلاس آو
پونژیم ریشی رمہ ریشی شیم حضرتِ میران آو
ستی مس کوزہم ہش نادشی بہ کس ریشی مےٚ کیا ناو

اوّل الذکر دو ریشیوں کو چھوڑ کر جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اویس قرنیؓ مراد ہیں اس اشلوک میں پانچ ریشیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں پانچویں ریشی خود شیخ العالم ہیں۔ باقی چار ریشی یعنی زلکا ریشی پلاس ریشی رمہ ریشی اور میران ریشی کے بارے میں کوئی تفصیلات معلوم نہیں اسقدر یقینی ہے کہ یہ چاروں ریشی اسی ملک کے باشندے ہیں۔ حضرتِ شیخ العالم کے کلام میں بھی ان چاروں رشیوں کا ذکر ملتا ہے، حضرتِ شیخ فرماتے ہیں۔ ؎

Marfat.com

ڈنڈک وَنکی زُلکا ریشی کرُژھ پھل کھیتھ کرہن سوے
ان کھنُک تھووُن تہٕ بندن کر بندن توشہٕ خوداے

رٔیش وَنی بُنُد میران ریشی ژُندر ساسس ان زل چوٕ
اوٕ دیہٕ ہوٚت آکاش گووٕے تیُتھ مٔے وَرِد تو دِوٕ

تمُ حضرت رُمہٕ ریشی جنتس منز اَزن جائے
صدر حمت تِمن چندن کر بندن توشہٕ خوداے

پرانہٕ ابیٔ سی پلاس ریشی تمُ پھرستس ہوِنی وِژاے
اکھ دماموٚٹھُس نہٕ زانہٕ سُہ کر بندن توشہٕ خوداے

شیخ العالم کے ان چار اشلوکوں سے متذکرہ چار ریشیوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ

(۱) زلکار ریشی ڈنڈوک کے جنگل میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ ڈنڈوک ون کامراج کے علاقہ حمل کے ایک جنگل کا نام تھا جسے آج کل رفیع آباد کا نام دیا گیا ہے۔ حاجنی صاحب کے خیال میں "کوئی کشمیری بزرگ مشرف بہ اسلام ہو چکا ہوگا اور اس نے مقامی بودھوں اور برہمنوں کے عقیدے سے متاثر ہو کر سوکھے پتوں پر زندگی بسر کی ہوگی"۔

(۲) حضرت میران ریشی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ریشی وَنی کے مقام پر عبادت اور تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے یہ جگہ صفاپور (سوناواری) کے قریب واقع ہے۔ اشلوک سے ان کی [illegible] بھی لگتا ہے جو ۸۳ سال بیان کی گئی ہے حضرت میران ریشی کے بارے میں شیخ العالم کا مندرجہ صدر اشلوک تاریخ حسن میں یوں درج ہے۔ ؎

تمُ حضرت میران ریشی کرُیڈ نفس سیتی کرُژ نیاے

Marfat.com

پان آنژ من قترن دندن کر بندن توشہ خوداے

یعنی میران ریشی نے برے نفس کے ساتھ جھگڑا قائم رکھا اور نفس کو چلو چلو بھر پانی جو صرف دانتوں کو تر کرتا تھا دیتے تھے۔ اور آکاش گودی سے یہ مطلب نکالا گیا ہے کہ میران ریشی کی لاش ہوا کے دوش پر سوار ہو کر کسی دوسری جگہ پہنچ گئی۔

(۳) رُمہ ریشی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے جنت میں اپنی جگہ بنائی۔ رُمہ ریشی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے طویل عمر پائی۔ عمر بھر سیاحت کرتے رہے انگول ریشی، شیبان ریشی اور لدرمن ریشی ان کے خاص خادم بنائے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی تبلیغ اسلام کا مرکز ہارون میں قائم کیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رُمہ ریشی رامونامی گاؤں میں دفن ہے۔

(۴) پلاس من ریشی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ "پران ابیاس" کرنے والے تھے جس کے معنی دائمی حبس نفس بتائے گئے ہیں۔ پلاس من لدرمن کا بھائی بتایا جاتا ہے۔ یہ دونوں بھائی رُمہ ریشی کے ہاتھ پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ آگے حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

پَتھ کالہ یم ریش بوّ وی
تِمو تپھ کوّر بجہ دشائے
زُو تہ موّر چھکھ سوَ ر وہ ندن
کر بندن توشہ خوداے

یعنی یہ ریشی پرانے زمانے میں تھے اور انہوں نے خدا کی بندگی جیسی چاہی تھی ویسی کی میں ان پر جان و تن قربان کرتا ہوں۔

لدرمن ریشی گوڈ ستھو کے رہنے والے تھے یہ پلاس من ریشی کے بھائی تھے خلاص من اور یاسمن ریشی پلاس من ریشی کے دو بیٹے تھے۔ کہتے ہیں خلاص من کا نام ابتدا میں کیلاش من تھا یہ دونوں بھائی بیجبہاڑہ کے کریوہ پر آسودۂ خاک ہیں۔ سورن ریشی خلاص من کا چیلا تھا خدا کی بندگی اور عبادت گذاری میں حد درجہ کی محنت و مشقت کرتا تھا۔ علاقہ ناگام کے ایک گاؤں کا زیر

Marfat.com

چالیس سال تک گپھا میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کرتا رہا۔

حضرت شیخ العالم کے دور تک پہنچ کر ریشیت کا دور اول ختم ہو جاتا ہے اور یہاں سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے دور کے ریشیوں کی زندگی میں اسلامی اور غیر اسلامی شعائر اور رسوم کچھ اس طرح گڈمڈ ہو گئے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنا مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اگرچہ اس سرزمین تک بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ لیکن میر سید علی ہمدانیؒ کی تشریف آوری تک یہ مقامی اثرات رسوم و عبادت اور غیر اسلامی اور مشرکانہ شعائر پر غالب نہیں آیا تھا۔ اسلامی عقائد و عبادات کے ساتھ بہت سے ہندوانہ اور مشرکانہ عقائد و رسوم جاری تھے خود بادشاہ وقت مسلمان ہوتے ہوئے مشرکانہ رسوم و عبادات پر عمل پیرا تھا اُسکے نکاح میں بیک وقت دو بہنیں تھیں۔ جن میں سے حضرت امیر نے ایک کو طلاق دلوائی اور پہلی بار یہاں اسلامی احکام اور شریعت کو نافذ کیا۔ تاریخ کبیر میں لکھا ہے۔

"تا وقت ورود ایشاں دریں شہر احکام اسلام چنداں جاری نہ بودند بلکہ رسوم شرک و کفر مروج و معمول بہ اکثر مردم میبودند" ۔۔۔ یہی دور حضرت شیخ کی پیدائش کا زمانہ ہے۔ حضرت شیخ کے والدین کشتواڑ کے راجاؤں کی اولاد سے تھے ان کے والد سلر سنر نے یاسمن ریشی کی صحبت میں رہ کر اسلام قبول کیا تھا اور ان کا نام شیخ سالار رکھا گیا تھا۔ مورخ حسن اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے شیخ کے ہم عصر مورخ ملا احمد کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک دن شیخ سالار اور ان کی بیوی سدرہ موج یاسمن ریشی کے پاس بیٹھے تھے اسی اثنا میں [illegible] ہاتھ میں ایک گلدستہ لے کر وہاں پہنچی یاسمن ریشی نے لل دید کے ہاتھ سے گلدستہ لیکر سدرہ موج کے سر پر رکھ دیا اور دعا کی کہ اب فرزند صالح عطا کرے جو ہماری اصلیت اور ہمارے مسلک کا وارث بن جائے۔

الٰہی میں قبول ہوئی اور سدرہ موج کے بطن سے بمقام کیموہ [illegible] ایک فرزند تولد ہوا جو آگے چل کر شیخ العالم کے نام سے مشہور ہوا۔ اسرار الابرار میں [illegible] لکھتے ہیں۔

"نقل است کہ در تاریخ [illegible] ہفت صد و پنجاہ و ہفت شیخ نورالدین [illegible] یافت و بعد از سی سال ریشی شد و بعد از توبہ شش سال [illegible]

Marfat.com

گردانید و طریقۂ رہبانیت و برہمنیہ واہی ساخت اگرچہ پیش ازاں تازہ بود۔ یعنی شیخ العالم ۷۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور تیس سال کی عمر میں ریشی ہوئے توبہ کے بعد چھ سال تک روٹی نہیں کھائی۔ آپ نے ریشیت کو از سرِ نو تازہ کیا رہبانیت اور ہندوانہ طریقوں کو ترک کیا اگرچہ یہ چیزیں اس سے قبل بہت مروج تھیں۔

اسرار الابرار کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العالم تیس یا چھتیس سال کی عمر تک ریشیت کے اُسی مسلک پر قایم رہے جس میں رہبانیت اور دوسرے ہندوانہ مراسم اور عبادات لئے ہوئے تھے پھر آپ نے توبہ کرکے رہبانیت اور دوسرے ہندوانہ طریقوں کو ترک کیا اور ریشیت کو ایک نیا رنگ و روپ عطا کیا جس میں قرآن و سنت کی اتباع اور اس کی تبلیغ و ترویج کو اپنا نصب العین بنایا۔ میرے اس خیال کی تائید خواجہ اعظم دیدہ مری کی تاریخ کشمیر (واقعاتِ کشمیر) کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے "۔ درسن سی سالگی توفیقِ توبہ یافت و از رہبانیت کہ دراں وقت شائع بود روئے برتافت و بشعار اسلام در راہِ ریاضت و جاں بازی شتافت یادگار متقدمین و افتخار متاخرین شد۔ نسبتش صورۃً و معناً تمام لطف و جمال ہمتش ظاہراً و باطناً مصروف متابعت محبوب ذوالجلال علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب المتعال سردفتر ریشیانِ کشمیر است۔ پھر ریشیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "ریشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہداں و عابداں در ریاضت سخت و صعب تر باشد و خود را از اولاد ازدواج فارغ دارد و دست از جمیع آرزوہا و ہوا و ہوس بردارد چہ جائے ملک و مال" پھر حضرت شیخ کی زندگی خصوصاً ابتدائی دور کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ "وجناب این شیخ باکمال درین امور ازین طبقہ متفرد و ممتاز بود و زہد و تقویٰ را بغایت الغایت فرمود چوں ابتدائے کار حضرت شیخ جذبۂ الٰہی بود اور اشعلۂ عشقِ نامتناہی در گرفت و کار با آہ و نالہ و اشعار شیریں مقال داشت و اندک ہمتی حجب صوریہ را ہم کہ تعلقاتِ زن و فرزند بود برداشت ؎

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

Marfat.com

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

(واقعاتِ کشمیر ص۳۰)

پھر خود شیخ العالم کے اپنے کلام سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ آپ ابتدا میں رہبانیت اور ترکِ دنیا کے طریقے پر عامل تھے اور بیوی بچوں سے ترکِ تعلقات کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن بعد میں حقیقت ان پر منکشف ہوگئی اور وہ اس طریقے سے ثابت ہوگئے۔ فرماتے ہیں ؎

نصر بابہٕ جنگل کھسن گُیَم خاصی
مےٚ دوٚپ یہ آسہ بُڈ عبادت
وُچھی تہٕ یہ آس بُڈ بدنامی
سرہٕ آس کرٕنی کُنی کتھ

وَنَن سرگال واندر آسن
گوہ پھن گگر بران واس
پانژھ دکھ یم انتہٕ مل کاسن
انتہٕ بٲژن آسن مےٚ چھ خاص

[illegible]
[illegible]

شیخ العالم کے مسلک میں یہ تبدیلی غالباً اس دور کے دوسرے علماء اور صوفیاء کی صحبت کا اثر تھا جیسا کہ اسرار الابرار سے معلوم ہوتا ہے کہ "بسیار مشائخ بود میر سید علی ہمدانی را دیدہ بود میر سید

Marfat.com

"سمنانیؒ و میر سید محمد ہمدانی و معاصران ریشان درست اسرار ہم صحبت داشتہ تجربہ کار بودند"
اگرچہ میر سید علی ہمدانی سے آپ کی ملاقات محل نظر ہے تاہم سید حسین سمنانی، میر محمد ہمدانی اور دوسرے
ہم عصر بزرگوں سے ملاقات میں کوئی شک نہیں ۔ ابتدا میں آپ اویسی طریقے پر تھے اور کسی پیر
طریقت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی چنانچہ "اسرار الابرار" میں لکھا ہے کہ "مشہور است کہ درمیان
ایں گروہ و نزد مشائخ باشکوہ کہ اویسی بود۔ و آں طریقت کہ شیخ طریقت بظاہر بود۔ و شیخ
فریدالدین عطار قدس سرہ گفت کہ کامل از اولیاء اللہ باشد کہ ایشاں را مشائخ طریقت و کبراء
حقیقت اویسیاں نامند و ایشاں را در ظاہر بہ پیری احتیاج بود" لیکن بعد میں آپ نے حضرت
میر محمد ہمدانیؒ کے ہاتھ پر "کبروی طریقے" پر بیعت کی اور حقیقت میں آپ کی اس روحانی تبدیلی
کا سلسلہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت میر محمد ہمدانی نے جناب شیخ کو
خط ارشاد بھی عطا کیا جو خانقاہ علی سری نگر میں آج تک موجود ہے اور اس پر ۱۵ رجب ۸۱۴ھ
کی تاریخ درج ہے۔ اس خط ارشاد میں بھی طویل چلہ کشی اور خلوت نشینی کی اجازت دی گئی ہے اور
اس کی کوئی اور توجیہہ کی جا سکتی کہ مقامی اثرات اور مسلک ریشیت وہاں زبردست غلبہ تھا
اور میر ہمدانی عرصہ تک یہاں تبلیغ و ترویج اسلام کا کام انجام دیتے ہوئے یہاں کے لوگوں کی نفسیات
سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے اور یہ حقیقت جان چکے تھے کہ مقامی ریشیوں کی نفس کشی اور
ترک لذات کا لحاظ کئے بغیر یہاں کوئی تبلیغ کارگر نہیں ہو سکتی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تبلیغ
دین میں اس حکمت سے کام لیکر ریشیت نے ایک بہت ہی مفید رول ادا کیا۔ یہاں کے غیر
مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے ضروری تھا کہ سینکڑوں سال سے ان کے ذہن
میں خدا رسیدگی پاکیزگی اور بزرگی کے جو تصورات ہندو دھرم اور بدھ مت نے پیدا کئے تھے۔ ان کا
اثر توڑا جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب دعوت دین کا کام کرنے والے خود نفس کشی
ترک لذات اور تزکیہ نفس کے اصولوں پر عامل ہوں اور ان کا یہی عمل غیر مسلموں کی کشش
کا باعث ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ شیخ العالم اور ان کے ریشیوں کو رہبانیت نہ سہی ترک لذات

Marfat.com

کے طریقے پر سختی سے عمل کرنا پڑا اور ترکِ لذّات کے ساتھ ساتھ عدمِ تشدد۔ نفس کشی خدمتِ خلق اور انسان دوستی کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر وہ ہندوؤں اور بودھوں کے پیشواؤں برہمنوں اور راہبوں کے مرکزوں تک پہنچ گئے اور انہیں انہیں کے ہتھیاروں سے مفتوح کر لیا۔ ریشیوں کی عملی زندگی کے حالات دیکھ کر برہمن اور بودھ ان سے متاثر ہوئے تھے اور پھر ان کی بات سننے کے لئے آمادہ ہوئے تھے جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

ریشیوں کی عملی زندگی کے بارے میں مضمون کے ابتدا میں ان بہت سے مشاہدات پیش کئے جا چکے ہیں ان کی اسی زندگی کا اثر تھا جس نے ہر صحبت کا وہ ماحول پیدا کیا جہاں بغیر کسی جبر و اکراہ کے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے گویا ریشیوں نے قرآن حکیم کے اس حکم لا اکراہ فی الدین کو اپنی دعوت اور تحریک کا رہنما اصول بنایا تھا۔ ریشیوں کی تبلیغ کا میدان بہت وسیع تھا کیونکہ وہ عوام کے ہر طبقہ تک پہنچ سکتے تھے۔ وہ یہاں کے لوگوں کو ان کی اپنی زبان میں دین کی باتیں بتا سکتے تھے یہ سہولت ہمارے دوسرے مبلغین کو حاصل نہ تھی۔ ان کی زبان فارسی تھی اور وہ عوام اور عورتوں کی پہنچ سکتے تھے [illegible] نہ صرف مقامی زبان [illegible] عادات [illegible] تھے [illegible] مختلف طبقوں کے ہر طبقہ پر [illegible] چاہے وہ [illegible] ان کے [illegible] ریشیوں کی [illegible] ست انہوں نے اسلام [illegible] دوست [illegible] اور [illegible] پر بھی اس کا خوشگوار اثر [illegible] کا ماحول [illegible] سرانجام دیں انہوں نے [illegible] اور [illegible] طریقہ [illegible]

شیخ العالم اور ان کے [illegible] ریشیوں [illegible] بہت [illegible] قربانیاں دیں اور اپنی نفس کشی اور خدمتِ خلق سے [illegible] دور رس [illegible] اور [illegible] امتیازی خصوصیت بخشی۔ شیخ العالم کے اکثر خلفاء اور متبعین آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے

Marfat.com

زین الدین ریشی کشتواڑ کے بدرہ کوٹ کا رہنے والا زینہ سنگھ تھا۔ بابا بام الدین ریشی بم زو مندر کا بم سادھو پجاری تھا بابا لطیف الدین ریشی کا نام آدت رینہ تھا، جو مڑوداڈ ون کا حاکم تھا۔ بابا نصیر الدین کا نام اترو راوتھر تھا اسی طرح خواتین میں شنگہ بی بی، دتہ بی بی۔ دہت بی بی وغیرہ مشہور ہیں پھر آپ کے خلفاء کے خلفاء کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ خود شیخ العالم نے ۳۶۰ ریشیوں کی روحانی تربیت کی جنہوں نے ان کے مشن کو جگہ جگہ پہنچایا۔ یہ لوگ جسم پر ایک اونی پیراہن پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں اور سر پر فستیلہ دار ٹوپی پہنتے تھے۔ روکی سوکھی جو کی روٹی ہندا اور اوپل ہاک پر گذارہ کرتے۔ اکثر ریشیوں نے عمر بھر گوشت نہیں کھایا۔ بعض نے شادی نہیں کی اور مجرد رہ کر خدمتِ دین کرتے رہے۔ یہ انہی لوگوں کی مساعی جمیلہ کا اثر ہے کہ آجتک کشمیر کو "ریشی واری" یا ریشیوں کی زمین کہا جاتا ہے۔

شیخ العالم کی زندگی اور ان کے خدمتِ دین کا اندازہ لگانے کے لئے ہمارے پاس ان کے کلام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ اس کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے بارے میں ان کا نظریہ بالکل واضح اور قرآن وسنت کی روشن شاہراہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ انہوں نے قرآنی تعلیمات اور اس کی روح کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے اور اس لحاظ سے ان کے کلام کو کشمیری زبان میں کلام اللہ کی تفسیر کہنا بے جا نہ ہوگا۔ وضو وطہارت کے مسائل سے لے کر معاش ومعاد تک کے مسائل میں حضرتِ شیخ نے بہت ہی پُر اثر انداز میں رہنمائی فرمائی ہے۔ توحید، رسالت، آخرت، نفس پرستی کا انجام وغیرہ اس کے خاص موضوعات ہیں جن کی تفصیل پیش کرنے سے مضمون کی تنگ دامانی مانع ہے

Marfat.com

○ سیف الدین قاری

ریشیت کی غایتِ اولیٰ

اس پُرکشش کائنات کے پیچھے کس صاحبِ کاف و نون کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اس پردۂ زنگاری کے عقب میں کس دستِ حسین کی کارفرمائی مصروفِ عمل ہے۔ اس لگے بندھے نظام کی گرفت کس کی حکیمانہ قدرت کی مرہونِ منت ہے۔ شمس و قمر اور سیاروں و ستاروں کی دنیا کس نورِ لم یزل سے تابان و درخشاں ہے۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو۔ درختوں کی ہریالی۔ میووں کی ترشی و شیرینی۔ دریاؤں کی روانی۔ کوہستانوں کی بلندی۔ سمندروں کی وسعت و گہرائی اور ریگستانوں کی خاموش و پُروقار فضا کس کی عظمت و حکمت کی غمازی کر رہی ہے۔ وہ حسین آفریدگار کب سے موجود ہے۔ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ اس تک رسائی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ صفات کی جلوہ آرائیوں سے متلذذ ہونے کے ساتھ ساتھ ذات کا مشاہدہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ یہ ہیں وہ سوالات جو بنی نوع انسان کو ہمیشہ قلق و اضطراب میں ڈالتے رہے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ انسانوں ہی میں ایسے بھی لوگ پیدا ہوئے۔ جو متلاشی ضمیر کی فطری آواز کو مادی دنیا کے شور و شغب میں دباتے رہے اور ضمیر کو یہ فریب دے کر سلاتے رہے کہ اس سے آگے کچھ بھی نہیں۔ آدمیت کی آخری منزل یہی نظر آنے والی مادی دنیا اور وسیع و عریض کائنات ہے اور اس کے آگے نہ کچھ ہے اور نہ ہی

Marfat.com

کچھ سمجھنے یا جاننے کی ضرورت ہے۔ مگر ان فریب کاریوں کے باوجود انسان مشاہدۂ ذات کے لئے علامتِ استفہام بن کر سرگرداں و پریشان رہا۔

خداوندِ کریم کی شانِ ربوبیت اور صفتِ رحیمیت نے آگے بڑھ کر آدمِ مبہوت کی دستگیری کی۔ اور ورطۂ حیرت و استعجاب سے نکالنے اور معرفتِ ذات سے سرفراز کرنے کے لئے مختلف ملکوں اور قوموں میں وقتاً فوقتاً اپنے پاک بندے اور عارفین الواصلین مبعوث فرمائے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی ہادی نہ بھیجا گیا ہو۔ مذکورہ حقیقت کی طرف دلالت کرتی ہے۔

حُسنِ ازلی کی طرف رہنمائی کرنے والے یہ اربابِ بصیرت جنہیں مختلف ملکوں اور قوموں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ اپنا فریضہ انجام دیتے رہے اور ان لوگوں کو فطری راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے منزلِ حقیقی کی نشاندہی کرتے رہے۔

انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ اس لئے رہنماؤں کے اٹھ جانے کے بعد ہی عجلت پسند انسان فطری طریقِ کار کو چھوڑ کر غالبِ عشق و شیفتگی کی غلبگی کی وجہ سے کسی کی تلاش میں اپنے کو آلام و تکالیف میں ڈالتا رہا۔ اور دنیا و مافیہا سے بیزار ہو کر جنگلوں میں گھومتا رہا۔ اس نے خود ہی یہ مفروضہ گھڑ لیا کہ میرے اور محبوب کے درمیان اگر کوئی دیوار حائل ہے تو وہ اپنا جسدِ خاکی اور دنیائے فانی کی ظاہری دیوار ہے۔ اس لئے محبوب تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس کے بغیر اور کوئی صورت ہو نہیں سکتی کہ اس دیوار کو ڈھا کر پار جھانکنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ اس خیال نے آدمِ تلاشی کو دنیا کی گوناگوں نعمتوں ہی سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے بھی بیزار کر دیا اور یہ مسلسل فاقہ کشی ان تھکا دینے والی ریاضت۔ شب و روز کی بیاباں نوردی اور لگاتار بیداری سے دامنِ محبوب کو تھامنے اور وصلِ محبوب سے سرفراز ہونے کی سعی کرتا رہا۔

Marfat.com

یہی وہ زندگی ہے جسے راہبانہ زندگی کا نام دیا گیا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ طرزِ حیات اختیار کرنے کی وجہ ان لوگوں کی عیش پرستانہ زندگی بنی۔ جو ہادیانِ حق کے وارث بن کر نہ صرف یہ کہ الٹی چال چلنے لگے بلکہ ان پاکبازوں کے لائے ہوئے نسخہ ہائے معرفت کی بھی تعریف کر گئے۔ اور خدا کا نام لیتے ہوئے خدا بیزار زندگی گزارنے لگے۔

بہرحال سبب اور وجہ کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ انسان معرفتِ خداوندی کی تلاش میں فطری راہ سے بھٹک گیا اور ایسا راستہ اختیار کر گیا جس کا نتیجہ بھول بھلیوں میں گھوم گھام کر بے نیل و مرام واپس لوٹنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس زندگی کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ

یعنی اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی خوشنودی میں انہوں نے یہ بدعت نکالی۔ ---- (سورۂ حدید)

اس راہبانہ تصور نے انسان کے دل و دماغ کو اس طرح مسخر کیا تھا کہ یہ تصور مٹانے کے لئے خداوند کریم کو اعلان کرنا پڑا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ

اے محمدؐ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا۔ اور کس نے خداوند کریم کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں ---- (سورۂ اعراف)

حیرت یہ ہے کہ جس پیغمبر کریم علیہ الصلوٰت والتسلیم کے ذریعہ خداوند کریم نے اس بدعتِ سیئہ کا استیصال کرنا چاہا۔ ان کے سامنے بھی لوگ راہبانہ آرزوئیں لیکر آتے تھے۔ اور مسائل پوچھتے رہتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ صحابہ میں سے ایک صاحب نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

Marfat.com

دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہ کرونگا اور عورت سے کوئی رابطہ نہ رکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا۔

اما واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی

خدا کی قسم میں تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ (نفلی روزہ) رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جس کو یہ طریقہ پسند نہ ہو اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ لا تشددوا علی انفسکم اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں۔ (ابو داؤد)

ایک دفعہ فرمایا۔

رھبانیۃ ھذہ الامۃ الجہاد فی سبیل اللہ

امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے (مسند احمد۔ مسند ابی یعلیٰ)

یہاں پیر رومیؒ اور مرید ہندی کی گفتگو یاد آئی

مرید ہندی (اقبالؒ) استفسار کر رہا ہے

کاروبار خسروی یا راہبی کیا ہے آخر غایت دین نبیؐ ؟

پیر رومیؒ

مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ

Marfat.com

تاریخ کہتی ہے کہ رہبانیت کا سلسلہ حضرت عیسیٰؑ کے دو سو سال بعد ان کے نام لیواؤں میں شروع ہو گیا۔

عرب اور عرب کے ملحقہ جات سے نکل کر جب ہم ہندوستان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی رہبانیت خداوند کریم تک رسائی کا واحد ذریعہ مانا جاتا تھا۔ جوگی اور سنیاسی بدن پر راکھ مل کر اور اپنے کو صعوبتوں اور اذیتوں میں ڈال کر جنگلوں کی زینت بنتے جاتے تھے اور بنتے جاتے ہیں۔ اور اسے خدا شناسی کا نام دیا گیا ہے۔

جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز کی چمنستان کشمیر میں تشریف آوری سے پہلے یہاں کی سرزمین بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں تھی۔ ایسے ہی لوگوں کو یہاں کی زبان میں ـــــ جو غالباً سنسکرت سے ماخوذ تھا ـــ رشی کہا جاتا تھا۔ کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ بے نفس بھی تھے اور انسان دوست بھی اور ان کے اس طرز زندگی نے ان کو سماج میں ایک خاص مقام عطا کیا تھا۔

چونکہ اسلام کسی خاص زبان اور قوم تک محدود نہیں اسی لئے اسلام نے کبھی بھی زبان سے تعصب نہیں برتا بلکہ جہاں نہیں کوئی اصطلاح کسی خاص منشاء کو واضح کرنے کے لئے نظر آئی اُسے استعمال کیا۔

مثال کے طور پر دور اول میں ہمیں صوفی کا لفظ کہیں نظر نہیں آتا۔ متقین، صالحین، مومنین، شہداء وغیرہ الفاظ خدا کے پاک بندوں کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ مگر صوفی کا لفظ زیر استعمال نہیں تھا۔ اسلام عرب سے نکل کر عجم کی طرف گامزن ہوا تو دور تابعین میں صوفی اور تصوف کے الفاظ نے جنم لیا اور پھر اسی کو اپنا بھی لیا۔ کشمیر میں رشی کا لفظ ـــ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ـــ خدا پرست اور انسان دوست شخصیت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے یہاں کے نیک سیرت اور بلند فطرت بزرگوں نے اس لفظ کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرتے رہے۔ ہاں ان بزرگوں

Marfat.com

نے خدا جوئی کی اُس راہ اور طریقِ کار سے اعراض کیا۔ جسے راہبانہ تصوّر رکھنے والے رشیوں نے اپنایا تھا۔ یہاں ہم اپنے اس قول کو ثابت کرنے کے لئے اس بزرگ ہستی کا کلام پیش کریں گے۔ جنہیں مومنانہ رشیوں کا امام ہونے کا فخر حاصل ہے اور وہ ہیں ہمارے پیرو مرشد جناب شیخ نورالدّین نورانی رحمتہ اللہ علیہ وقدس اللہ سرّہ العزیز۔

آپ فرماتے ھیں۔

نصر بابہ جنگلن کھُسن گیہِ خٲمی
مے دوٚپ یہِ آسہِ بُڈ عِبادَت
وُچھتہٕ یہِ اٲس بُڈ بَدنٲمی
مَرٕ اٲس کَرٕنی کُنی کتھ

اپنے خلیفہ جناب نصیرالدین علیہ الرحمہ سے فرماتے ہیں کہ جنگلوں کی طرف جا کر بیاباں نوردی کرنا بہت بڑی غلطی ہے مجھے خیال تھا کہ غالباً یہی عبادت ہوگی۔ حالانکہ یہ عبادت نہیں بدنامی ہے کیوں کہ محض ایک ہی بات جاننے اور پہچاننے کو کہا گیا تھا جس کے لئے جنگل کی راہ لینا ضروری نہیں تھا۔

اور آگے بڑھئے اور دیکھئے راہبانہ تصوّر کو کس مثالی انداز اور زوردار لفظ میں مٹایا جارہا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَنَن پنٛزی تہٕ واندر آسن
گگر گوپھن بَرن واسن
یِم پانٛژَن وقتن اگہ مل کاسن
نِشہٕ آسن یٲژن تِمے چھِہ خاص

جنگلوں اور غاروں میں سکونت کرنا تو بندروں اور چوہوں کا کام ہے۔ ہاں رُ

Marfat.com

Marfat.com

وحضرت شیخ بہاؤالدین زکریای ملتانی از راہ باطن در تربیت ایشاں سعی بلیغ کردند۔ تا ورود رایات نصرت آیات حضرت میر سید محمد ہمدانی بے اجازت مرشد ظاہری بہ ریاضت مشغول بودہ بمرتبہ توحید و عرفان رسید۔ چوں عارف معارف ربانی حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ دریں دیار لطیف تشریف شریف ارزانی فرمود بمقتضائے فعوری الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ نسبت مسلسل بحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم برخود لازم دانستہ بشرف قدمبوسی حضرت سیادت پناں مشرف شدہ مرید گشت۔

خوارق السالکین المعروف بہ تاریخ ہادی ص ۱۳۴

ظاہر ہے کہ جس اولوالعزم نے حضرت میر سید محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز جیسے صاحب علم و پابند شریعت عارف باللہ کے دست حق پرست پر بیعت لی ہو اس کی نظروں میں راہبانہ غار نشینی اور بے مقصد صحرا نوردی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

رہبانیت سے اعراض کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حضرت شیخ دنیا پرست بن گئے اور دنیا دارانہ زندگی اختیار کر گئے۔ بلکہ انہوں نے اپنی حیات طیبہ میں اُسی فقر کو اپنایا جس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے اور جس فقر پر حضور پُرنورؐ بار بار فرماتے تھے۔ الفقر فخری مجھے اپنے فقر پر ناز ہے کیوں کہ یہ فقر اضطراری نہیں فقر اختیاری تھا۔

حضرت شیخ کامل علیہ الرحمہ اسی فقر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقر چھُے دوزخس وُرُن ٹھوٗرو
فقر چھُے اَلک تہٕ پلک ژور
فقر چھُے مشک تَے بیٚیہ خوشبوٗے
فقرس پیٹھ یُس روٗدٕے دوٚرو

Marfat.com

تس چھے یتہ کیتھ تہ اوہروے
فقرک مزیس وہ ندس شروپو
سہ رحمت ہنز رحمت وہندے
تس کالک نیول چھہ پگاہ پوپو
سے گو ترتھ بو سپندے
یہ کینژاہ خوداین تہ رسولن دوپو
تہ یمو پول سہ ژاو گرندے

حضرت شیخ کے ان اشلوک سے جہاں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فقر کی کیا قدر و قیمت ہے وہاں یہ تلقین بھی صاف نظر آتی ہے کہ راہ عرفان میں اور زندگی کامیاب منزل تک پہنچنے کی رہنمائی بے داغ اور بے ضرر ہے وہ جناب رسول عربی ؐ کی رہبری و پیشوائی ہے۔

جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے مقدس ساتھیوں نے کس طرح فقیرانہ زندگی گزاری اور اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹ کر خود [illegible] کے باوجود [illegible] صبر و ثبات سے کام لے کر معرفت حق کی [illegible] ابدی [illegible] چاہئے [illegible] ہستیوں کی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے۔ [illegible] حضرت شیخ کامل اور ان کے مقدس ساتھیوں کی زندگیوں کو پہچاننے کی کوشش کی جائے [illegible] معلوم ہوگا کہ یہ سلسلہ [illegible] کا فخر جناب شیخ العالم [illegible] ہے راہبانہ غار نشینی اور دنیا سے کنارہ کشی پر نہیں بلکہ اسوۂ رسول [illegible] کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔

سلسلہ ریشیاں سے تعلق رکھنے والے پاکبازوں کی مقدس زندگیوں سے متاثر ہو کر ابوالفقراء حضرت بابا نصیب الدین غازی علیہ الرحمہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

Marfat.com

روشنائی شمعِ دیں از ریشیاں است
رہ نمائی رہ یقیں از ریشیاں است
دل نوازی مردم اہل نیاز
از صفائی باطنی دل از ریشیاں است
برجہائے قلعۂ کشمیر را
استوار از بارگاہی ریشیاں است
ریشی یعنی درمند ہر زماں
آرزوی ہر زماں از ریشیاں است
ریشی یعنی خرقۂ تقویٰ لباس
خرقۂ تقویٰ لباس ریشیاں است
ریشی یعنی صوفی صفوت نشاں
صوفی صاف نشاں از ریشیاں است
من کہ اونعت و پاکی ریشیاں
پاکی عالم زحب ریشیاں است

نورنامہ

از بابا نصیب الدین غازی علیہ الرحمہ

بابا داؤد مشکوتی ان لفظوں میں ریشیت کی تعریف کرتے ہیں۔

اعلم ان الریشی المتاخر الزہاد العباد یغیب عن جمیع الاشیاء ظاہرا و باطنا حتی عن نفسہ و صفاتہا المذکورۃ ثم یستغرق فی التوحید و قول الجنید قدس سرہ التوحید معنی یضمحل فیہ الرسوم و یندرج فیہ العلوم یکون اللہ کما بہ من فالریشی کذالک من اللہ تعالی

Marfat.com

مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی تَحْفَۃً تَفَرَّدَہٗ وَاِمْحَا مَنْ تَجَرَّدَہٗ

حضرت بابا داؤد مشکواتی اسی عبارت میں آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ دراصل ریشی کا لفظ ریشیان [illegible] اپنے لئے پسند کیا ہے کہ یہ لفظ خداوند کریم نے قرآن پاک میں استعمال فرمایا ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ

اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔

اعراف

حضرت بابا داؤد مشکواتی فرماتے ہیں کہ ریش کا لفظ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ریشیوں کو دل محبوب کے عشق سے مجروح ہوتا ہے اور یہ فارسی لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ریشی وہ [illegible] خداوند کریم کے خوف و عشق سے لرزاں و ترساں ہوتا ہے۔

[illegible] ریشیت ایسی تقویٰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

اَنِس اَتھ دول پاے کیُتھ سیز رکھ
یامَت نہٕ وِزٕ رکھ پیر نِز جاے

ان اشلوک میں دیکھئے کس طرح ہمارے پیر و مُرشد زندگی کے تمام معاملات میں جنابِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چہار یارانِ باصفا رضوانِ اللہ تعالیٰ علیہم کو رہبر بنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اپنی ساری زندگی انہی مقدس نورانی ہستیوں پر قربان کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

آگے چل کر اور بھی صاف تر اور واضح تر لفظوں میں کس شوق و محبت سے جنابِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پٲری پٲری لگی زِ ہا تَس پیغمبرس
یَس سٕنٛدس دورس رَحمَت چھَہ جٲری
کٲلی ییٚلہ ہَکھ لگہِ روزِ محشرس
تَسی کُن اُمید وار آسَن سٲری
حضرت صدیقؓ تس دُرٕ دانس
یُس اول صاحبنؐ ہیٚوت پانس سٕتی
عمر خطابسؓ تس پہلوانس
یٚمی جنگ کوٚر شیطانس سٕتی
حضرت عثمانسؓ اِن عضانس
یٚمی کتھٕ کرہِ فُرقانس سٕتی
حضرت شاہسؓ شیر یزدانس
یٚمی ژوٚٹ کھیٚیہِ مہمانس سٕتی
رسوٗل خوٗدایس شاہ سُلطانس

Marfat.com

یُس اُمّت پَننۍ ہیٚیہِ پانَس سیٚتی

ایک صاحبِ نظر کے واسطے یہ عشق و محبت اور تعظیم و تکریم سے بھرے ہوئے اشلوک یہ جاننے کے لئے کافی ہیں کہ جناب شیخ نورالدین علیہ الرحمہ نے اپنی صوفیانہ اور خدا پرستانہ زندگی کس طرح اور کن کی تقلید میں گزاری اور یہ کہ وہ دوسرے سیارے جو اس نظام شمسی کے گرد گردش کرتے تھے اور جن کی حضرت شیخ کامل سے روحانی وابستگی سے ایک سلسلہ وجود میں آیا جسے سلسلۂ ریشیہ کہا جاتا ہے کس سنت کی اتباع میں معرفت خداوندی حاصل کرتے رہے اور دوسروں کی رہنمائی کرتے رہے۔

حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب دستور السالکین میں اس لئے سلسلۂ ریشیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

در کشمیر گروہی است از زاہدان کہ ایشیا و ریشی می گویند و مقتدای ایشان حضرت شیخ نورالدین ریشی بود کہ در قریۂ چرار آسودہ است

در مخالفت نفس بکم خوارگی و بیداری و ذکر و فکر و کم آزاری اہتمام تمام داشت و در عبادت اقتدا بامام ابو حنیفہؒ میکرد۔

بہر حال

حُسنُک واحدٌ و نمبار اُتنا شتی

سلسلۂ نقشبندیہ ہو یا کبرویہ۔ سہروردیہ ہو یا اویسیہ۔ ریشیہ ہو یا قادریہ یا کوئی سلسلہ ہو۔ ان سلاسل کے وجود میں آنے کا مقصد اور ان کی غایت ایک ہی ہے اور وہ ہے معرفت ذات اور تمام سلاسل کا رہنما ایک ہی ہے اور وہ ہیں سید العارفین امام الاولین والآخرین جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے تمام عارفوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید [illegible] نخواہد رسید

Marfat.com

○ بی۔این۔پاسرمو

شیومت اور ریشیت

عام طور پر ریشیت ایک طرزِ زندگی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور شیومت غور و فکر کا ایک خاص انداز نیز ایک فلسفۂ حیات و کائنات کو کہتے ہیں ۔۔۔ رشی[1] سنسکرت کا ایک لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں پاک دعائیہ۔ نعت یا نظم کا گانے والا۔ مصدر رِش ایک اور مصدر درِش جسکے معنی ہیں "دیکھنا" سے ملتا ہے۔ رشی اُس مردِ کامل کو کہتے ہیں جسکی چشمِ باطن ظاہری دیواروں کو پھاند کر مادی ماحول سے پرے اسرارِ حق سے واقف ہوتی ہے اور جو لامنتہا کے چشمۂ نور سے فیض حاصل کر کے خدا کی حمد و ثنا کے الہامی گیت گاتا ہے۔ رشی انفرادی یا اجتماعی طور پر دیوتاؤں سے مخاطب ہو کر صنفِ شعر سے مسرور ہوتا ہے۔ ایسے رشیوں میں زمانۂ سلف کے رشی کُتسا۔ اتری۔ بھرگو۔ آگستیہ۔ کُشکا اور وشِشٹھ گنے جاتے ہیں۔ بعد کی نسلوں میں رشی قبیلے کے دانشمند منزار۔ راہبر اور عقل و فراست کے منبع کے ساتھ منسوب ہوتا رہا ہے۔ تلمیحی لحاظ سے رشی عام آدمی، دیوتا اور اسُر سے الگ گنا جاتا تھا۔ ایسا مانا گیا ہے کہ الہامی کتابیں وید۔ رشیوں کے ہی دماغ میں عالمِ غیب سے اُتر آئیں اور وہی انکے مصنف ہیں۔ ویدوں کے متبرک شلوکوں کو رشی بانی بھی کہتے ہیں۔ برہمن جو ہندوؤں کی متبرک کتابیں ہیں اور ویدوں کا حصہ ہیں۔

---

[1] SANSKRIT – ENGLISH DICTIONARY BY SIR MONIER WILLIAMS.

Marfat.com

ان میں سپت ریشی یعنی سات ریشیوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ سات ریشی ہیں: گوتم، باردواج، وشوامتر، جسداگنی، وشِشٹھ، کشیپ اور اتری۔ علاوہ ازیں تین ریشیوں کے نام بھی اس طرح [illegible] ہیں: دکھشا، بھرگو اور نارد۔ کل ملا کر دس ریشیوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ ماریچی ریشی، اتری، انگی رس، پُلاہا اور وشِشٹھ وغیرہ پرجاپتی یا قبیلے کے بزرگ سردار بھی مانے جاتے تھے۔

زمانۂ وسطیٰ میں ریشی ایسے شخص کو کہتے تھے جو پرہیزگار، متقی، تارک الدنیا، علم لدنّی سے آگاہ۔ خُدا پرست اور کشف و کرامات میں کامل ہو۔ انکے سات درجے یا اقسام بتائے جاتے ہیں۔ دیو ریشی، برہم ریشی، راج ریشی، مہاریشی، پرامریشی، شروتہ ریشی اور کند ریشی۔ راجے، مہاراجے اور عوام ریشیوں کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور سماج میں انکا درجہ بہت اونچا سمجھا جاتا تھا۔ ریشیوں کے آشیرباد یا سراپ یعنی بددعا سے متعلق بہت انت وارتائیں (MYTHICAL STORIES) روایتی طور ابھی موجود ہیں۔ اکثر ریشی دنیاوی جھنجھٹ سے دُور جنگلوں اور گپھاؤں میں گوشہ نشینی اختیار کرتے تھے۔ تپسیا اور ذات حق کی عبارت میں منہمک رہتے علم معرفت کی کتابیں لکھتے اور لوگوں کو فیضان پہنچاتے تھے۔ شریمد بھگوت گیتا، رامائن، اور چھ درشنوں کے مصنف ویاس ریشی، والمیک ریشی، گوتم، کپل، پاتنجلی وغیرہ بتائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ ہندوستان میں زمانۂ قدیم سے ہی ریشیوں کا ایک سلسلہ چلتا آیا ہے۔ اور ان گنت ایسے ریشی ہیں جنکے نام تواریخ کے اوراق میں درج نہیں ہیں۔ اور شاستروں کے گہرے تخیل ان کے ذریعے ہی معرض وجود میں آئے ہیں۔

کشمیر بھی ابتدا سے ہی ریشیوں کا گہوارہ رہا ہے۔ اور خود اس سرزمین جنت نظیر کی [illegible] تسمیہ بھی ایک ریشی سے منسوب ہے۔ کہتے ہیں ستی سر سے پانی [illegible] انسانی آبادی کا آغاز کشیپ ریشی سے ہی ہوا۔ اور اس وادی کا کشیپ مر نام پڑا۔ اور وہی ریشی درحقیقت موجودہ کشمیریوں کے بابا آدم ہیں۔ کشمیر کے شیو شاستر بھی ریشیوں اور مُنیوں کے الہامی 'واک' مانے گئے ہیں۔ تنتر الوک میں درج ہے کہ کلجگ کے اثر سے ریشیوں کا [illegible]

[illegible] SHAIVAISM BY J.C. CHATTERJEE. PP. 5,7.
([illegible] PUBLICATION DEPTT. SRINAGAR 1962).

Marfat.com

دنیا عدم معرفت کی وجہ سے لاعلمی اور جہالت کی تاریکی کے لپیٹ میں آگئی۔ اور بالآخر دُرواسا رشی کو وحی سے شِو بھگوان کا ارشاد ہوا کہ وہ کشمیر شیومت (ترکا) کا پھر سے پرچار کریں۔ اس شاستر کے تین حصے ہیں۔ (۱) آگم (یعنی ابدی) (۲) سپند شاستر اور (۳) پریتہ بھیجنا شاستر آگم شاستر تو الہامی شاستر مانے جاتے ہیں اور انکے مُصنّف نامعلوم ہیں۔ ان میں مالنی وجیا وگنیانہ بھیرو، ماتنگا، مرگیندرا، رُودریا ملہ وغیرہ بتائے جاتے ہیں۔ ان شاستروں میں سب سے برتر شیو سوتر ہیں۔ جن میں ذاتِ حق کی واحدانیت کا سبق سکھایا گیا ہے۔

ایسا مانا جاتا ہے کہ آٹھویں صدی کے اختتام اور نویں کے آغاز میں کشمیری شیومت کا پرچار واسو گپت رشی نے کیا۔ انہوں نے ہی شیو سوتر کے الہامی ظہور کو کتابی شکل میں پیش کیا۔ سپند شاستر کی پہلی کتاب سپند سوتر یا سپند کارِکا جو شیو سوتر کی شرح ہے خود واسو گپت یا ان کے شاگرد اور پیر بھٹ کلٹ کی لکھی ہوئی مانی جاتی ہے۔ پریتہ بھیجنا شاستر کشمیری شیومت کا فلسفہ ہے۔ اس فلسفہ کی ایک کتاب کا نام شیو درشٹی ہے اور اسکا مُصنّف سومانند ہوا ہے۔ دوسری کتاب ایشور پریتہ بھیجنا سومانند کے مشہور شاگرد اُتپل آچاریہ نے لکھی ہے اور یہ منظوم ہے۔ پریتہ بھیجنیا فلسفہ کی کئی ایک شرحیں ہیں۔ پریتہ بھیجنیا ومرشنی اور پریتہ بھیجنیا وورتی ومرشنی دونوں ابھنو گپت کی لکھی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے شیو فلاسفی پر ایک مشہور کتاب تنترالوک لکھی ہے جس میں اس مت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر ہم ابھنو گپت اور ان کے متقدمین شیو فلاسفی کے تشریح کاروں کو رشی نام سے پکاریں تو بے جا نہ ہوگا۔ ابھنو گپت قدیم رشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور کہاوت ہے کہ آخر کار اپنے بارہ سو چیلوں سمیت بیروہ کی ایک غار میں وحدۃ الوجود کا ترانہ گاتے ہوئے داخل ہوئے اور اس طرح دنیا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے۔

چودھویں صدی کے شروع لگ بھگ ۱۳۲۰ء میں ڈولچو نامی ایک منگول نے کشمیر پر حملہ کیا۔[1] اس حملے میں یہاں کی بیشتر آبادی تہہ تیغ ہوئی۔ مکانات اور اناج کے

I. RAJA TARANGINI BY PROF. S.K. KOUL.

Marfat.com

کوٹھہار نذر آتش ہوئے۔ غرضیکہ آٹھ مہینے تک قیامت کا سماں طاری رہا۔ اور اس کے اثرات دُور رس اور شدید نکلے۔ معلوم نہیں غار نشین ریشیوں کا کیا حشر ہوا۔ تاریخی ذرایع سے کسی ریشی یا منی کا ذکر نہیں ملتا۔ ۱۳۷۷ء میں شیخ العالم شیخ نورالدین نورانی پیدا ہوئے۔ اُنکے کلام میں زمانۂ ماقبل کے چند ایک ریشیوں کا حوالہ ملتا ہے۔ کہتے ہیں:

اوّل ریشی احمد ریشی
دوئیم حضرت اویس آو
ترئیم ریشی زلکا ریشی
ژوریم حضرت میران آو
پونژیم ریشی رمہ ریشی
شئیم حضرت پلاس آو
ستوس [illegible] دشنا ہشی
بہ کس ریشی مئے کیاہ ناو

پہلا ریشی احمد ریشی آیا اور دوسرا ریشی حضرت اویس تھا۔ تیسرا زلکا ریشی تھا اور چوتھا حضرت میران۔ پانچواں ریشی حضرت رمہ ریشی ہوا ہے اور چھٹا حضرت پلاس ریشی تھا۔ ساتویں ریشی کو ریشیوں کے زمانے سے چکچاتے ہیں۔ میں کونسا ریشی ہوں اور کیا نام کیا ہے؟ ان ریشیوں کے بارے میں قطعی اور حتمی رائے قائم کرنا کہ یہ کشمیری تھے یا بیرون ملک کے ریشیوں اور خدا دوست شخصیتوں کی طرف اشارہ ہے نہ مشکل ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل شکوکوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ماسوائے احمد ریشی اور اویس ریشی دیگر ریشی کشمیری ہی تھے۔ شیخ العالم کہتے ہیں ؎

تمی ڈنڈک ونکی زلکا ریشی
ڈیشھ چھلہ کرہ ن سوہ

Marfat.com

پوہ ختہ بھگت اوس مکت سے
تتھی منے ور دِتو دِوِ

زُلکا ریشی ڈنڈک وَن میں رہتا تھا۔ (ڈنڈک وَن علاقہ جموں میں ایک جنگل کا پُرانا نام ہے[1] (یاد رہے اتر پردیش میں ایودھیا کے علاقے میں بھی پراچین ڈنڈک وَن کا جنگل ہوا کرتا تھا جہاں رامچندر جی بن باس کے دوران رہتے تھے۔ کشمیری ڈنڈک وَن بجائے خود ایک الگ جگہ ہے) زُلکا ریشی ڈنڈک وَن میں رہ کر صرف جنگلی جڑی بوٹیوں اور پھل کھا کر گذارہ کرتا تھا۔ وہ پکا بھگت یعنی خدا دوست تھا اور نجات حاصل کر چکا تھا۔ شیخ العالم خدا سے دعا ہیں کہ انکو بھی ایسا ہی وردان ملتا۔ ایک اور "شرُک" میں کہتے ہیں۔

رِیشی وَنِکو میران رِیشی
ژُندرِ ساسَس اَن جل چوِ
اوِ دِیہِ ہیوَت آکاش گوَرے
تتھی منے ور دِتو دِوِ

میران ریشی رِیشی وَن جنگل میں رہتا تھا۔ (کہتے ہیں یہ صفاپور کے پاس پہاڑی پر ایک جنگل کا نام تھا) ایک ہزار چاند کے (مہینے) یعنی لگ بھگ ۸۳ برس زندہ رہا (تپسیا اور ریاضت) کی بدولت خدا کے نور سے بھرپور رحمتِ حق ہوا۔ میرے معبود مجھے بھی ایسا ہی وردان عطا کر۔

رُمہ ریشی اپنی لمبی عمر کی وجہ سے آج تک زبان زدِ عام ہے۔ کچھ لوگ رُمہ ریشی کو خواجہ خضر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت پلاس سے اشارہ ہے پلاس من ریشی کیطرف بابا[2] نصیب الدین غازی اپنے نورنامہ میں تین بھائیوں خلاص من ریشی، پلاس من ریشی اور

---

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر حسن۔ صفحہ ۱۰۷ (ایڈیشن جنوری ۱۹۶۱ء)۔

[2] تذکرہ اولیائے کشمیر حسن صفحہ ۱۰۸۔ [3] نورنامہ بابا نصیب الدین غازی۔ صفحہ ۱۱۴

Marfat.com

یاسمن ریشی کا ذکر کرتے ہیں۔ جو شیخ العالم کے وقت سے بہت پہلے کشمیر میں رہتے تھے۔ اور کاسنی اور اتپل ساکھ کھا کر جنگل کی خلوت میں عبادت کرتے تھے۔ یاسمن[1] ریشی کے ساتھ حضرت شیخ کی ولادت کا معجزہ بھی وابستہ کیا گیا ہے۔

بہرحال ان باتوں سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ریشیوں کا سلسلہ کشمیر میں پرانے زمانے سے چلتا آیا ہے۔ شیخ العالمؒ اسی روایت کے مطابق غار نشین ہوئے۔ اور عبادت و ریاضت میں برسوں محو رہے۔ حد درجے کی نفس کشی۔ خواہشات جسمانی نیز حواس خمسہ پر مکمل قابو، کام، کرودھ، لوبھ، موہ پر ضبط، تن آسانی اور تن پروری سے پرہیز۔ یہ ہیں انکی ریشیت کی چند خاصیتیں۔ کہتے ہیں ۳۶ برس کسی قسم کا اناج تناول نہیں کیا۔ صرف کاسنی اور اتپل ساکھ ابال کر کھاتے تھے۔ کچھ وقت ایک کاسہ دودھ پر گذارہ کرتے رہے حبس نفس اور ذکر حق میں رات دن گذارتے اور منازل معرفت طے کرتے رہے۔ دنیاوی مال و متاع۔ جاہ و حشمت کو فانی سمجھ کر ان سے گریز کرتے۔ ایک اونی خرقہ "پھرن" پہنتے۔ اپنے مریدوں اور لوگوں کو عذاب قبر اور عذاب محشر کی یاد دلاتے۔ نیک راستے پر چلنے کی تلقین کرتے۔ خدا دوستی اور حق شناسی کا درس دیتے۔ گناہوں سے پرہیز اور نار جہنم سے بچنے کی ترکیب سکھاتے۔ سماجی برابری اور انسانی اخوت پر زور دیتے۔ قول و فعل سے کسی جاندار کو اذیت پہنچانا گناہ سمجھتے تھے۔ جو تعلیم دوسروں کو دیتے اس پر پہلے خود عمل کرتے۔ حلال و حرام کا خیال اس قدر گہرا تھا کہ انہوں نے ایک گائے کا دودھ پینے سے قطعی انکار کیا کیونکہ اس گائے نے غیر کے کھیت میں جا کر پیٹ بھر لیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گھاس کاٹنے والی لڑکیوں کو تنبیہ کی کہ خواہ مخواہ ہرے گھاس کو کیوں کاٹتی ہو۔ اہنسا یعنی عدم تشدد کا اس قدر خیال تھا کہ جب بھنی ہوئی چھینوں کی خوشبو [illegible] دہکتی ہوئی لکڑی منہ میں ڈال دی اور اپنے آپ کو [illegible] زندگی [illegible]

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر [illegible] ص ۱۱۴

Marfat.com

حال میں عمل ارتقاء جاری رہا۔ یہاں تک کہ وقت آنے پر انہوں نے اُس روحانی حقیقت کا ذاتی تجربہ (انوبھو) کیا جو ایک سادھو، سنت، فقیر، درویش یا صوفی کا نصب العین ہوتا ہے، کہتے ہیں :

لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ صحیح کوٗرُم
وحی کوٗرُم پَنُن پان
ووٗجوٗد ترٛاوِتھ موٗجود سوٗرُم
ادٕ بہٕ ووتُس لامکان

میں نے ذاتی تجربہ کیا کہ خدا واحد و لاشریک ہے۔ (یہ مقام مجھے تب حاصل ہوا جب) میں نے اپنے آپ کو جلا کر راکھ بنایا۔ ظاہری دنیا کو چھوڑ کر دائم الابد حقیقت کا ذکر کرتا رہا۔ تبھی تو میں پہنچا۔ یعنی وہ حال تصوف اور مقام حق جو زمان و مکان کی بندشوں بالاتر ہے۔

یہ ایسا روحانی تجربہ ہے جسکا اندازہ صرف معرفت کی منزل پر پہنچا ہوا خدا دوست رشی ہی کر سکتا ہے۔ اسی موضوع سے متعلق ایک اور 'شلوک' یہ ہے ؎

وٕن گاشس ڈیوٗنٹھُم ونہ کتھ گٹہ
ببرِ لنگس دپہٕ سوٗیہٕ کاٹھ
دِلُک درَوازٕ کیتھ مالِہ وَٹہٕ
سوٗنس کیتھ دمہٕ کاژُک واٹھ
خوٗداے ڈیوٗنٹھُم کُس مالہٕ کھٹہ
جانَس سیتی چھُم جان سنگاٹھ

اب میں نے روشنی دیکھی اسے اندھیرا کیسے کہوں۔ ریحان کو "بچھو بوٹی" کیسے کہوں۔ دل کے دروازہ کو کیسے بند کروں۔ اور سونے کو کانچ سے جوڑ دوں۔ میں نے خدا کو دیکھا ہے۔ یہ حقیقت کیسے چھپائے رکھوں۔ میری روح خدا کے ساتھ مل کر ایک ہو گئی۔

Marfat.com

اور دو شلوک اس طرح ہیں :

دوٚیت ترأوِتھ پان یُس مندے[1]
سُے زوٚن سمسارس کندے زاد
پرتہٕ پان یُس ہیوٚہی دیٚندے
سُے بوٚوِ سندے ترِتھ آو

روئی چھوڑ کر جو اپنے آپ کو ہی پانے کی کوشش کرے۔ وہی اصلی معنوں میں اس دنیا میں پیدا ہوا۔ جو شخص اپنے آپ کو اور غیر کو ایک جیسا سمجھ لے وہی بندہ دنیاوی سمندر کو پار کر گیا۔

پانی پانس پاپ نیواری
پُس نُندٕ سنزُن دوٚپ ہیٚیے
دوی وُستھ چھُے تارہ ترُن
اکھ کارن تہٕ بیٚیہِ کریٚی

جو شخص نُندہ سنز کے بتائے ہوئے راستے پر چلے وہ اپنے گناہوں سے آپ چھٹکارا حاصل کرے گا۔ راستہ یہ ہے کہ عمل کی وجہ اور عمل میں دوہرا پن چھوڑ کر [illegible] یہی حصولِ معرفت کا واحد راستہ ہے۔

ان دو شلوکوں میں شیومت کا جوہر مضمر ہے۔ شیو فلسفہ کی رُو سے اصل کُل کائنات واحد ذاتِ حق ہے۔ جسکو شیومت ماننے والے TRANSCENDENTAL SIVA یعنی وہ حقیقت جو صفات تو درکنار تصور سے بھی بالاتر ہے۔ یہی ذاتِ حق اپنی مرضی سے خود اختیار ہونے کے ناطے اپنی طاقتِ ازلی (S'AKTI) سے روحِ کائنات بن کر ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور جاندار اور بے جان مخلوق کی شکل اختیار کرتی ہے۔ جسکو شیو کا جلاؤ (IMMANENT S'IVA) کہتے ہیں۔ اور اس طرح ہر شے میں ایک مادی ذرے سے لے کر

[1] دوہ وترأوِتھ پوٚنی یُس مندے سُے سمسارس کندے زاد
(مرتب)

Marfat.com

پیکرِ انسان تک جو وجود میں آتی ہے خود ذاتِ حق موجود ہوتی ہے۔ جسکو ہم انسانی روح بھی
کہتے ہیں اور رازِ زندگی (LIFE FORCE) بھی اس عقیدے کے مطابق انسانی روح اور
روحِ کائنات ایک ہی لافانی ذات ہے۔ عالم غیب اور عالم وجود کی روح رواں ایک ہی ذاتِ
پاک ہے۔ جس میں کوئی اور جزو تحلیل نہیں ہے۔ یہ ذات ابدی ہے اور دو مخالف حرکتوں کا تقاضہ
کرتی رہتی ہے۔ ایک قدرتی حرکت سے اپنی ہی تجسّی سے پھیل جاتی ہے اور دوسری حرکت سے
ہزاروں کیا لاکھوں سالوں (کلپوں) کے بعد پھر سمٹتی ہے۔ اور ظاہری ہستی۔ ظہور سے
پرے ہستی میں مدغم ہوتی ہے۔ اس حالت کو پرلئے کہتے ہیں۔ اس فلسفہ کا نچوڑ یہ ہے کہ خدا
واحد اور لاشریک ہے۔ ہر چیز میں آتما کا جوہر (ESSENCE) موجود ہے۔ کائنات پر
کا اپنا ہی پھیلاؤ ہے یہ فلسفہ ہے وحدت (ADVOIT OR NON-DUALISM)
کا اور اسکی رُو سے دوئی یعنی خدا اور بندہ۔ خالق اور مخلوق کا تخیل ختم ہوتا ہے۔ اور چونکہ
ہر شے میں ذاتِ حق موجود ہے۔ اس لئے اپنے اور غیر میں بنیادی فرق نہیں۔ ایک شیوی فلاسفر
اصولاً وحدت الوجود کا قائل ہے۔ اور شیوی سادھو روحانی ارتقاء کے عمل سے تپسیا
ریاضت سے کام، کرودھ، لوبھ، موہ اور حواس خمسہ پر ضبط سے، بے لگاؤ زندگی
اور اپنے مُرشد کے بتائے راستے پر چل کر حبسِ نفس اور ذکرِ حق کی محنت شاقہ سے اپنی
یعنی ذاتِ حق کی پہچان کرتا ہے۔ اور آتما کو پرماتما میں مدغم کرنے کی کوشش میں لگا رہتا
ہے۔ اس طرح من و تو، اپنا اور پرایا کا فرق مٹ جاتا ہے۔ شیو یوگی ذاتِ حق کے نور سے
منور ہو جاتا ہے۔ ایک روحانی کیفیت کا تجربہ کرتا ہے اس حال کو سمادھی کہتے ہیں۔
کا مقصد جینے اور مرنے کے چکر سے نجات یا مکتی حاصل کرنا ہے۔ اور اس عمل (PROCESS)
پہلا مرحلہ ہے ذہن سے دوئی کا خیال مٹانا۔ حضرت شیخ العالم نے بھی اپنے شلوکوں
اس کا ذکر کیا ہے۔ اور دوئی سے چھٹکارا پانا نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، کہتے ہیں

پرتہ پان یس ہیوہے وینڈے سے بودھ سینڈے ترآدھ آو

Marfat.com

یہی عقیدہ شیومت اور ریشیت کا سنگم ہے۔ اور یہی تصور دونوں کا سنگِ بنیاد ہے۔ یہاں مُراد اُس ریشیت سے ہے جسکے بانی حضرت شیخ نورالدین ولیؒ ہوئے ہیں۔ اور جو سلسلہ ریشیاں انکی حیاتِ پاک سے وادی کشمیر میں شروع ہوا۔ اس سلسلہ کے چند ریشیوں کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں:۔

بابا بام الدین، بابا نصرالدین، حضرت شیخ زین الدین (زینہ ریشی)، بابا لطیف الدین ریشی، بابا قیام الدین ریشی، لچھم ریشی، بابا قطب الدین ریشی، روپہ ریشی، بابا ہردے ریشی، بابا دریا ریشی، زدگی ریشی وغیرہ۔ ان ریشیوں کی سوانح عمری اس بات کی عملی شہادت ہے کہ یہ معمولوں کی زندگی سے کنارہ کش ہوکر جنگلوں، گپھاؤں، درختوں کی کھوکھوں میں رہتے۔ نفس کشی اور مسکینی انکا شیوۂ زندگی ہوتا تھا۔ ازدواجی زندگی سے پرہیز کرکے تنہائی میں رہتے تھے۔ اکثر انکے ساتھ چند مُرید انکی خدمت میں حاضر رہتے۔ طریقت کے راستے پر گامزن ہوتے۔ عشق الٰہی میں مست و سرشار رہتے۔ دن کو روزہ رکھتے اور افطار چلو بھر پانی سے کرتے اور نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے۔ گوشت، مچھلی وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔ جنگل کی جڑی بوٹی اور پھل وغیرہ پر گذارہ کرتے۔ سلوک اور معرفت میں کامیابی حاصل کرنے میں کوشاں رہتے اور ہر سانس کے ساتھ ذکرِ خدا میں مصروف رہتے تھے۔[1] بابا داؤد خاکی، بابا ہردے ریشی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہیں جنوں، انسانوں، فرشتوں، چشموں اور پہاڑوں کی روحوں کا کشف حاصل تھا۔ قناعت ریشیوں کا شیوہ تھا۔ کچھ ریشی کھیتی باڑی کرکے اپنی روزی کماتے تھے۔ اور کئی ایک ریشی شہود، قرب، دیدار اور وصال جو تصوف کے مقام ہیں طے کرپاتے تھے۔ وصال اور دوئی کا خاتمہ لازم و ملزوم ہیں۔ خود ہی ساجد اور خود ہی مسجود، عاشق اور معشوق کا الگ الگ تصور مٹ جاتا ہے۔ حقیقی رنگ میں خدائی ہی خدائی ہے۔ یہی عقیدہ شیومت کی بھی بنیاد ہے۔ انوبھو کرنے والا فرد، انوبھو کرنے کا عمل اور جس شے کا انوبھو (تجربہ) کیا جائے۔ یہ سب شیو کی ذات میں

---

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر از حسن، جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶

Marfat.com

اس ضمن میں شیخ العالم کہتے ہیں ۔ ؎

یخ تُلکتُر تہٕ شین
بیوٚن بیوٚن پاوٕ کرٕی آشین
یا متھ کھوٚتکھ پوٗرٕ کِن رَو
تا متھ تِمن ترٛن اَکُے گوٗو

منجمد برف ۔ منجمد پانی اور تازہ برف تینوں خدا تعالےٰ نے پیدا کی ہیں ۔ اور ظاہر
نظر میں الگ الگ دکھائی دیتے ہیں ۔ جونہی مشرق سے سورج چڑھتا ہے تینوں ایک ہی شے
یعنی پانی میں بدل جاتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جب گیان یعنی معرفت کا سورج انسانی دل و دما
میں چمک اٹھتا ہے تو ہر چیز میں ذاتِ حق دکھائی دیتی ہے اور دوئی اور ظاہری تفاوت ختم ہو
ہے ۔ وحدت الوجود جس پر شیومت کی مِنار اساس ہے کا اظہار حضرت شیخ العالم بھی یوں کرتے

؎ پانَے پُج تہٕ پانَے شیٚرٕ اکھ
پانَے پانس اِوان گرٛ اکھ
یُسے تتِ سُے چھُے یتی
سُے چھُے پرٛتھ شایہ رٛٹِتھ مکان
سُے چھُے پیادٕ سُے چھُے رٛتھی
سُے چھُے سوٗرے گُپِتھ پانَے

خود ہی قصاب اور خود ہی چھُری ۔ خود ہی دُکاندار اور خود ہی خریدار
یہاں عالمِ وجود میں ہے وہی لامکان میں دایم الموجود ہے ۔ وہی ذاتِ حق ہر شے میں ہے
وہی پیادہ اور وہی رتھ گاڑی میں سوار ، اور وہی بعید النظر راز کے پردے میں پنہاں ۔
شیومت سے متعلق شری جگدیش چندر چٹرجی لکھتے ہیں ۔

"THIS CHAITANY OR PARAMA SHIVA IS THE REALITY

Marfat.com

WHICH UNDERLIES, AS ITS INNERMOST AND TRUE SELF, NOT ONLY EVERY EXPERIENCING BEING BUT ALSO EVERY-THING ELSE IN THE UNIVERSE, BOTH SEPARATELY, I.E. INDIVIDUALLY, AS WELL AS A TOTALITY, i.e. AS THE ENTIRE UNIVERSE AS A WHOLE.

AS THE UNDERLYING REALITY IN EVERY THING AND BEING IN THE UNIVERSE, PARAMA SHIVA IS ONE AND THE SAME IN THEM ALL ....."[1]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

ور پھیلا ہوا ہے۔

اس طرح واضح ہوتا ہے کہ ریشیت اور شیومت ان علمی تفکر و تخیل اور علمی زندگی کی بنیاد پر محکم ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ اور اگر کہیں کہ عقیدت کے ایک ہی دھاگے میں منسلک ہیں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ پھر بھی یہ کہنا ضروری بن جاتا ہے کہ شیومت کے پیروکار لازمی طور پر ریشیوں کی طرح گوشۂ تنہائی اختیار کرنا۔ یا انتہائی نفس کشی ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ فرق شیخ العالمؒ اور للہ دید کے دو شلوکوں سے صاف ہوتا ہے جنکا موضوع لگ بھگ ایک ہی ہے۔ شیخ العالمؒ فرماتے ہیں: ؎

کھیمہٕ کھیمہٕ کران یڈ نو آیم
ہی زُو یُتے کھیتہٕ
کأل کھیومُت گژھی ضایہٕ
ہی زُو پایس پیتہٕ

کھا کھا کر میرا پیٹ نہیں بھرا۔ اے مری جان بس اتنا ہی کھالے۔ وقت آنے پر کھایا پیا سب ضایع ہوئے گا۔ اے میری جان صحیح راستہ پہچان لے۔ لل دید جو شیومت کی پیرو تھیں کہتی ہیں: ؎

کھینہٕ کھینہٕ کران کُن نو واتکھ
نہ کھینہٕ گژھک اہنکاری
سوٗمُے کھے مالہٕ سوٗمُے آسنکھ
سمہٕ کھینہٕ مُژرنے برمن تاری

کھا کھا کر کسی منزل پر نہیں پہنچو گے۔ اور نہ کھانے سے مفرور ہو جاؤ گے۔ لہٰذا اے میری جان درمیانہ کھانا کھا، اور درمیانہ کھانا کھانے سے عرفان کے کواڑ کھل جائیں گے۔

مشاہدہ میں آیا ہے کہ کچھ شیومت کے عقیدتمند گوشت، مچھلی وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور

Marfat.com

گرہستی سادھوؤں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور موجودہ زمانے کے ریشی قول و فعل سے اصلی ریشیت سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔

الغرض ریشیت اور شیوست دونوں ہم کو انسانی برادری، اخوت اور بھائی چارے کا سبق سکھاتے ہیں۔

---

(۰) مودت اگرچہ کلام شیخ کا ایک معتد بہ حصہ کا موضوع ہے تاہم اور بھی موضوعات کو انہیں شیخ نے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ مثال کے طور پر احساس گناہ بے علمی کا اندوہ، جدائی کا خوف وغیرہ۔ ان تمام قبیل کے موضوعات سے متعلق متعدد اشعار بے جان اور بے کیف نظر آتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں یہی موضوعات محض ایک تخلیقی لمس پا کر حقیقی فن کی دھڑکن بن جاتے ہیں۔ شاعر کو گھونگے کے مشابہ جانئے۔ جس طرح گھونگا اپنے فلس کا ریلوں (FEELERS) کے ذریعے آس پاس کی چیزوں کو بڑی احتیاط اور نزاکت سے چھو چھو کر دریافت کرتا ہے کچھ اس طرح ایک شاعر الفاظ کو برتنے کا ہنر اور فن [illegible] تجربے کے خدوخال ٹٹول ٹٹول کر دریافت کرتے اور پہچانتے [illegible] کے طور پر دریافت کرتا ہوا [illegible]

Marfat.com

⊙ مُحمّد اسد اللہ

بُدھ مَت اور رِشیَت

ہندوستان کی قدیم تہذیب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی مذہبی اور تواریخی کتابوں میں ریشیوں اور منیوں کا ذکر موجود ہے۔ ریشی کے معنی پاک دُعا حمدیہ نعت یا بھجن گانے والے کے لئے جاتے ہیں اور یہ لفظ ایسے مردِ کامل عارف و عابد کے مُستعمل تھا جس کی چشم باطن میں ساری کائنات کی حقیقت جلوہ نما ہو اور اسرارِ باطنی اور ظاہری عبادت کی بدولت اُسے وہ طاقت حاصل ہوئی ہو جس کے طفیل وہ سرچشمۂ نور سے فیضیاب ہونے کے بعد اُس نور کے لامتناہی اسرار و رموز کو شعری پیکروں میں ڈھال کر الہامی کلام کرے۔ مثلاً پوران جو قدامت کے اعتبار سے کافی اہم ہے میں ریشی کے بارے میں [illegible]

HE WHO HAS ACQUIRED BRAHMAUNANA TRUTHFULNESS, LEARNING, TAPASYA AND KNOWLEDGE OF THE SASTRAS IS A RISHI, WHEN THIS RISHI GOES BACK AND DISSOLVES IN THE HIGHEST UNMANI--FESTED BY BODHIYOG, HE IS CALLED PARMA RISHI, THE GREAT RISHI,[I]

I MATSYA PURAN, EDITED BY JAMNA DAS AKHTUR, PART II CHAPTER 145P- 50-51.

Marfat.com

مزید مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ برہما کے ذہن میں جن رشیوں کا نام آیا ہے وہ
اس طرح ہیں بھارگو، مارچی، اتری، انگرا، پلہ، کرتو، منو، دکش، وشسٹھ اور پلستیہ ایسے
انگرس، برہسپتی، چیون، اتھرا، کیشپ، لرڈس، وشوامتر، بھاردواج، تارد، ناری،
شرنگی، جمداگنی، سرسوتی اور ودوشا، بھتسوڈیش، پرشو اور کوشل نس کے دوسرے کئی
صاحب مرتبہ رشیوں کا تذکرہ بھی مقدس کتابوں میں ملتا ہے۔ سپتہ پوران کے مطابق نامور
رشیوں کا نام یہ ہیں۔ اگستیہ۔ دوھادیوما، اندربا ہو، وے دسوا، منو، راجہ الا، بھاد
کاندرکا، رس سوا، سنکل وغیرہ وغیرہ۔ اور شرتی، اوپنکت، اندریہ، بھوت اور مہا
رشیوں کی پانچ اقسام بھی دی ہوئی ہیں۔

رشیوں کے رہنے سہنے اور خود ان کے بارے میں تحریر ہے کہ "جو لوگ
متشددانہ تہذیب و تمدن سے چھٹے رہے انہوں نے پھل پھول کھا کر اپنی عبادت جاری رکھی
اور ——— یہ لوگ جنگلوں میں جا کر تپسیا کرتے تھے۔ ان کی تپسیا کا مقصد
یہ تھا کہ کسی بھی جاندار کو دکھ نہ دیا جائے اور جہاں سے ہو سکے ہم کو اپنا بنایا جائے۔
یہ لوگ تنہا بھی رہتے تھے اور باجماعت بھی ..... پرشوؤں کی ان جماعتوں میں
پانچ پانچ سو تک افراد ہوا کرتے تھے۔ جنگلوں میں پائے جانے والے کند مول پھل پر
ان کی گزر بسر ہوتی تھی۔ اور خاص خاص موقعوں پر گھی اور کچھ چیزیں کھانے کی
غرض سے وہ دیوں میں جایا کرتے تھے۔ لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان
مطلوبہ چیزیں دیتے تھے۔ لوگوں پر رشیوں منیوں کا بہت اثر تھا۔ ملک میں
انہیں دھرم کا اپدیش نہیں دیتے تھے۔ ان کے ذاتی کردار کے
لحاظ سے ان کو بھی مرتبہ پرشوں پر فائز ہوتے تھے۔

Marfat.com

کو مانتے تھے[1]۔ جنگلوں میں اس قسم کی تپسیا کرنے والے رشیوں کو پرورجک کہتے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تپسوی لوگوں کی جماعتوں میں سے آبادیوں میں گھوم گھوم کر لوگوں کو اپدیش دینے والے الگ الگ شرمن سنگھ نکلے[2]۔

غرض بدھ مت کے معرض وجود میں آنے سے قبل بھی رشی لوگوں کا تذکرہ وافر تعداد میں ملتا ہے ویدک دور کے رشیوں میں رہبانیت کا رجحان کم تھا مگر اپنشدوں کے دور تک رہبانیت اختیار کرنے والے رشیوں کا ایک باقاعدہ فرقہ تیار ہو گیا تھا اور بدھ کے زمانے تک کچھ رشیوں نے باضابطہ آشرم قائم کر لئے تھے جہاں روحانی تبلیغ اور تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن ان تعلیم دینے والے رشیوں اور جنگل میں تپسیا کرنے والے رشیوں میں کافی فرق تھا۔ تعلیم و تبلیغ کرنے والے رشیوں کی جماعتوں کو شرمن سنگھ کہتے تھے۔ بقول دھرمانند کوسمبی "شرمن سماج میں روحانی بیداری پیدا کرنے کے لئے تکلیف برداشت کرتے ہیں شاید انہیں شرمن اسی لئے کہا گیا ہوگا کہ یہ لوگ تپسیا کے ذریعے اپنے جسم کو شرم یا ایذا پہنچاتے تھے لیکن جنگلوں میں رہنے اور تپسیا کرنے والے رشیوں کو شرمن نہیں کہا جاتا تھا۔ حالانکہ وہ بھی تپسیا کے ذریعہ اپنے [illegible] تھے لہٰذا زیادہ [illegible] یہ ہے کہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے خاطر خود تکلیف برداشت کرنے والوں کو ہی شرمن کہا جاتا تھا[3]۔

بدھ کے زمانے تک ایسے شرمن پنتھ یا فرقے باسٹھ تھے اور بدھ کا پرشرمن

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی (مترجم پرکاش پنڈت) ص ۱۰۰

[2] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۰۷

[3] " " " " " " ۱۰۸

Marfat.com

تریسٹھواں[۶۳] تھا۔ لیکن پورن کیپ، بگھلی گوسال، اجیت کیس کنبل، پکدھ کچائن، سنجے بیلٹھ پت اور نگنٹھ ناتھ پت مقتدر اور بزرگ عالموں کی چھ جماعتیں تھیں عوام میں ان کا کافی احترام تھا۔ لوگوں کی فلاح و بہبود کی طرف کم دھیان دیتے تھے اور نجات کا واحد راستہ کڑی ریاضت گردانتے تھے یہی وجہ ہے کہ گوتم بدھ کی جماعت نے "بہو جن ہتایہ بہو جن سکھایہ" بہت سے لوگوں کی فلاح و بہبودی کے لئے بہت سارے لوگوں کے سکھ و آرام کے لئے اپنے نظریہ کے پیش نظر سب جماعتوں پر برتری حاصل کر کے سارے ہندوستان کے لوگوں کو اپنے فلسفہ اور تعلیم سے متاثر کیا اور پھر ہندوستان سے باہر چین، ایران، خراسان، ترکستان، تاتار، منگولیا، افغانستان، سرحد، بلوچستان، غرض دنیا کے بیشتر حصے پر بودھ کا اثر و نفوذ کافی عرصہ تک جاری و ساری رہا کیونکہ گوتم بدھ نے اپنے بھکشوؤں کو یہ اپدیش دیا تھا کہ "فلاح عامہ اور لوگوں کے سکھ کے لئے آپ چاروں مت میں جائیے۔ ایک راستے سے دور مت جائیے"[۱]

بدھ مت اور کشمیر:- عام خیال یہی تھا کہ مہاراجہ اشوک کے عہد (۲۷۳ - ۲۳۲ ق م) میں بدھ مت کشمیر میں آیا مگر اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اشوک سے قبل ہی بدھ مت کشمیر میں پہنچ چکا تھا۔

IT IS COMMONLY BELIEVED THAT BUDDHISM CAME TO KASHMIR IN THE REIGH OF ASHOKA. BUT THAT IS NOT CORRECT. THE NEW FAITH HAS TRAVELLED TO THE HAPPY VALLEY MUCH EARLIER. BUDHISM WAS PREVALENT IN

۱۔ بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۲۶

Marfat.com

KASHMIR IN THE TIME OF THE NATIVE KING SURRENDRA WHO RULED SOME TIME AFTER THE BUDDHA BUT BEFORE ASHOKA.[I]

بدھ مت کی آمد کے بعد کشمیر کافی عرصہ تک اس دھرم کا نہ صرف گہوارہ رہا بلکہ اس کی تبلیغ و ترویج میں بھی اہم حصہ ادا کیا۔ تبت، چین، جاپان، منگولیا اور وسط ایشیاء کے بہت سے حصہ میں بدھ دھرم کا پرچار کشمیر سے ہو کر ہی ہوا ہے۔ سرزمین کشمیر سے ایسے ایسے بودھ عالم اٹھے جنہوں نے نہ صرف کشمیر میں بدھ مت کی تبلیغ کا کام کیا بلکہ بھکشو بن کر چین، جاپان، تبت، ہندوستان، ایران، منگولیا، جاوا، سماٹرا، سمرقند، بخارا، کاشغر، ختن اور بلخ وغیرہ ملکوں میں جا کر وہاں کے لوگوں کو بھی فیض پہنچایا۔

اسلام کی آمد سے قبل یہاں بدھ مت کو سانکھیہ یوگ شکتی ویدانت شیو مت اور وشنو مت کے فلسفوں اور تحریکوں سے دوچار ہونا پڑا جس کی وجہ سے بدھ مت کے پیروکاروں کا دائرہ سمٹنے لگا۔ برہمنوں کی برتری پھر سے ابھرنے لگی بودھوں کے جو شترمن سنگھ وجود میں آئے تھے ان کا اثر کمزور پڑنے لگا۔ بدھ مت کے حامیوں اور رشی خیارت کے لوگوں نے سماجی اور دنیاوی بندھنوں سے الگ تھلگ رہ کر خانقاہوں، کھپاؤں اور جنگلوں میں رہ کر رہبانیت کے طرز کی زندگی گزارنے کی طرف توجہ دینا شروع کی۔

یہ ریشیت کا پس منظر:۔ کشمیر کی تاریخ رشیوں سے ہی شروع ہوتی ہے او

I- BUDDHISM IN KASHMIR AND LADAKH BY J.N. GANHAR AND P.N. GANHAR — PAGE NO: 15.

Marfat.com

مشہور ہے کہ کشپ رشی کے نام سے اس وادی سرووکمن کا نام کشمیر پڑا مگر قبل تاریخ کے رشیوں کا تذکرہ بھی مقدس کتابوں میں ملتا ہے۔ برھمت کے اثر و نفوذ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ ویدانت، ویشنومت، ہنرومت، شیومت غرض ہر مت کے بانی کا رشی کہلاتے رہے۔ اس دور میں وہ رشی بھی تھے جنہوں نے ترک دنیا اور ترک لذات کر کے رہبانی و خانقاہی طرز کی زندگی گزارنے پر زور دیا اور وہ رشی بھی تھے جو عوام کی بہتری اور ان کو دنیوی و دینوی زندگی گزارنے کے گر بھی سکھاتے تھے کشمیر میں بدھ مت کے زوال کی وجہ اس کے متوازی پنپ رہے کنفیوشیوگ، شکھتی، ویشنومت اور شیومت فلسفے ہیں۔" یہ سارے فلسفے بنیادی طور پر الگ الگ فلسفوں کے سکولوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ویدانت اور بھگوت کے اصولوں پر مبنی تھے۔[1]

ان فلسفوں کے وجود میں آنے کے بعد برھمت [illegible] راکھشی کشمیر میں اسلام کا تعارف کبھی طلوع ہوا کشمیر میں [illegible] عرب سے براہ راست نہیں آیا بلکہ حضرت شرف الدین [illegible] وجہ سے کشمیر کے [illegible] وقت یہاں کا بادشاہ رنچن بودھ شہزادہ تبتی تھا اس نے [illegible] سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اس کے بعد حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی یہاں آئے تو اپنے ساتھ سو سادات بھی لائے۔ ظاہر ہے کہ ان سات سو سادات میں سے بہت سے فرد صوفی منش اور آزاد خیال بھی ہوں گے ان لوگوں کے ذریعے تصوف کا رجحان بھی موجود ہوتا جو عرب سے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا ایران [illegible]

---

[1] کاشر اور تاریخ جموں و کشمیر [illegible] تاریخ جموں [illegible]

Marfat.com

تصوف کسے کہتے ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اسلام میں تصوف کی اہمیت کیا ہے؟ یہاں ان سوالات کا جواب دینا موقعیت کا باعث ہوگا۔ مختصراً اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ آنحضور صلعم کے عہد میں ایسے لوگوں کا ایک گروہ تیار ہوا تھا جو دن بھر روزہ رکھتے رات بھر عبادت کرتے اور ازدواجی و دنیاوی کاموں سے کنارہ کشی کرتے اور ترک لذات کا خیال رکھتے تھے مگر آنحضور صلعم نے نہ صرف منع فرمایا بلکہ اپنی مثال دے کر ایک طویل خطبہ دے کر باز رہنے کی تلقین بھی کی یوں تو اسلام میں شریعت سے بڑھ کر تصوف کچھ نہیں ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ رجحان پنپتا گیا اور فقیروں اور درویشوں کی ایک خاص جماعت پیدا ہو گئی جو ہر وقت ذکر خداوندی میں مست رہتی تھی اور ان کی تعداد میں بدستور اضافہ ہوتا گیا لہٰذا یہ لہر عرب سے مصر، ترکستان، شام، عراق اور وہاں سے ایران تک پہنچی پہلا شخص جس کو اسلام کی تاریخ میں "صوفی" کے لفظ سے پکارا گیا غالباً ابو ہاشم الصوفی (۱۵۰ھ) تھے تاہم اس وقت صوفی کے معنی صرف یہ تھے کہ وہ شخص جو زہد و عبادت میں غلو کرے چونکہ یہ لوگ اچھے لباس کو چھوڑ کر صوف (اون) کے معمولی کپڑے اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے اس لئے انہیں صوفی کہا جانے لگا اس کے بعد اس کے قواعد اور اصطلاحات بننے لگے یہاں تک کہ تیسری ہجری میں پہنچ کر تصوف نے اسلامی روحانیات کے ایک باقاعدہ فن کی شکل اختیار کر لی۔ اشراقی فلسفہ، رہبانیت اور ویدانیت میں اس کے لئے کافی مواد تھا ——————

تصوف کا ایک قسم وہ ہے جس کو باطنیت کہا جاتا ہے تیسری صدی ہجری میں مناسب طور پر ایران میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جن کا کہنا تھا "قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور مقصود باطن ہی ہے۔ اس لئے وہ باطنیہ کے نام سے مشہور ہوئے ..... وہ کہتے تھے صوفی لا مذہب لہ (صوفی کا کوئی مذہب نہیں) ..... ان کا عقیدہ

Marfat.com

کہ شریعت کے مکلف عوام ہیں نہ کہ خواص [illegible] وغیرہ

غرض کہ تصوف کا وہ روپ جو کشمیر پہنچا نہ صرف [illegible] سے گزر تھا بلکہ جن [illegible] ممالک سے ہو کر آیا وہاں کے [illegible] کشمیر میں تصوف کی آمد سے قبل خراسان صوفیا کا ایک بہت بڑا مرکز تھا [illegible] ساتھ کشمیر کے تجارتی تعلقات بہت پہلے سے تھے۔ لہٰذا ایران خراسان سے تصوف کا یہ فیض [illegible] جن ملکوں تک پہنچا ان میں کشمیر بھی شامل ہے [illegible] ان علاقوں میں بدھ مت کا بھی اثر رہ چکا تھا [illegible] عمر رکھتے ہیں۔

[illegible] غضب ہے کہ اس کا سرچشمہ اور منبع شہر [illegible] پیروؤں کا اہم ترین [illegible]

[illegible] تصوف [illegible] مختلف رنگوں نے مل کر ایک [illegible] صوفی [illegible]

[illegible] اور [illegible] موجود تھے [illegible] بدھ مت کے پھیلنے [illegible] زوال ہوا تو [illegible] عبادت [illegible] تھے [illegible]

Marfat.com

لکھتا ہے "پرانے زمانے کی باتوں کو جاننے والے لوگ واقف ہیں کہ کشمیر کی آبادی کی ابتداء سے ہی اس بہشت جیسے اطراف میں کلیتاً بت پرست بود و باش رکھتے تھے ان میں ایک خدا پرست جماعت بھی تھی جس کے افراد غاروں گپھاؤں اور جنگلوں کے درختوں کی کھوہوں میں اکیلے اور تنہا بیٹھ کر اپنے پیدا کرنے والے کی بندگی کرتے تھے اور تمام مزیدار خوش ذائقہ چیزوں، نفسانی، جسمانی اور روحانی شہوتوں سے پرہیز کر کے جنگلی کاسنی، جنگلی ساگ (اپتل ساگ) کڑوے میوے اور نہ کھائے جانے والے اناج اور وہ چیزیں ——— جو انسانی جسم کے لیے مفید نہیں کھا کر جان توڑ تپسیا میں مشغول ہوتے تھے سخت تپسیا (ریاضت) اور نفسانی خواہشوں کو مارنے (نفس کشی) سے جو روحانی طاقت ان میں پیدا ہوتی تھی وہ اس درجہ کی ہوتی تھی کہ جو کچھ ان کی زبان سے اچھا یا برا کسی کے حق میں نکلے اسی وقت وہی عمل میں آجاتا"[1] ....

الغرض ان لوگوں کی عبادت، ریاضت اور کڑی تپسیا کا طریقہ گوتم بدھ اور اس سے قبل کے رشی منیوں جیسا تھا۔ اور جب اسلام کی دعوت ان حق شناسوں تک پہنچی تو انہوں نے اس دین کو خوش آمدید کر کے قبول کیا اور اس کے ساتھ آئے ہوئے صوفی ازم کے طور طریقوں کو اپنی ریاضت اور عبادت کے طور طریقوں میں شامل کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں کے ان رشیوں منیوں نے جب اسلام قبول کیا تو اس باہمی ٹکراؤ اور میل ملاپ سے ایک اور دبستان وجود میں آیا جو ریشیت کے نام سے مشہور ہوا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے نام تبدیل کئے اور اپنی عبادات اسلامی طریقے سے کرنے لگے مگر عوام میں اپنے ہی ناموں یا رشی کی نسبت سے ہی مشہور ہوئے۔ ان عارفوں میں للہ عارفہ[2] (لل دید) شیخ العالم شیخ نور الدین نورانی (نندہ ریشی یا سہزانند) بابا بام الدین (بمہ ساد) بابا زین الدین (زینہ شاہ صاب) بابا لطیف الدین (لدی بابہ صاب) بابا نصر الدین (نصر بابہ صاب) یا حضرت شیخ العالم کے وقت سے پہلے کے خلا صمن، پلاسمن اور یاسمن ریشی، رمہ ریشی، زلکا ریشی، لدرمن ریشی، سیران ریشی وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ریشیوں کا نام لیا جا سکتا ہے

---

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر از حسن ص ۱۰۱۔
[2] للہ عارفہ نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا مگر مشہور ہے کہ حضرت امیر کبیرؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا۔

Marfat.com

برسبیل تذکرہ :- قرآن حکیم میں آیا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ [illegible]

ترجمہ :- اور یہ کفار یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر [illegible] معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نازل نہیں کیا گیا (حالانکہ) آپ صرف ڈرانے والے [illegible] اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی [illegible] ہم قاعدہ کلیہ کے مان لیں تو قرآن مجید [illegible] دو آیات بھی [illegible] دعوت فکر دیتی ہیں۔

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٦﴾ [illegible]

ترجمہ :- (اور یہی نعمت) اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو دی کہ یہ سب صابر لوگ تھے اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ وہ صالحین میں سے تھے۔

[illegible] القرآن جلد سوم ص ۸۱ - ۱۸۲

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ [illegible] ﴿٥٤﴾ [illegible]

ترجمہ :- اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل [illegible] لوگوں میں سے تھے

[illegible] القرآن جلد چہارم ص ۳۴۳ - ۳۴۴

[illegible] آیات میں [illegible] صابرین اور نیک لوگوں میں ذوالکفل کا شمار ہوا ہے [illegible] لکھتے ہیں ذوالکفل [illegible] مراد [illegible] اور ثواب آخرت کے لحاظ سے [illegible] دنیوی فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ ان بزرگ کا نام نہیں [illegible]

[illegible] القرآن جلد سوم ص ۸۱

Marfat.com

سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں "آج کس مورخ کے ذخیرہ میں ایسا تیل ہے جس کے چراغ کی روشنی میں کپل وستو کا منی اسی شان میں نظر آئے جیسا کہ وہ واقع میں تھا"[1] کپل وستو کے نوٹ میں لکھتے ہیں "کپل وستو دامن ہمالیہ کے اس شہر کا نام تھا جہاں بدھ پیدا ہوا تھا اور اس کے باپ کا یہی پایہ تخت تھا انبیاء و صالحین کے ذکر میں ایک نام ذوالکفل کا بھی آیا ہے مفسرین کا خیال ہے وفی تسمیۃ ذوالکفل اقوال مضطربۃ لا تصح (روح المعانی ص ۶۷) یعنی ذوالکفل کے نام میں مختلف اقوال ہیں اور ان میں کوئی بات صحیح نہیں ہے کیا اس صورت میں اگر کفل کو کپل کا معرب ٹھہرا کر یہ کہا جائے کہ کپل والا ذوالکفل کے معنی ہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے تو روایۃً اس کے رد کرنے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ مذہبی دنیا کا اتنا عظیم انقلاب وجود جیسا کہ یہ حدیث قرآن میں اگر اس کا ذکر ہوتا کیا تعجب ہے خصوصاً اسلام سے اس کا جو تعلق ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا یہ بات زیادہ ترین قیاس ہے[2] چنانچہ اسی کتاب کے آئندہ صفحات میں مشرقی نقیب یا مہاتما بدھ کی رحمۃ اللعالمین کی نقابت کی ذیلی سرخی قائم کرکے لکھتے ہیں مگر جس طرح مغربی زمینوں کو درست کرنے والے[3] نے اپنا فرض اس طرح ادا کیا دیکھو کہ اس سے پانچسو برس پہلے مشرقی ممالک کو ایک مشرق بنانے والے کے بھی، جس نے دھرم کا نرسنگھا ایران سے چین کی دیواروں تک پھونکا۔ سنو! چلتے ہوئے اس نے دنیا کو کیا وصیت کی؟ اگرچہ بہت کچھ مٹ چکا ہے لیکن مٹنے سے جو چیزیں بچ گئی ہیں اس میں مہاتما بدھ کا آخری فقرہ اب تک زندہ ہے جس کو اپنی زندگی ختم کرتے ہوئے خدا کے اس بندہ نے اپنے شاگرد مندہ کے کان میں اس وقت ڈالا جب اس کی سانس اکھڑ رہی تھی اور اس کا ایک مخلص شاگرد اس کے قدموں کو اپنے آنسوؤں سے یہ کہتے ہوئے دھو رہا تھا۔

---

[1] ۔ النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۱۰
[2] ۔ " " " حاشیہ۔ ص ۱۰
[3] ۔ مغربی زمینوں کو درست کرنے والے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ سید مناظر احسن گیلانی

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

"آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا"

بدھ نے اس کے جواب میں کہا "نندا میں پہلا بودھ نہیں ہوں جو [illegible] پر آیا نہ میں آخری بودھ ہوں اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بودھ آئے گا۔"

مقدس منور القلب عمل میں دانائی سے لبریز مبارک [illegible] کا عدیم النظیر سردار جو غیر قانونی حقائق میں ظاہر کرتا رہا ہوں وہ بھی [illegible] ایک مکمل اور خالص مذہبی نظام زندگی کی میری طرح [illegible] گا۔"

نندا نے کہا اس کو کس طرح پہچانیں گے" [illegible]

وہ میتریا کے نام سے موسوم ہوگا"

۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں الہ آباد کے مشہور [illegible] ایک بدھسٹ کا یہ مضمون صفحہ سات کالم تین میں شائع ہوا تھا [illegible] نامہ نگار مذکور نے لکھا تھا۔

"وہ جس کا نام رحمت ہے"

[illegible]

سارے مغرب کو ایک [illegible] بھی حضرت [illegible] چار سو سال [illegible] اس طرح سے ایک [illegible] ایک مغرب [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ایک دنیا ایک مذہب [illegible] آنحضور کے مشرقی [illegible] آیات میں موجود ہے۔

Marfat.com

مقدمتہ الجیش اور مبشر جاتے ہوئے اپنے جس فرض سے سبکدوش ہوا تھا۔ بجنسہ اسی فرض کو اس نے بھی خوبی کے ساتھ ادا کیا جس کو خواہ دنیا ہی خیال کرتی ہے لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ وہ بھی جہاں کے ابرِ رحمت کے لیے مشرق کے کھیتوں کا تیار کرنے والا تھا اور بلا شبہ چین، ایران، بخارا، خراسان، ترک، تاتار، منگولیا، افغانستان، سرحد، بلوچستان، سندھ اور ہندوستان کے بودھوں نے رحمت کی اس بارش سے جتنا فایدہ اُٹھایا دنیا کی کسی قوم نہیں اُٹھایا۔" [1]

اِن اقتباسات اور قرآنی حوالوں سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ مہاتما بدھ نے جس مذہب کی بنیاد ڈالی اور اس کا موازنہ میں جس ریشی تحریک سے کرنا چاہتا ہوں (جس ریشی تحریک کے سرخیل شیخ نورالدین نورانیؒ کی تعلیمات قرآن حکیم کے عین مطابق ہیں) — ان دونوں تحریکوں کے نظریات میں کس قدر مماثلت و ہم آہنگی ہے اور قرآن شریف میں جس ذوالکفل کا ذکر آیا ہے وہ اسی مہاتما بدھ (کپل والا) کے معنوں میں آیا ہے جو ایک عارف صالح اور صابر تھا۔

بدھ مت اور ریشی مت مماثلت و مطابقت (۱) جس طرح بدھ مت کے بانی گوتم بدھ ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ جنہیں شیخ العالمؒ کہا جاتا ہے اور عوام نام نندہ سنتر یا سہزانند بھی ہیں اُنہیں سرخیل طایفۂ ریشیان کشمیر کہا جاتا ہے۔

(۲) گوتم بدھ جب پیدا ہوا تو اسِت رشی کو دیوتاؤں کی وساطت سے معلوم ہوا کہ بمبئی گاؤں کے شاکیہ خاندان میں بودِستوا نے جنم لیا ہے تو اسِت رشی اُسے دیکھنے گئے اور اُسے دیکھ کر کہا کہ "یہ انسانوں میں ممتاز ترین ہے" اس کے بعد رونے لگے وہ اس خیال سے کہ اُس کی

---

[1] :- النبی الخاتمؐ از سید مناظر احسن گیلانی - ص ۱ - ۲۴ - ۲۶

Marfat.com

اپنی عمر بہت کم رہ گئی ہے لہٰذا اُس کے فلسفۂ حیات سے مستفید ہونے کا موقعہ نہیں ملے گا۔[1]
جاتک کی "نداں کتھا" کے مطابق آٹھ برہمنوں نے بھی گوتم بدھ کے مستقبل کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ یہ ممتاز ہوگا۔ اسی طرح حضرت شیخ العالم کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ للہ عارفہ نے ان کی والدہ سدرہ ماں کو ایک کاغذ پیش کیا تھا یا یہ کہ جب وہ شکم مادر میں ہی تھے تو للہ عارفہ ان کی خبر گیری کے لیے جاتی تھی۔ یا یہ کہ جب وہ پیدا ہوئے تو تین دن دودھ نہیں پیا تو للہ عارفہ تشریف لے گئیں اور یہ کہہ کر دودھ پلایا کہ جب دنیا میں آنے سے نہیں شرمایا تو اب دودھ پینے سے کیوں شرماتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ ابھی وہ چھوٹے ہی تھے تو امیر کبیر میر سید علی ہمدانی نے ان کی روحانی تربیت سید حسین سمنانی کے سپرد کی۔ اس بات کے پیش نظر کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے۔
اسی گوتم بدھ نے جب جوانی کی عمر میں قدم رکھا تو دنیا سے کوئی دلچسپی نہ تھی شادی ہونے اور بچہ پیدا ہونے کے باوجود حب دنیا پیدا نہ ہوا اور ایک دن کسی بیمار، بوڑھے اور مردے کو دیکھ کر گھر چھوڑنے کی ٹھان لی۔

حضرت شیخ العالم کا بھی یہی عالم تھا دنیاوی کاموں میں جی نہیں لگتا تھا شادی اور دو بچے (بیٹا بیٹی) پیدا ہونے کے باوجود ایک دن کتے کے بھونکنے کی آواز "وو۔ وو"[2] سے متاثر ہو کر گھر بار چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔
اسی گوتم بدھ نے بیوی بچے اور عیش و آرام ترک کر کے جنگل کی راہ لی اور گیا میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے آسن لگا کر دھیان میں رہے تاکہ اُسے حقیقت ملے۔ اس ...

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۵۵
[2] "وو" کشمیری لفظ ہے جس کے معنی بھونکنا ہیں۔

Marfat.com

وہ کڑی ریاضت اور سخت تپسیا کرتے ہیں۔ نفس کشی، فاقہ کشی اور ترک لذّات کرتے ہیں آخر پر انہیں یہ سخت، ریاضت اور نفس کو اذیت پہنچانا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے اور دھیان مارگ کا راستہ اپناتے ہیں۔ اِس طریقہ سے انہیں وہ روشنی ملتی ہے جس کی انہیں تلاش تھی پیپل کا درخت اب بھی گیا میں موجود ہے[1]۔ حضرت شیخ بھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر گوپھ بل کیموہ اِسلام آباد میں غارنشین ہو جاتے ہیں اور مہاتما بدھ کی طرح برسہا برس عبادت میں گزار دیتے ہیں اس دوران جنگلی سبزیوں پر گزارہ کرتے ہیں نفس کشی ترکِ لذّات وغیرہ طریقے اپناتے ہیں۔ آخر کار انہیں وہ روحانی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کی خاطر وہ غارنشین ہوئے تھے اور پھر بعد میں انہیں غارنشین ہو کر عبادت کا یہ طریقہ اچھا نہیں لگا۔ یہاں حضرت شیخ کے ہاتھوں کا نصب کردہ برین کا درخت ELM TREE چھ سو برس سے زندہ ہے۔

(۵) مہاتما بدھ جب گیان حاصل کرتے ہیں تو وہاں سے نکل کر انہوں نے اپنا پہلا اپدیش اپنے پنج ورگیہ بھکشوؤں (پانچ ساتھی بھکشوؤں) آگیات[2] کونڈنیہ، وپ (واشپ) بھدریہ (بھدرک) مہانام اور اسجی (اشوجت) کو دیا اور انہیں اپنا ہم خیال بنایا۔

حضرت شیخ نے جب گیان حاصل کیا تو انہوں نے چار خلفاء بابا بام الدین، بابا زین الدین،

---

[1] دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں جس درخت کے نیچے مہاتما بدھ نے دھیان لگائے بیٹھے تھے وہ درخت اِس وقت موجود نہیں البتہ اِس کی جگہ اب دوسرا درخت ہے۔

[2] دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں یہ پانچ بھکشو ہیں جو بنارس کے قریب رشی پتن میں رہتے تھے ان کو ہم خیال بناتے ہیں۔ گوتم بدھ کو کتنے سال لگے ہوں گے اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا اسی طرح حضرت شیخ نے بھی اپنے چاروں مرید ایک ہی وقت میں اپنے ہم خیال نہیں بنائے بلکہ انہیں بھی کافی عرصہ صرف ہوا۔ تاریخ اِس سلسلے میں کوئی رہنمائی نہیں کرتی۔

Marfat.com

بابا لطیف الدین اور بابا نصر الدین اپنے ہم خیال بنائے۔

(۶) مہاتما بدھ نے اپنے فلسفہ کی تبلیغ کی خاطر جس زبان کا انتخاب کیا وہ عوامی زبان پالی تھی جس کی وجہ سے بدھ اور اس کے پیش کردہ فلسفہ کو غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ نے بھی عوامی زبان کشمیری میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اسی زبان میں شاعری بھی کی جو آج تک عوام میں مقبول ہے۔

(۷) گوتم بدھ کو جب گیان حاصل ہوا تو انہوں نے چار بنیادی یا عظیم صداقتیں (چار آریہ ستیہ) اور ایک ہشت پہلو راستہ (اشٹانگک مارگ) کی جانب راہنمائی کی۔ یعنی چار بنیادی صداقتیں یہ ہیں کرم جیون کا ایک بندھن ہے جو خواہشات سے پیدا ہوتا ہے اور خواہشات جہالت کا نتیجہ ہیں جہالت کو ختم کر دو تو سمجھ لو کہ تمام تکلیفیں دور ہو گئیں ان کی جڑ کٹ گئی ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ان کو ختم کرنے کا گویا راستہ مل گیا۔[1]

حضرت شیخ نے اپنے لئے کوئی الگ راستہ اختیار نہیں کیا کیونکہ اسلام کا راستہ ہی ان کا سب سے بڑا راستہ تھا البتہ ان کی شاعری میں یہ سب باتیں موجود ہیں یعنی اچھے عمل کرنا، خواہشات کو دبانا، جہالت کو ختم کرنا، حرص و ہوا کو پیدا نہ ہونے دینا وغیرہ۔

مثلاً لوب مارن سہز وہ ژارن (حرص و ہوا ختم کرنا اور اپنی آتما کو پہچاننا) یا

کام کرود لوب مہہ مد اہنکار چھے
دوزخی نار چھے دوان برائے
کریہ تہ کارن وند دار چھے
چندس دیار چھے مہ کرضائے[2]

اور جو مہاتما بدھ کا اشٹانگک مارگ یا ہشت پہلو راستہ، راسخ عقیدہ، نیک ارادہ، حق گوئی، راست بازی، رزقِ حلال، صحیح کوشش، عمدہ خیالات، اور کامل مراقبہ کا ہے یہ [illegible]

---

[1] ہمارا قدیم سماج از سید سخی حسن نقوی ص ۶۸

[2] ترجمہ:- کام، کرود، لوبھ، مہہ اور غرور نے (اے انسان) تمہیں اپنے نرغے میں بند کیا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جو تمہیں دوزخ کی طرف لے جاتی ہیں۔ نیک عمل اور اچھے طور طریقوں سے تمہارے من کو شانتی ملے گی۔ نیک عمل اور نیک چلن وہ حقیقی دولت ہے جسے تمہیں ضائع نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

Marfat.com

وہ راستہ ہے جو دو انتہاؤں کے درمیان سے ہو کر گزرتا ہے گوتم بدھ اپنے پنج ورگیہ بھکشوؤں کو اپدیش دیتے ہوئے کہتے ہیں "بھکشوؤ! ان دونوں کو دو طرح کی انتہاؤں پر نہیں جانا چاہیئے پہلی انتہا ہے عیش و عشرت کی زندگی میں راحت ماننا یہ نہایت حقیر، جاہل، عمومی اور غیر مہذب لوگوں کا کام ہے۔

دوسری انتہا ہے جسم کو ایذا پہنچانا یہ انتہائی تکلیف دہ بے معنی اور وحشیانہ فعل ہے ان دو انتہاؤں سے بچاتے ہوئے بدھ نے نجات دہندہ درمیانی راستہ ڈھونڈ نکالا۔ اور پانچ سکندھ (صفات) پیدائش، بیماری، بڑھاپا، موت اور عزیزوں کی جدائی دانجانوں کی صحبت سے محرومی غم کا باعث ہیں خواہش زیست بھی غم کا باعث ہے۔ بیراگ سے اس کا انسداد ہوگا اور ہشت پہلو راستہ اختیار کرنا فنائے غم کا واحد طریقہ ہے یعنی غم، بدھ مت کے مطابق چار صداقت ہے خواہش زیست دوسری صداقت ہے بیراگ تیسری اور فنائے غم چوتھی صداقت ہے یہاں کا ریشی مت بھی ان ہی دو انتہاؤں کے درمیان جانے والے ہشت پہلو راستہ پر گامزن دکھائی دیتا ہے حضرت شیخ کے کلام میں جابجا اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(۸) دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں کہ "بودھ ستوا کو تپسیا کے لیے ویران پہاڑ (رانا گرہ) پسند نہ آئے اور انہیں اردویلا کا دل کش پردیش پسند آیا اس سے حسن فطرت سے ان کا لگاؤ ظاہر ہوتا ہے۔"[۲]

حضرت شیخ ان سے پہلے اور ان سے بعد کے ریشیوں کی مثال لیجیے۔ ان سب نے اپنی عبادت کے لیے وادی کے بلند ترین مقامات اور دل کش پہاڑیاں پسند کی ہیں۔ مثال کے

---

[۱] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۰۴

[۲] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۸۱

Marfat.com

طور پر حضرت شیخ سے منسوب سب مقامات قدرتی نظارے پیش کرتے ہیں۔ موجودہ زیارت چرار شریف اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ پھر بابا بام الدین کی زیارت بمہ زو بابا زین الدین کی زیارت عیش مقام، بابا پیام الدین کی زیارت گلمرگ کے دامن میں، بابا شکرالدین کی زیارت و ٹلب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۹) مہاتما بدھ نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی اور اگر کفل کو کپل کا معرب سمجھا جائے تو ان کا انبیاء و صالحین میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت شیخ کا کوئی نیا مذہب نہیں تھا بلکہ وہ اسلام کی حدود کے اندر ہی اپنی تحریک چلا رہے تھے بلکہ اسلام کے تمام اصول نماز، روزہ وغیرہ کے پابند تھے قرآن نے جن اولیاء اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں ان کا شمار بھی ہوتا ہے۔

(۱۰) مہاتما بدھ نے اپنے سے پہلے کے سادھوؤں، سنیاسیوں یا ریشیوں کے ان چھ فرقوں کو تسلیم کیا ہے۔ پورن کیسپ، بکھلی گوسال، اجت کیس، کنبل، پگدھ کچائن، سنجے بیٹھ پت اور نگنٹھ ناتھ پت۔ گرتم بدھ ان کی علمی برتری اور بزرگی کو تسلیم کرتا ہے۔

حضرت شیخ بھی اپنے سے پہلے کے ان چھ ریشیوں کا تذکرہ اپنے اس شلوک میں کرتے ہیں اور ان کی برتری مانتے ہیں۔

اول ریشی احمد ریشی ۔ دویم حضرت اویس آؤ
تریم ریشی زلکا ریشی ۔ ژوریم حضرت پلاس آؤ
پونژم ریشی رمہ ریشی ۔ شیم حضرت میران آؤ
ستیم مس کوزہم دشنا ہشی ۔ بہ کس ریشی مے کیہ ناؤ

ترجمہ:۔ ریشی سلسلے میں پہلے ریشی احمد ہوئے ہیں۔

Marfat.com

دوسرا ریشی حضرت اویس قرنی ہے
زنکا ریشی تو تیسرے ریشی ہو گزرے ہیں
اور چوتھے ریشی حضرت پلاس تھے
پانچویں ریشی رُمہ ریشی تھے
اور چھٹے حضرت میراں ہو گزرے ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ میں ریشی سلسلے کا ساتواں ریشی ہوں
مگر درحقیقت میں کوئی ریشی نہیں ہوں کیونکہ میرا مرتبہ اتنا بلند نہیں۔

(۱۱) گوتم بدھ سے پہلے جس قسم کی تپسیا مروج تھی اُس کی کیفیت وہ ساری پُت سے یوں بیان کرتے ہیں۔

" اے ساری پُت مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے چار طرح کی تپسیا کی۔ میں تپسوی (عابد) ہوا، روکھش (خشک سوکھا سڑا ہوا) جگوپسی (اہنسا کا خاص خیال رکھنے والا) پرودت (بے اعتنا) ہوا[1]۔ ایسی اور اس قسم کی تپسیا کشمیر میں حضرت شیخ سے قبل تپسوی لوگوں میں بھی مشہور تھی۔

(۱۲) گوتم بدھ نے گیان حاصل کرنے سے قبل ہٹھ یوگ و فاقہ کشی کی اور جذبات و خواہشات بے خوفی اور کام دیو پر اس قسم کی تپسیا سے قابو پایا۔ اور پھر اس قسم کی تپسیا چھوڑ کر کبھی راج یوگ، شانت راج یوگ اور دھیان یوگ کی ریاضت کا طریقہ اپنایا۔ ان کا کہنا تھا۔ اس قسم کی تپسیا قطعی غیر ضروری ہے اس کے بغیر بھی مکتی مل سکتی ہے۔[2]

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۱۰

[2] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۹۴ (یہ خیال ان کے دل میں طویل ہٹھ یوگ اور فاقہ کشی کے بعد پیدا ہوا اور پھر دھیان مارگ اور راج یوگ کا طریقہ اپنایا۔

Marfat.com

حضرت شیخ نے بھی بہت کڑی ریاضت کی ابتدا میں فاقہ کشی کی نفسانی خواہشات پر قابو بھی پایا اور راج یوگ کا طریقہ بھی اپنایا عمر کے آخری حصے میں کاسنی اور اتپل ساگ چھوڑ کر دودھ اور پھر صرف پانی پر گزر بسر کی۔ غار نشینی میں جنگلوں کی راہ لینا اور وہاں کڑی ریاضت کے بارے میں اپنے مرید بابا نصر الدین کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

نَصَر بابہٕ جَنگلَن کھُن گیَم خامی
مےٚ دوٗپ یہِ آسہِ بڈ عِبادَتھ
وُچھ تہٕ یہِ آس بڈ بَدنامی
سَر آس کَرنۍ کُنۍ کَتھ

ترجمہ ۱۔ اے نصر بابا جنگل کی راہ لے کر میں نے بہت غلطی کی میں نے سوچا تھا کہ یہ بڑی عبادت ہوگی مگر معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی بدنامی تھی اصل مقصد تو سچائی تک رسائی حاصل کرنا تھا۔

(۱۲) جس طرح ایک بھکشو دیودت[1] نے راجہ اجات شترو سے سازش کر کے گوتم بدھ کو قتل کرنے کے لئے جلاد بھیجے اور جونہی وہ وہاں پہنچے تو وہ گوتم بدھ کے مرید ہو گئے۔

اسی طرح حضرت شیخ کے اپنے بچوں کی وفات کے بعد جب سلطان سکندر[2] نے اپنے پیادہ تازی بٹ کو شیخ العالم کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا تو تازی بٹ حضرت شیخ کو دیکھتے ہی ان کا مرید ہو گیا۔ پھر ایک دن ایک رقاصہ کو انہیں راستے سے ہٹانے کے لئے بھیجا گیا رقاصہ

---

[1] دیودت بھکشوؤں کی قیادت چاہتا تھا اور تپسیا کے کڑے اصول مرتب کرنے کے لئے گوتم بدھ سے درخواست کی جو انہوں نے رد کر دی تھی۔

[2] کچھ حضرات اسے سلطان بڈشاہ کا عہد کہتے ہیں۔

Marfat.com

بناؤ سنگار کرکے حسن کی قیامت ڈھاتی ہوئی حضرت شیخ کے پاس پہنچی مگر ان کی ایک نگاہ سے وہ بھی زمرۂ مریداں میں شامل ہو گئی۔

(۱۴) گوتم بدھ نے عورتوں کے اصرار پر انہیں اپنے سنگھ میں شامل کیا اور باقاعدہ عورت بھکشونیاں بھی بدھ مت کا پرچار کرنے لگیں وہ بھی تجرد کی زندگی بسر کرتی تھیں اور ان کو کئی اصولوں پر کاربند رہنا پڑتا تھا مہا پرجاپتی گوتمی، سوما بھکشونی کھیشما اور اتپل ورنا وغیرہ عورتوں کا تذکرہ بدھ مت کی کتابوں میں خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے۔

حضرت شیخ کے وقت بھی ریشیت کے دائرہ میں عورتیں شامل تھیں ان میں دہت بی بی بہت بی بی، شنگہ بی بی اور شامہ بی بی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

(۱۵) گوتم بدھ یا اس کا مت چونکہ دنیا سے بے اعتنائی برتتا ہے اس لئے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا وہ خدا کا اقرار کرتا ہے یا انکار۔ دھرمانند کوسمبی[1] لکھتے ہیں کہ وہ منکر خدا نہیں تھے۔ اور نہ دہریہ تھے یہ فقط جینوں کی طرف سے اہتمام والزام ہے سید حامد علی[2] BUDHISM AND ITS DEVELOPMENT کتاب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ بودھ مت کو تخلیق کائنات کے مسئلہ سے دلچسپی نہیں ہے اور اس کے خالق سے بے اعتنائی برتنا الحاد ہے لہذا بدھ مت ملحدانہ ہے۔

بدھ مت چونکہ نیک اعمال پر زور دیتا ہے اور جب انسان نیکیاں کرتا جائے پھر وہ اس کا معتقد ہو جاتا ہے کہ اسے نروان حاصل ہو، میرے خیال میں یہ نروان حاصل ہونا بذات خود خدا کا اعتراف ہے حضرت شیخ چونکہ اسلام کے پیروکار تھے اس لئے خدا کی

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۸۵ - ۲۸۹

[2] مذاہب اور تخلیق کائنات از سید حامد علی ص ۱۲-۱۳

Marfat.com

ہستی سے اِنکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اِسلام کی آمد سے قبل یہاں کے ریشوں میں بدھ مت کا طریق عبادت تھا مگر بعد از اِسلام ان ریشیوں کے رگ و پے میں خدا کا ہی تصور تھا اور یہ تصور کبھی "ہمہ اوست" کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔

یتہ تہ میشرے تتہ تہ میشرے — میشرے کرتم گُل زار
سآری ترآوِتھ روٹکھ میشرے — میشرے ہاوتم دیدار

ترجمہ ۱۔ تم ہی میری دنیا اور عقبیٰ کا سہارا ہو
میرے لئے دنیا کو سورگ بنا دے
میں نے سب کچھ تیاگ تمہیں گلے لگایا ہے
میرے اللہ مجھے اپنے جلوے سے مسحور کر

(۱۶) اپنشدوں[1] کے کرم اور بار بار جنم (آواگون) کے عقیدوں کو بدھ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انسان اپنے کرم (اعمال) کی حیثیت سے تب تک بار بار جنم لیتا ہے جب تک اچھے کرم کی بدولت اُسے مکتی سے حاصل نہ ہو جائے۔

حضرت شیخ کے ہاں یہ فلسفہ اگرچہ کھلے الفاظ میں موجود نہیں مگر ان کے کلام میں اس کی بو باس ملتی ہے مثلاً

ہر تتہ متہ منے زم دِ (اے خدا مجھے وہاں پیدا نہ کر) — یا

یُس اوس تتی سُے چھُے ہیتی — سُے چھُے پرتھ شایہ رٹھ مکان
سُے چھُے پیادہ سُے چھے رُتھی — سُے چھے سُورے گپت یان

ترجمہ ۱۔ وہ ہی یہاں سایہ فگن ہے وہ ہی عقبیٰ کا سہارا ہے۔

---

[1] ہمارا قدیم سماج از سید محمد حسن نقوی۔ ص ۱۔ ۶۳۔ ۶۸۔

Marfat.com

ساری کائنات اُسی کے وجود کی مظہر ہے
وہی راہرو بھی ہے اور وہی رہبر بھی ہے
دنیا کے ذرے ذرے میں وہی رسا اور بسا ہے

(۱۷) گوتم بدھ نے عورت سے اجتناب کیا حرص و ہوس کی آلائشوں سے دور رہے اور پھر اس کے بعد بھکشوؤں نے بھی تجرد کی زندگی بسر کی اور حرص و ہوس سے بچتے رہے جب حضرت شیخ بھی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے تو پھر ساری عمر تجرد کی زندگی بسر کی ان کے خلفاء اور اس طریقہ پر چلنے والے سبھی رشیوں نے عورتوں سے اجتناب کیا گوشت نہیں کھایا اور تمام خواہشات پر قابو پایا۔ اس سلسلے میں خواجہ محمد اعظم دیدار رشیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"رشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہداں و عابداں در ریاضت سخت و صلب تر باشد و خود را از اولاد و ازدواج فارغ دارد دست از جمیع آرزو و ہوس بردارد چہ جای ملک و مال۔"

(۱۸) گوتم بدھ نے مختلف جگہوں کے اوصاف بیان کئے ہیں مثلاً متھرا کے بارے میں اپنے بھکشوؤں سے کہتے ہیں۔

"اے بھکشوؤ! متھرا میں پانچ برائیاں ہیں۔ کونسی پانچ؟ وہاں کے راستے اوبڑ کھابڑ ہیں وہاں دھول بہت ہے کتے بدمعاش ہیں۔ امراء بے رحم ہیں اور وہاں بھکشا ملنا بہت مشکل ہے، بھکشوؤ! متھرا میں یہ پانچ برائیاں ہیں۔[۱]"

حضرت شیخ نے بھی وادی کے مختلف مقامات کی سیر کی اور ان مقامات کے اوصاف

---

[۱] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۸۰

Marfat.com

کے بارے میں کئی باتیں مشہور ہیں۔ مثلاً پانتہ چوک کے بارے میں ؎ پانتہ چھوکھ نوشین سوکھ تہ کورین دِوکھ کہتے ہیں۔

ترجمہ:۔ (پانتہ چوک کے لوگ! جن کی لڑکیوں کو تکلیف ہے اور بہو آرام کرتی ہے)

دریہ گوم وُٹھ موٗدرُ دِل اُوم

ترجمہ:۔ دریہ گوم کے لوگ باتیں بہت رسیلی کرتے ہیں مگر دِل کے کمزور ہیں۔

(۱۹) گوتم بدھ نے اپنے مریدوں کے لئے جو اصول ترتیب دے اُن میں سے یہ پانچ نمائندہ اصول ہیں: "جانداروں کو نہیں مارنا چاہیئے جھوٹا نہیں بولنا چاہیئے، شراب نہیں پینا چاہیئے۔ چوری نہیں کرنا چاہیئے۔ زنا نہیں کرنا چاہیئے"[1]

بدھ مت کے پیرو جن راجوں مہاراجوں اور حکمرانوں نے اِن اصولوں کو اپنا کر حکومت کی اور لوگوں میں بدھ مت کا پرچار بھی کیا ان کو چکرورتی راجا کہتے تھے۔ اشوک کی مثال ان میں سرِ فہرست ہے۔ مہاراجہ کنشک[2] اور دوسرے کئی حکمرانوں نے مہاتما [illegible] نام سے سکے جاری کئے۔ اِسلام میں پہلے اصول کے بغیر سب اصولوں کی پیرو [illegible]

حضرت شیخ العالمؒ کے ہاں اِن سبھی اصولوں کی پیروی سختی سے ملتی ہے اور [illegible] بھی ان پر کاربند دِکھائی دیتے ہیں جہاں تک ان سے حکمرانوں کی عقیدت کا تعلق ہے تو بڈشاہ ریشیوں کا بہت معتقد تھا اس کے علاوہ ایک پٹھان گورنر سردار عطا محمد خان حضرت شیخ العالمؒ اور حضرت حمزہ مخدومؒ کے مشترکہ ناموں پر ۱۸۰۹ء میں سکہ جاری کرتا ہے۔ ابوالفضل کے بیان کے مطابق مغل حکمران بھی کشمیری کے ریشیوں سے کافی متاثر نظر آتے [illegible]

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی۔ ص۔ ۹۸

[2] علمدارِ کشمیر کلچرل آرگنائزیشن ص ۱۳

Marfat.com

اسی لئے وہ لکھتا ہے کہ "کشمیر میں سب سے زیادہ قابلِ احترام لوگ رشی ہیں، روایت کی قید سے آزاد، اللہ کے سچے پرستار ہیں وہ کسی گروہ یا طبقہ کی برائی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی سے کچھ مانگتے ہیں سڑکوں کی روشوں پر اس لئے پھل دار درخت نصب کرتے ہیں کہ مسافران سے فیض یاب ہوں وہ گوشت اور ازدواجی زندگی سے اجتناب کرتے ہیں۔ کشمیر میں ان کی تعداد دو ہزار ہے[1]" اکبر رشیوں سے دلچسپی کا اظہار ابوالفضل کے ساتھ کافی والہانہ انداز میں کرتا ہے۔

(۲) گوتم بدھ نے کسی جاندار کی جان لینا منع قرار دیا ہے ایک مرتبہ انہوں نے زمین کی کھدائی کا کام بھی بند کرا دیا اور پھر ان کے پیرو بھی اس کی پاسداری میں نہ صرف ایسا کرنے لگے بلکہ وہ چراغ تک نہ جلاتے تھے کیونکہ چراغ پر پتنگے گرنے کا امکان رہتا تھا۔[2]

حضرت شیخ بھی اسی خیال کے صوفی تھے انہوں نے ایک مرتبہ راستے سے چلتے ہوئے دو لڑکیوں کو میدان سے کاسنی نکالتے ہوا دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ گھاس جانور ہے اسے کیوں کھرچتی ہو۔ اس پر لڑکیوں نے جواب دیا کہ اپنے عصا سے ہزاروں کیڑوں کی جان لیتے ہو ہمیں ایسا کرنے سے کیوں منع کرتے ہو اس پر حضرت شیخ لاٹھی ٹیکنا ترک کر دیتے ہیں اس سے پہلے ہی کاسنی اور اپل ساگ کھانا انہوں نے ترک کر دیا تھا۔

(۲) گوتم بدھ اہنسا اور عدم تشدد کے قائل تھے انہوں نے کبھی گوشت نہیں کھایا اور نفسانی خواہشات پر پورا قابو پا لیا۔ حضرت شیخ بھی خواہشات پر قابو پانے والوں میں سے تھے گوشت جب سے ترک کیا کبھی کھایا ہی نہیں ایک دن مٹن میں مچھروں کو مچھلیاں کھلا

---

[1] آئین اکبری جلد دوم از ابوالفضل ص ۳۵۳

[2] اکبرنامہ جلد سوم از ابوالفضل انگریزی ترجمہ ص ۸۳۳ - ۸۳۴

[3] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۳۱ - ۲۳۲

Marfat.com

دیکھا تو نفس کو خواہش ہوئی چنانچہ ایک جلتی لکڑی منہ میں ٹھونس دی۔ اہنسا اور عدم تشدد کے زبردست حامی تھے۔ اس سلسلے میں یہ شلوک ملاحظہ ہو ؎

کنڈ پو مآرو مین ہنا زو وسمین
یم زو کھیتھ زوس دین تمے دُنی پہکی برمین

ترجمہ:۔ او ناداں لوگو! مچھلیوں کا شکار کاہے کو کرتے ہو۔ اپنے فربہ جسم کو قابو میں کرلو جو لوگ جانداروں کا گوشت کھا کر نفس کے غلام بن جاتے ہیں وہ دنیا کے چکر سے آزاد نہیں ہوتے۔

(۲۲) گوتم بدھ ساری عمر مختلف مقامات پر گھومتے رہے اور اپنے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔

حضرت شیخ بھی وادی کے مختلف مقامات پر گھومے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔

(۲۳) گوتم بدھ نے اپنے پیروؤں کو معمولی سی کٹیا یا خانقاہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ اور تب سے خانقاہوں کی تعمیر کا سلسلہ چلتا آیا۔ یہ خانقاہیں بدھ بھکشوؤں کے لئے تعلیم و تبلیغ کا مرکز بھی تھیں۔

حضرت شیخ اور اُس وقت کے رشی بھی خانقاہوں میں رہتے تھے اور یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا۔ یہاں تک کہ کشمیری خانقاہوں کا طرز تعمیر بھی بودھ خانقاہوں سے ملتا جلتا ہے اسے پگوڑا طرز تعمیر کہتے ہیں جسے ایک کشمیری بودھ عالم گنہ ورمن جاوا سے اپنے ساتھ لایا تھا اور یہاں اُسی طرز پر خانقاہیں تعمیر ہوئیں یہاں بھی یہ خانقاہیں تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنیں۔ یاد رہے کہ اس طرز تعمیر کو مہاراجہ للتادت نے پرہاسپور تعمیر کرنے کے وقت اپنایا

Marfat.com

تھا چنانچہ اس بناء پر اس طرز کو پرہاسپور سٹائل بھی کہتے ہیں۔

(۲۴) گوتم بدھ کے وقت میں تمام بھکشوان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور جہاں جہاں وہ جاتے تھے وہ ان کے ساتھ ٹولیاں بنا کر چلتے تھے۔ حضرت شیخ کے مرید بھی ان کا ہر ممکن احترام کرتے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ بھی رہتے تھے۔

(۲۵) گوتم بدھ نے اپنے وقت کے تمام بڑے علماء فضلا اور سنیاسیوں سے ملاقات کی، ان کے ساتھ بحث و مباحثہ ہوا اور انہیں اپنے فلسفہ سے مطمئن کر کے ہم خیال بھی بنایا۔

حضرت شیخ نے بھی اپنے وقت کے سربرآوردہ مذہبی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ جن میں حضرت سید میر محمد رانیؒ قابلِ ذکر ہیں۔ ظاہر پرست ملاؤں سے مباحثہ و مجادلہ بھی ہوا۔ اور انہیں اپنی تعلیمات سے نہ صرف مطمئن کیا بلکہ انہیں ہم خیال بنا کر اپنے دائرہ ریشیت میں شامل بھی کیا۔ اس کے علاوہ بدھ مت کے پیروؤں اور بھکشوؤں نے بدھ مت کو دور دور ملکوں میں جا کر تبلیغ کی اور دنیا کے بہت بڑے حصے کو اپنے دائرے میں لایا کشمیر کی وادی بھی اس کے دائرہ اثر میں شامل ہوئی۔ اور برسہا برس کے یہاں کے جوگی، سنیاسی رشی اور منی اس کے سایہ میں اپنی تپسیا کرتے رہے۔ اور ساتھ ساتھ ویدانت، بھگتی، شیومت، ویشنومت اور پھر اسلام کی آمد کے بعد اسلام اور صوفی مت سے بھی اثر قبول کیا جس کی بدولت ریشیت جیسی ایک تحریک وجود میں آئی۔ اسلام کے ناطق اصولوں کے باوجود پیر سوں تک اپنا دائرہ وسیع کرتی رہی اور آج وادیٔ کشمیر کا وہ کوئی حصہ یا گوشہ ایسا نہیں جہاں کسی نہ کسی ریشی کی خانقاہ یا زیارت نہ ہو۔

بدھ مت کے پیروؤں کے لئے نروان مارگ (راہِ نجات) کی خاطر سوتاپن، سکدراگامی اناگامی اور ارہا چار منزلیں ہیں اور پھر ان کی آگے اور شاخیں ہیں۔ ریشیت کے پیروؤں کے

Marfat.com

لیے راہ حقیقت کی تلاش کی خاطر فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ، اور بقا باللہ منزلیں اور اس کی مختلف نہجیں ہیں۔ بدھ مت کے پیروؤں کے لیے سادہ لباس (لبادہ) معمولی غذا اور رہائش ضروری ہے ریشی مت کے پیرو بھی سادہ لباس پہنتے تھے کاسنی اور اتیل ساگ استعمال کرتے تھے بعض اوقات اخروٹ کے چھلکے بطور سبزی پکاتے تھے۔ اندرائن کے پھل بھی کھاتے تھے بعض ریشی صرف پانی کا استعمال کرتے تھے حضرت شیخ نے عمر کے آخری ایام میں تقریباً اڑھائی برس صرف پانی پیا ہے اور باقی غذا کا بالکل استعمال ہی نہیں کیا۔

کچھ ریشی لوگ ہنڈیا میں ابلتی سبزی سے یہ تک اندازہ لگاتے تھے کہ یہ جاندار ہے اور اپنے ساتھ ہو رہے ظلم کی شکایت کر رہی ہے لہٰذا انہوں نے سبزی کھانا ہی ترک کر دی۔ اس طرح سے ریشیت میں کڑی ریاضت، مجاہدہ نفس تجرد کی زندگی اور دیگر عبادت کے ایسے طریقے ہیں کہ وہ بدھ مت کے مقابلہ میں زیادہ سخت بلکہ جین مت کے اصولوں کی شدت سے بھی زیادہ اور سخت تر ہیں۔

عدم تشدد و اہنسا، تزکیۂ نفس، اور نفسانی خواہشات کے سلسلے میں سالار ریشیت حضرت شیخ العالمؒ کا کلام راہنمایانہ حیثیت رکھتا ہے حضرت شیخ کے بعد کے ریشیوں نے اس کلام کو اپنے لیے ناطق سمجھا اور اس کے مطابق زندگی گزاری۔ الغرض بدھ مت اور ریشی مت کی بہت سی قدریں مشترک ہیں اور کافی حد تک مطابقت و مماثلت ہے مگر کچھ باتوں میں تفاوت بھی پایا جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ریشی لوگوں نے پہلے پہل ویدک دور کے ریشیوں منیوں اور پھر بدھ مت کے اصول اپنائے ہوں گے اور جب وہ اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہوئے تو ان کی عبادت کے طریقوں میں بھی فرق آیا۔ نوافل، روزوں، نمازوں اور دیگر ارکان اسلام نے ان کی زندگی سنوارنے کے مزید مواقع فراہم کیے جس کی وجہ سے بدھ مت اور ریشی مت کی بہت

Marfat.com

سی باتوں میں فرق معلوم ہوتا ہے جو ایک لازمی امر ہے اس کے علاوہ ایک واضح فرق یہ بھی ہے کہ بدھ مت میں خدا کا وہ تصور نہیں ہے جو اسلام نے ان ریشوں کو دیا جس کی خوشنودی ان کا فرض اولین تھا۔ خواہ اس رضائے الٰہی مشیت ایزدی اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے وہ تو یہی کہیں گے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت شیخ نورالدین نورانی رحمتہ اللہ علیہ کشمیری تاریخ کے نگار خانے کی ایک ایسی دلنواز شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی درخشندہ زندگی، دلآویز تاریخ ساز عمل سے کشمیری تہذیب و ثقافت کو چشمہ آب حیات بنا دیا ہے۔ ان کا وجود اور ان کی سدا بہار یادیں کشمیری قوم کی متاع حیات ہیں۔ ان کی ذات وادی سرو سمن پر آیہ رحمت بن کر اس وقت نازل ہوئی جب کشمیری قوم دو متصادم تہذیبوں، متفارق تمدنوں کے چوراہے پر کھڑی تھی۔ اور یہ فقط ان کی شفیق، دلنواز اور گل افشان شخصیت کا جادو تھا کہ تقابل و تصادم کی فضا تحمل و تصدق اور خلوص و مروت کی تاریخ میں بدل گئی اور یہ ہوا ایسی چلی کہ اب تک بہشت زادگان کشمیر کے دامن خلوص و مروت، تحمل و انکساری اور تواضع بردباری کی متاع گراں بہا سے مالا مال ہیں۔

(رشید نازکی)

Marfat.com

○ غلام محمد آجر

ریشیت کی نفسیاتی تاویل

موت کے شعور کے بعد خیال کا مطلق ڈھانچہ ہی تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت کہ اپنے جسم کی اچانک تباہی کا تصور انسان پر رقت طاری کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے دل میں اپنے لئے اپنے جسم کے لئے رحم کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے [illegible] گریزاں اگر رقت کے بجائے اجتماعی شعور بن جائے تو قومی مزاج میں آخرت پرستی کا ایک شدید رجحان استوار ہوتا ہے جس کی بنیاد دینیات کے بجائے خود آگاہ ترک ذات پر ہوتی ہے (گو یہ رجحان بذات خود عمومی سطح پر ایک طرح کی ذہنی تعیش پسندی کے متصل ہو کر لذتیت سے [illegible] ہو جاتی ہے)۔ ریشیت اسی رجحان کے ایک مستقل مسلک کی ایک صورت اختیار کرتا ہے۔

موت کے شعور کی اجتماعی لاشعوری [illegible] رقت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قومی رجحان [illegible] پسندی [illegible]

[illegible] PSYCHOLOGY [illegible]

Marfat.com

بنیادی اجتماعی آرکی ٹائپ کی بازیافت میں عمومی سطح پر ریشیت اور خصوصی طور پر حضرت علمدارِ کشمیر کا مقام متعین کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ریشیت کی ایک حتمی تعریف کا تعین کیا جائے۔ پروفیسر حاجنی اپنے ایک مضمون میں "ریشی" کی تعریف کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں " ..... ریشی اُس شخص کو کہا جائے گا جو عرفانِ حق تلاش کرتے کرتے لذاتِ دنیا سے کلیتاً کنارہ کش ہو جائے یا وہ شخص جو تلاشِ حق کے مسلک پر چل کر مادی چیزوں سے انحراف کرلے اور اپنا دامن بچالے یا وہ جو معرفت کا مقام حاصل کرکے عوام الناس کی نجات اور رہبری کو اپنا شعار بنالے۔ ..... ریشی لفظ نے کشمیری زبان میں اپنا صحیح مقام تلاش کرتے کرتے معنی کا وہی لباس پہن رکھا تھا جو بقول ولیم فیر عبرانی زبان کے "ارتسن" لفظ نے پہن رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ شخص اپنی فطانت اور ذہانت کے کارن لوگوں میں بزرگ اور صوفی منش مان لیا جائے، ریشی کہلاتا ہے ....." مندرجہ بالا عبارت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں پروفیسر صاحب ریشیت کی ایک عمومی تعریف کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں ایک اصنافی حوالے سے مقامی تصور پیش کرتے ہیں۔ بہرحال "عوام الناس کی نجات اور رہبری کو اپنا شعار بنانے" کا تصور مقامی طور ریشیت میں شامل نہیں۔ ایک ریشی صرف لذاتِ دنیا سے ہی کنارہ کشی اختیار نہیں کرتا بلکہ ترکِ دنیا بھی اس مسلک کی ایک شرط ہے۔ چنانچہ عوام الناس کے بجائے یہ ایک انفرادی سطح پر سلوکِ باطنی کا عالم ہے۔ کئی بزرگانِ طریقت سے تبادلۂ خیال کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس مسلک کے ماننے والوں کا بنیادی دھیرہ صرف اپنی شخصی تربیت اور نجات کے تصور سے پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ دوسروں کی اجتماعی تربیت اور نجات کی راہ میں مانع بھی نہیں ہوتے چنانچہ یہ خیال کہ یہ سیاسی سطح پر مذہبی احیاء یا خاص تنظیم سازانہ صورت میں اپنے مسلک کی تبلیغ و پرچار پر یقین رکھتے ہیں تاکہ عوام الناس کی رہبری اور نجات کو اپنا شعار بنائیں قابلِ قبول نہیں جب اسلام کی تبلیغ و تحریک کا چرچا یہاں اپنی ابتدا میں تھا اور مقامی اجتماعی نفسیات، رجحانات میلانات اور دوسرے مذاہب کے اثرات کے پیشِ نظر ان بزرگوں نے اس تحریک کو گوارا بنانے کی غرض سے مقامی مزاج کو نظرانداز نہیں کیا۔ اور اس طرح سے ریشی مسلک اور اسلامی دینیات

Marfat.com

اجزائے ترکیبی سے یہاں کی ریشیت وجود میں آئی۔ یہاں یہ حوالہ دینا کافی ہے کہ حضرت امیر کبیر رح اصل میں شافعی مسلک کے ماننے والے تھے لیکن انہوں نے اپنے پیروکاروں کو حضرت بلبل شاہ صاحب کے حنفی مسلک کی تبلیغ کی ہی تاکید کی۔ یا جس وقت حضرت بابا نصیر الدین غازی نے تبلیغی کام اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تو انہوں نے بھی مقامی حالات میں نہ صرف اپنے آپ کو ڈھال لیا بلکہ مفاہمت اور اعتراضات سے بچنے کی غرض سے کئی مقامی رسوم اور طریقے بھی اپنائے۔ دوسرے حصے میں فطانت و ذہانت کی بات ہے۔ حالاں کہ ذہانت "ریشی" ہونے کے لیے کوئی ناگزیر شرط نہیں۔ ہوسکتا ہے شیخ العالم کی حد تک نابغگی کا تصور ٹھیک ہو۔

بہر حال ریشیت کی ایک حتمی تعریف یہی ہوسکتی ہے کہ ترک دنیا اور ترک لذات پر کاربند ہونے والے وہ اصحاب جو اویسی بنیادوں پر تربیت سے مخصوص ہوں ریشی کہلاتے ہیں، حالانکہ ترک دنیا اور ترک لذات ایک عظیم تر تصور نجات کے "دروں شخصی ذریعے" ہیں نہ کہ مقصد۔ اس غرض سے کلام شیخ کا مطالعہ ہماری اعانت کرسکتا ہے۔ حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ حضرت سدرہ موج اور حضرت شیخ العالم کے درمیان مکالمے کا مطالعہ ہمیں ریشی مسلک کی تہ تک پہنچا سکتا ہے۔

مصرع: نُند کو پھچی گگر تہ نہ کی

نُند سہہ تے شال موتے
نُند دزاہم از تلہ وچھے
نُند زوہو تہ زیہ موتھیئے

ترجمہ: نورالدین میں غار میں چھپ جھو
واں تجھے گیدڑ ملیں گے اور شیر
نورالدین آغوش سے ہو کر جدا
جو تیں کپڑوں کی کریں گی تجھ کو زیر

Marfat.com

نُنْدٕ : گوٚ پھِ بہٕ وینْدے ہَلَنْڈٕ لُرٕے
جنْدٕ بہٕ وینْدَے پٲئی کٲے
گگَرَن رازٕ شوگَن بہٕ گِنْدَے
سٲر عُمرٕ بہٕ وینْدے گَرِ ڈٲے

ترجمہ : غار پر قُرباں ہیں دُنیاوی محل
چھیتھڑے فائق ہیں ریشم پر سنبھل
چوہوں کبوتر سے میں بہلاؤں گا من
فایق ہے عمر خضر پر لمحے کا دھن

نُنْدٕ : مٲج مَتَے دِتَم آزار
نُنْدٕ ہَے اَنْد مَزار گوٚو
مٲج دُنی یا تاونُن بازار
بہٕ تن گُپتھ رُوٗدُس تَوٕ

ترجمہ : ماں اب مجھے آزار ذات نہ دے
موت ہے آدمی کا آخری انجام
یہ دنیا کہ بازارِ بے ثبات ہے جو
اس لئے غار میں ہے اس تن کا مقام

یا نفسِ امّارہ کو "تپ" سے صیقل کر کے حصولِ نجات کا جویا بنانے کی غرض سے ترکِ دنیا شرطِ اوّل ہے۔

Marfat.com

ے

زٔے لے ژٕ کر آخر تس
پرستس کیا منگم نے
تتھی جائے کر پننس بتس
تن ہوٗ ہیتھ روٗدس توٕ

ترجمہ

آخرت کے ساتھ اپنا من لگا
اس پرائے جگ سے کیا لینا تجھے
آخرت میں تو بنا اپنا مقام
دیکھ لے "ہوٗ" سے مرا اندر بجے

ے

اندٕ وَن نیرتھ تپ ژٕ رہا
ہر کرٕ ہا دوہ پل ہاکس تہٕ ہندے
آنٕ ژٕ کھ یوٗد پتھ کرٕ ہا
تی یوٗد کرٕ ہا مسرٕ ہا کندے

ترجمہ

گھنے جنگل میں اگر تپ کر سکوں
دوہ پل ہاکھ اور ہندے سکونا کر سکوں
آئے غصے کو جو تابو کر سکوں
کر سکوں تو موت آساں مر سکوں

[illegible] ان مثالوں سے [illegible] کلام [illegible] ہیں جو [illegible]

[illegible] جنگلی [illegible] کے مقامی نام۔

Marfat.com

بڑے نمائندے کی حیثیت سے علمدار کے جلیل القدر رتبے پر فائز ہیں سے میرا نقطۂ نظر واضح ہو جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو کشمیر میں ریشیت یہاں کے بنیادی مذہبی مزاج سے ہم آہنگ بھی ہے اور اسلامی تصوف کے طفیل رو بہ اضافہ بھی۔ "لل دید" ۔ شیخ العالم اور دوسرے تمام بزرگ "غار" کو ایک خاص اہمیت دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ "غار" کسی پہاڑی کھوہ کے بجائے ایک اشاریہ اور استعارہ بھی ہے۔

ریشیت کی بنیاد "محبت" پر ہے۔ "محبت" انسان کو انفرادی زندگی میں اچھا بناتی ہے۔ اس کے برعکس دنیاوی جبر سماجی تہذیب و لام بندی پر یقین و اعتقاد ہے کہ انفرادی زندگی کو اجتماعی قوانین و اذن سے اچھا بنایا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں تعزیر و سزا وہ بنیادی ذرائع ہیں۔ جن کے تحت "اس انفرادیت" کو ایک متعینہ سانچے میں ڈھالنے کا مفروضہ اور منصوبہ بنایا جاتا ہے کہ فرد تو ایک جانورِ محض ہے صرف چند ملّا یا عالم قسم کے مفکر ہر ایک "انفرادیت" یعنی فرد کے بارے اسکی فلاح و نجات کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اس کی دونوں صورتیں (یعنی دینی اور لادینی) عامرانہ ذرائع میں یقین کی وجہ سے ڈکٹیٹروں سے تواریخ کے ہر دور میں ہاتھ ملاتے نظر آتے ہیں ـــــ "..... عوام الناس کی نجات اور رہبری کو ریشیوں کا شعار" گردانا اسی ذہنیت کا پرتو ہے، حالانکہ ریشیت اور "نجات کے لئے رہبری" رد متضارب اور باہم مخالف رجحانات ہیں۔ ریشیت کی بنیادی اساس "محبت" ہے اور "رہبری" کا فرض ادا کرنے کا تصور خالص (CYNICISM) پر سوال کرتا ہے۔

تعالی اللہ عن ذالک علوًا کبیرًا۔ اللہ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ لوگوں کی توجہ سے کمال حاصل کرے۔ چنانچہ "محبت" ہی وہ ذریعہ ہے جسکی بدولت ہم "نجات" کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے "اولیت" شرطِ اوّل ہے۔ مَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُوْرٍ ـــــ جس کو اللہ نے روشنی نہ دی ہو اسکے لئے کوئی (کہیں بھی) روشنی نہیں۔ چنانچہ ریشیت کا بنیادی وطیرہ ہی یہ ہے کہ ترکِ لذات و ترکِ علائق اس حصولِ نور میں اسی وقت معاون ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

جب وہ "منتخب" ہو۔ ہاں ان صفات کی ترویج اور ان تعینات کی ترقی جو "حقیقت مطلق" کے پرتو کی حیثیت سے ہم میں پوشیدہ ہیں "تپ" "گیان" اور "ذکر" سے ممکن ہیں شیخ العالم کا یہ بند اس سلسلے میں قابل غور ہے ؎

پَر تہٕ پان یُس ہیوُے وہندے
سُے بوٚ سپنٛدے ترٛتھ آسو

ترجمہ : خود پرائے ہیں جو مٹ جائے روئی
ناو تیری پار سمجھو لگ گئی

چناں چہ اسی تصور وحدت وجود کی بنیاد پر مشہور زمانہ ضرب المثل حضرت علمدار کے ساتھ وابستہ ہے کہ "آب چھکھ ڈکھوان ساسہ چھکھ کتران" یعنی "ہاتھ میں عصا کیا ہے۔ جان ہزاروں کی لیتے ہو" یا "اَہر کرِ ہادوہ پل ہاکس تہٕ ہندے" اسی تصور وجود مشترک سے عبارت ہے۔ اور چونکہ ہر شے میں وہی ہے اس لئے ہر شے سے "محبت" اسی سے محبت ہے۔ اور کسی شے پر ظلم اسی پر ظلم ہے۔

اس مرتبے کو پانے کے لئے قناعت اور استغنا، دینداری اور محبت، ریاضت اور محویت مطلق لازمی ہیں۔ ؎

کیا کرِ پانژن دہن تہٕ کہسن
سُہ پانہٕ مہن دتھے دراو
یوٚ دوے ساری اکی وتہ لہ ہن
اَہر لیاز راوہے مہسن ہ و

ہمارے حواس خمسہ یا گیان اندریا یعنی کہر آن رسنا۔ چھچھ۔ سروتر اور اتوک

Marfat.com

بمعنی شامعہ۔ لامسہ۔ یاصرہ۔ سامعہ اور ذائقہ اور دس جذبات اور گیارہ (SENTIMENTS) پر قابو پاکر ہی انسان "ابوالارواح یا پرم آتما" کا گیان حاصل کر سکتا ہے۔ اس غرض سے انسان کو اپنی تمام تر قوت ارادی کو صرف مبارزت کر کے نفس امارہ کے اذن یا اڈ (ID) کی جویائی اور سرگرمی سے نجات حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس معاملے کو ہم مندرجہ ذیل خاکے سے سمجھ سکتے ہیں۔

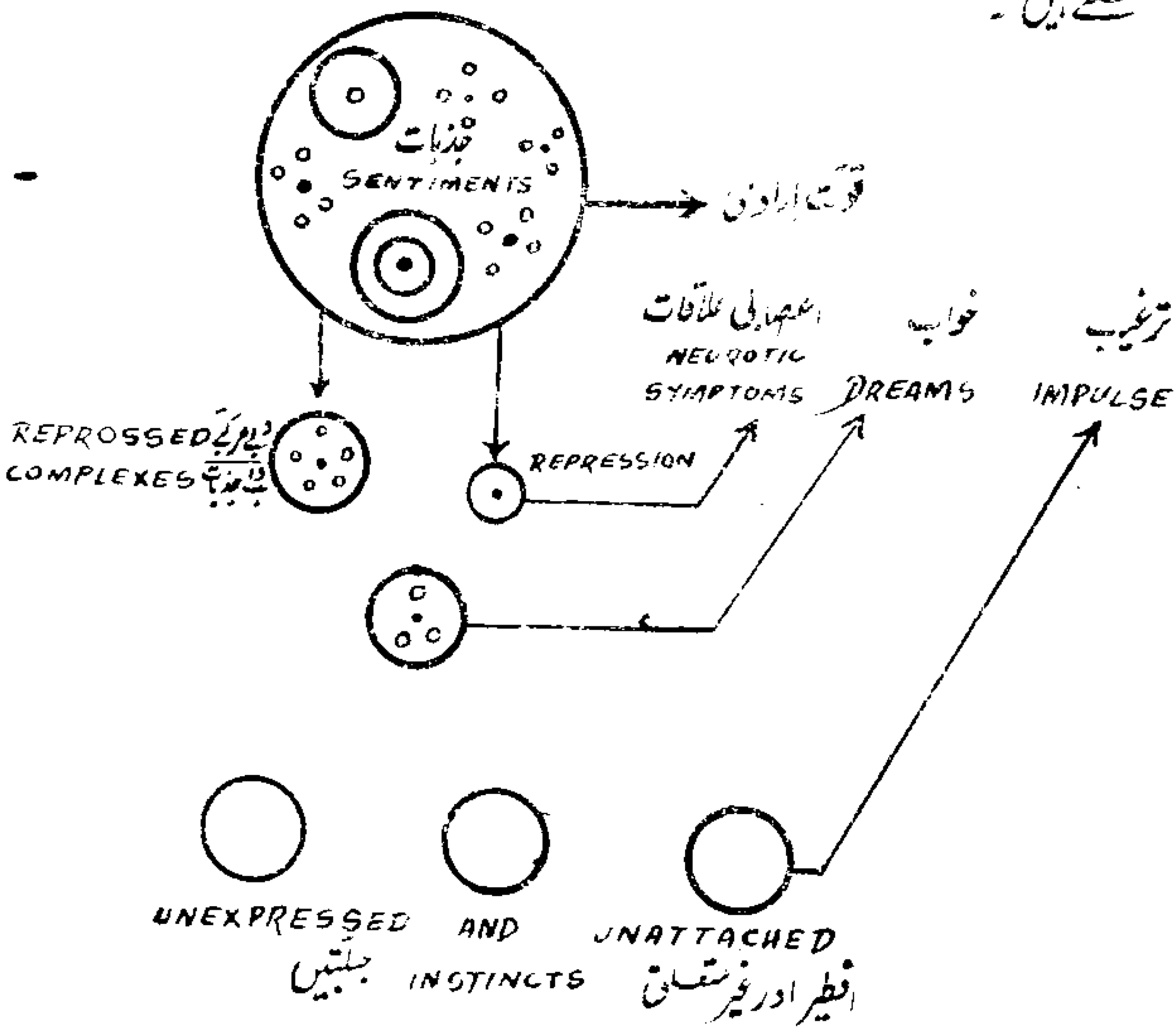

چنانچہ مندرجہ بالا خاکے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی جبلتوں جذبات اور دوسرے احساسات کی قلعہ بند قوت کے برعکس انسانی ارادے کے امکانات کی فتح کس قدر مخدوش ہے لیکن ریشیت جس وقت استغناء سے وجود کو روشناس کر کے اسکی عادت ڈالتی ہے تو دینداری کی راہ روشن ہو جاتی ہے۔ جسکی بنا پر وہ نا اطمینان جاتا رہتا ہے۔ جو ہمارے اِڈ (ID) کی فطرت ہے۔ اس طرح سے ریاضت پر جسم و ذہن مائل ہو کر محویت مطلق کے مرتبے تک پہنچنے کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ ایک بہت ہی عظیم عارفہ للہ وید بھی اس "واردات باطنی" کے تجربے کو اپنی فنی گرفت میں لا کر

Marfat.com

سلوک کے عرفان تک پہنچنے کا پتہ دیتی ہیں۔ ؎

کیشاہ کر پانژن دہن تہ کہن
دوہ کھشن یکھ لیجہ ہکم کرتہ گیے
ساری سمہ ہن یکھ رز لمہ ہن
اوکیاز راوے کھشن کار

کشمیر میں ریشیت کی ابتدا کسی حادثہ یا تاریخ کے کسی ایک منفرد واقع پر منحصر نہیں
بلکہ تواریخی تناظر میں ایک معاشرے کی مسلسل اور متواتر ارتقاء [illegible] کے بنیادی [illegible]
کی استواری اور رو بہ نہاد فطرت ہے۔ کسی تاریخ دان کا یہ کہنا کہ تہذیب کی ابتدا [illegible] صول
دریا کے کناروں اور گھاٹیوں پر ہوئی ہے۔ ایک تاریخی کلیہ ہے۔ چنانچہ [illegible]
دور کے بعد ہو "آبی دور" (جھیل کے عقبی) کشمیر کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ابھرنے والی تہذیب [illegible] کرنے والا ہو
(جس کا [illegible] پر تو آج بھی [illegible] کیوں کہ [illegible] گرم و خشک [illegible]
انتہائی سرد خطے [illegible] ایک وسیع تر آبی ذخیرے (جھیل) کے گرد بود و باش [illegible]
[illegible] رعایت کرنے اور [illegible] اپنے [illegible] کرنے اور [illegible]
[illegible] چنانچہ کشمیری تہذیب کے بنیادی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنے والے [illegible]

Marfat.com

اہتمام کے بغیر بنائے رکھنے کی فطرت کی تاثیر سے خمیر پذیر سرزمین حصے میں آئی۔
اگر تاریخ کی وسیع تر اقامت گاہوں کو کھنگالا جائے تو ہر دور میں کشمیریوں کی فطرت
میں جھیل کی سی وسعت اس کے نیچوں پانیوں کا پُرسکوت بہاؤ، فولاد کی طرح سخت نرمی سیال
کی مانند رواں نغمگی اور پانی کے وجود کی گداز وحدت کا اہتمام جاری و ساری ملے گا۔ (گویہ آرکیولاجی
اور تاریخ کے طالب کا کام ہے کہ آیا ناگ اور پشاچ یہیں کے اصلی باشندے تھے یا جھیل کے دور میں
یہاں وارد ہوئے تھے) اگر نیل مت پران کے اساطیری کردار کاشم ویرا جس نے اپنے گرو کے
حکم پر بڑی تپسیا کے بعد خادنیار کے مقام پر ایک سرنگ کے ذریعے سے جھیل کے پانی کی نکاسی کا کارنامہ
سرانجام دیا تھا کو آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال پرانا ایک توانا کردار مان سکیں کیونکہ بقول
محمد الدین فوق کشمیر کی وادی ساڑھے پانچ چھ ہزار برس پہلے جھیل تھی اور دوسری جانب سے
کشمیر کا اپنا سنہ جو کہ آج ۵۰۵۲ سنہ ہے اسی کردار کاشم ویرا کے زمانے سے ہی
چلا آ رہا ہے۔ نیل مت پران، محمد الدین فوق اور کشمیری سنہ جو کہ ۵۰۵۲ سنہ لوکک ہے
بھی شہادتیں ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتی ہیں کہ کاشم ویرا کا کردار اساطیری رنگ لئے ایک تاریخی
کردار ہے۔ اور کاشم ویرا کے اپنے گرو کی خواہش پر وادی کا طواف کر کے امرناتھ یاترا پر جانے
اور وہاں سے واپس آ کر ستی سر کا پانی باہر نکالنے کا حکم دینا۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ
جاتی ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال پہلے بھی ریشیت یا اس سے ملتا جلتا کوئی مسلک کشمیر میں
نہ کسی روپ میں موجود تھا۔ یہاں کے لوگ اچانک صوفی منش لوگوں کے فدوی ہوئے ہوں سمجھ
نہ آنے والی بات ہے اور نہ نووارد مسلمان مبلغین کے پاس کوئی ایسا چھومنتر جادو تھا کہ وہ
یہاں کے لوگوں کو حلقہ بگوش درویش کرتے۔ جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ ہمارے
آتا ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ریشیت کے سلسلے میں کشف و کرامات اور قوت باطنی کے تصور کو
اعتقاد کا گہرا تحفظ ہے وہ اسی پانی کی تہذیب سے موصوف ہے۔ آج بھی کشمیریوں کی اکثریت
وہ چاہے ہندو ہوں یا مسلمان، درویش اور صوفی منش لوگوں سے دنیاوی حاجت روائی اور

Marfat.com

اوخسری کی امید رکھتی ہے یہ ایک طرف سے ہماری فطرت میں پانی کی صاف وشفاف مگر حصار بند تہذیب اور دوسری جانب سے ہمارے اجتماعی لاشعور کی ایک تہہ در تہہ پرچھائیں ہے جو تاریخ کی ہر اقامت گاہ پر نہ صرف مائل بہ وسعت رہی ہے بلکہ تواریخ کی خمیر پذیری (FERMENTIVE) فطرت اسکو آشنائے عمق بھی کرتی رہی ہے۔ بہرحال یہ قوم تہذیب و تمدن کے ہر دور میں صوفی منش اور درویش صفت لوگوں کی پذیرائی ہی نہیں کرتی رہی ہے بلکہ اس سرگرمی میں لاشعور اور بعض اوقات شعوری طور شامل رہی ہے۔

کشمیر میں "موجودہ ریشیت" کو اس تواریخی تناظر میں بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ متذکرہ ریشیت بہرحال سلوک کے سلسلے میں قدیم ریشیت سے مختلف ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۰ پر دیئے گئے خاکے کو اگر دوبارہ دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ریشیت کے رجحان میں بنیادی اعتقادی چھتے (CONSTELLATION) کا مرکز موت پر مدار رکھتا ہے' یہ موت کے خوف کے بجائے اسکے "شعور" کا استعارہ ہے جو "تعین نجات" کی آرزو یا آرزو پرستی سے عبادت ہے۔ آج بھی اگر دیکھا جائے تو نہ صرف پرانی بلکہ نئی نسل بھی فرزندانہ اطاعت کی تاکید میں امید یا آرزو کے دامن کو غیر معمولی حدود تک پھیلانے کی روادار نظر آتی ہے۔ ہر بزرگ دوسرے سارے برخوردار متعلقین سے فرزندانہ اطاعت کا شعوری یا غیر شعوری طور مطالبہ نظر آئے گا۔ بادی النظر میں یہ اجداد پرستی کے طفیل نسل کی ابدیت کا "اجتماعی لاشعوری عقیدہ" نظر آتا ہے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ریشیت کے مسلک میں گرو اور چیلے کے درمیان اس طرح کے سینہ بہ سینہ بلکہ باطنی عقیدے کو بڑا دخل ہے۔

ریشیت دراصل "محبت" اور ایک مخصوص طرز عمل پر مبنی ہے۔ کشمیر میں انسانیت پسندی اور انسانیت نوازی، شائستہ اور رحیمانہ انسانی تعلقات پر جو زور دیتی ہے وہ یہاں کی تہذیب و تمدن کا بنیادی ورثہ ہے اور اس طرز عمل کی استوازی میں ریشیت صدیوں سے ایک

Marfat.com

خاموش مگر تجریدی (ABSTRACT) سماجی اخلاقی ادارے کی صورت میں سرگرم ہے۔ بہرحال ریشیت میں محبت و وامکان و ابعاد (DIMENSIONS) کی صورت میں اپنے مختلف درجوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ طریقت کا ہر درجہ طے کرنے کے ساتھ ساتھ اس محبت کی نوعیت اور درجے کی شدت بدل جاتی ہے اور پھر تعمیر میں جو فرزندانہ تصور اطاعت یہاں کی تہذیب و تمدن کا ایک بنیادی رویہ ہے سماجی سطح پر وہی وفاشعاری اور بے غرضی کہلاتی ہے۔ چنانچہ یہ انسانیت پسندی منفی احساسات نہیں بلکہ رواداری اور درگذر کی ایجابی خصوصیات سے ممتاز ہے۔ اس کے لئے احترام "فردیت" وفاداری اور بے غرضی بلکہ استغنا ناگزیر ہیں۔ اور ریشیت ان تمام شرائط کو پورا کرنے کا اذن دیتی اور حوصلہ بخشتی ہے۔

مندرجہ بالا آثار کے بعد کسی بھی قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ کیا "محبت" شخصی یا سماجی سطح ہے۔ اور کیا یہ کسی غیر جسمانی سطح پر بھی ممکن ہے اور کیا یہ افلاطونی استغراق (PLATONIC DEVOTION) سے بلند سطح پر بھی ممکن ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب جہاں [illegible] سماجی اور ذاتی زندگی سے عبارت ہیں تو ہمارے یہاں مقامی تناظر میں علمدار کشمیر کی ذاتی زندگی اور وادی بھر کی ایک طرح کی "ولاس یاترا" اس معاملے کو آئینہ دکھاتی ہے پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم کسی درخت کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں حالانکہ اس درخت کو کوئی ایسا عضو نہیں ہوتا جو ہماری دلچسپی اور کشش کا باعث ہو سکتا۔

ریشیت [illegible] صداقت میں سے صداقت کو بنیادی اہمیت کا [illegible] کے حصول کی امید [illegible] صداقت [illegible] اور [illegible] کی سرگرمی [illegible] تجربے سے اس [illegible] سطح پر دوچار ہوتے ہیں۔

حق تز ایتھ مشاز یوسٹ پر عقس [illegible] ٹرکس [illegible]

Marfat.com

ترجمہ

چھوڑ کر حق کو حق [illegible] ترک [illegible]

چنانچہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ریشیت میں دوسرے [illegible] کی شعور کی بازیافت کو ہی نجات کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس رویّے کی [illegible] جس سے یہاں کی رواداری کا مزاج استوار ہوا ہے۔

شیخ الاسلام کے تعلقات اپنے دور کے بادشاہوں سے کیا تھے؟ مختلف بادشاہوں نے اُن کی سرگرمیوں کو کس نظر سے دیکھا؟ — یہ ایک ایسا اہم سوال ہے جس کے بارے میں تذکرہ نگار اور مصنفین بالکل خاموش ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمعصر مورخوں نے [illegible] کیوں [illegible] یہ [illegible] سوال ہے۔ جو ادب و تاریخ کے [illegible] ہمعصر تواریخ دان دراصل [illegible] کا واسطہ تھا انہوں نے [illegible] کہ شخصیت [illegible] جو تا قیامت [illegible] اس بزرگ کے تعلقات [illegible] حیرانی کن [illegible] کہ مختلف بادشاہوں [illegible] دوم یہ کہ اپنے [illegible] کا احساس ہوا [illegible]

Marfat.com

⊙ ارجن دیو مجبوبؔ

ہندومت اور ریشیت

ہندوستان کے مختلف مذاہب کے ارتقاء میں ہندومت اور ہندو تہذیب کو ایک
اہم اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تہذیب آریائی اور غیر آریائی قوموں کی وہ تہذیب
ہے، جو قبل مسیح صدیوں میں ہند کی سرزمین پر پنپ کر زمینی اور سمندری راستوں سے
ہند چین جاوا ملایا اور کئی دیگر ممالک تک پھیل گئی۔ چنانچہ سنیتی کمار چٹرجی اپنی کتاب "ہند آریا
اور ہندی" میں ہندو تہذیب کی اس توسیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ [illegible] خواہش نہیں تھی جس نے ہندو مجبور ہو کر قدیم ہند
برہمن اور بدھ ــــ نے ناقابل تسخیر پہاڑوں، صحراؤں اور بیابانوں کو عبور کیا اور سمندر
ہیبت [illegible] کا سامنا کیا بلکہ اس میں ان کے روحانی جذبہ کی کارفرمائی تھی۔ یہ سب انہوں
تجارتی منافع کی خاطر نہیں کیا بلکہ اس خواہش کے لئے کیا کہ بودھ اور ریشیوں نے جس
اور عملی فیضان کی تعلیم دی تھی اس میں ساری انسانیت کو شامل کر لیا جائے" ــــ (ص

اس سے قبل کہ ہم اس مضمون کے موضوع کی اور چلیں یہ امر لازمی بنتا
کی تہذیبی قدروں کا ایک مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ موضوع پر بحث کرنے میں سہولت
ہو سکے۔ آج تک کہا جاتا تھا کہ آریا چونکہ کافی تہذیب یافتہ تھے اس لئے ان کے آنے

Marfat.com

ہندوستانی تمدن آگے بڑھا جس میں ویدوں کی تعلیم نے ایک اہم رول ادا کیا۔ لیکن جوں جوں تحقیق آگے بڑھتی ہے حقایق سے پردہ اٹھتا ہے۔ چناں چہ زبانوں کے مشہور ماہر سنیتی کمار چیٹرجی اس بارے میں ہند آریائی اور ہندی صفحہ ۲۵ میں وضاحت سے کہتے ہیں کہ:

"نئے مواد اور نئی تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی تمدن کی تشکیل کا سہرا صرف آریاؤں کے ہی سر نہیں بلکہ اس کی بنیادیں فراہم کرنے میں ہندوستان کے غیر آریائی لوگوں کا بھی حصہ تھا۔ بلکہ بڑا حصہ تھا۔ شہروں میں بسنے والے غیر آریائی لوگوں کے سامنے آریہ محض خانہ بدوش وحشی تھے۔ اور ملک کے بعض حصوں میں غیر آریا آریاؤں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ مادی تمدن کے حامل تھے۔ یہ بات اب واضح ہوتی جاتی ہے۔ کہ ہندوستانی تمدن کے تانے بانے میں غیر آریاؤں کا حصہ کہیں زیادہ ہے" ـــــ ظاہر ہے کہ ہندو تہذیب میں وہ تمام عناصر شامل ہیں۔ جو اس میں ق۔م کی غیر آریائی قوموں، آریاؤں، بودھوں اور ہندو عہد میں پروان چڑھے اور پھر ایک مشترکہ ہندو مت میں ایک ہو کر سما گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشہور سکالر محمد مجیب ہندو مذہب کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہندو مذہب میں تصورات اور عقائد الگ ہونے پر بھی اس مذہب میں زندگی کا ایک نظام تسلیم کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "تاریخ تمدن ہند" میں کہتے ہیں:۔

"موریا اور کشان عہد میں ہندوستان کے پرانے شاہی خاندانوں اور کھتری ذات کی کوئی خاص آبرو نہیں تھی۔ اور ہندوستان کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ حصوں میں حاکم طبقے پر بدھ مت تعلیمات کا اثر تھا۔ غالباً اسی زمانے میں برہمنوں نے شاہی خاندانوں کی مخصوص روایتوں پر قبضہ کر لیا۔ اب تک ان روایتوں کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اور ان کو یاد رکھنا اور بیان فرمانا شاعروں کا کام تھا۔ برہمنوں نے ان روایتوں کو جو اب مہابھارت، رامائن اور پرانوں میں ملتی ہیں ایک دینی حیثیت دے دی اور یہ مذہبی تعلیمات کی اشاعت کا ایک ذریعہ بن گئیں۔ انہیں یکجا کرتے وقت اعلیٰ اور ادنیٰ مناسب اور نامناسب کا کوئی امتیاز نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو چھ ہاتھ آیا وہ جمع کر لیا گیا۔ اسی وجہ سے رزمیہ داستانوں اور پرانوں میں ہم کو مختلف زمانوں کی تہذیب

Marfat.com

اور رسمیں اور متضاد مذہبی تصورات ملتے ہیں"۔ (صفحہ ۱۷۵ — ۱۷۶)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم ہندو مت کی تمدنی قدروں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں
تو اس میں ہمیں ویدوں سے قبل کے تمدنی دور، ویدوں، برہمنوں، اپنشدوں، پرانوں، رامائن
مہابھارت اور گیتا کے علاوہ شیو مت، وشنو مت اور بدھ مت کے عقیدوں سے پیدا شدہ قدروں
کے بھاری خزانے ملتے ہیں۔ اور صاف ظاہر ہے کہ جب ہم ہندو مت اور ہندو تمدن کی بات کرتے
ہیں تو اس میں وہ تمام مذہبی دھارے شامل ہوتے ہیں جو قبل مسیح سے گپت عہد تک ہمارے سامنے
آتے ہیں۔ اسی لئے ہندو تمدن میں ان تمام دوروں کے تمدن کا مشترکہ سرمایہ دستیاب ہوتا ہے
اس تمدن میں برہما، وشنو اور شیو جیسے دیوتاؤں کی اعلیٰ ذاتیں ملتی ہیں۔ اس میں سرسوتی (علم
دیوی) لکشمی (دھن کی دیوی) اور پاروتی یا درگا (شکتی کی دیوی) جیسی دیویاں ملتی ہیں۔
یہ گوتم بدھ کی تعلیمات کا وہ جوہر ملتا ہے جو ہندوستان کی سرحدوں کو پھاند کر چین، جاپان
وسط ایشیا کے ممالک کی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں ایک اہم حصہ ادا کرتا ہے۔ اس میں شیو
کے ویدانت کا وہ فلسفہ ملتا ہے جو جنوبی ہند سے لے کر کشمیر تک بودھ بھکشوں کو ہراتا ہوا فتح کے
جھنڈے گاڑتا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں شیو فلسفہ کی وہ باریک و بالا پرتیں ملتی ہیں جو صدیوں
ہندوستان کا سرمایہ حیات رہا ہے۔ اس فلسفے کی بنیادیں کھوجنے لگیں تو ہم ایرانیوں کی
سے اپنے قدیم تمدن کی سرحدیں ملانے لگتے ہیں۔ اس میں پرانوں کا وہ گراں قدر تاریخی اور تہذیبی
سرمایہ شامل ہے جس سے ہمارے تمدنی ارتقاء کو سمجھنے میں بے حد مدد ملتی ہے اور ان عالموں
سادھوؤں، رشیوں اور منیوں کے علمی اور تحقیقی تجربوں اور انسان دوستی کی ایک لمبی تاریخ ملتی
ان رشیوں میں سے بے شمار ہندوستان آج تک اس مدت کے ماننے والوں کے لئے باعث افتخار
عقیدت ہیں —

اتنا ہی نہیں یہی وہ تمدن ہے جس نے درشنوں (فلسفہ) کے ایسے دریا بہائے
جن میں آزاد خیالی کی روح واضح صورتوں میں پرواز کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ایک

Marfat.com

ہمیں سانکھیہ مُنی کا وہ فلسفہ ملتا ہے۔ جو مادے اور پُرشوں سے ماورا کسی ذات یا وجود کو تسلیم نہیں کرتا یا چارواک کا وہ فلسفہ ملتا ہے۔ جو جدلیاتی تصور کو ہندوستان میں پہلی بار پیش کرتا ہے اور لوکایت فلسفے کو جنم دیتا ہے، جس کا تذکرہ ہمیں چھاندوگیہ اُپنشد میں تفصیل سے ملتا ہے۔ اور اس فلسفے کی رُو سے چارواک کہتا ہے کہ وید، جین اور بودھ دھرم کی کتابیں جو تصورات پیش کرتی ہیں انہیں نہیں مانتا بلکہ شعور بنیادی عناصر سے ہی پیدا ہوتا ہے اور مادی عناصر شعوری عناصر جنم لیتے ہیں۔ لیکن فلسفوں کے اس عظیم سرمائے میں ہمیں پتنجلی کا یوگ درشن بھی ملتا ہے جو اُن تمام مراحل تک پہنچنے میں ایک معتقد کی رہنمائی کرتا ہے جن مراحل سے گذر کر وہ اعلیٰ ذات یا اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

یہ ایک دوسرے کو سمجھنے، مختلف خیالات کو بے باکی سے پرچار کرنے اور سچائی کی تہہ تک پہنچنے کے لئے دوسروں کی قدر دانی ہی نہیں بلکہ آزاد خیالی کی تابندہ مثال ہے جو ہندوستان میں ہمیں ملتی ہے۔ یہ سارا فلسفہ نئی تبدیلیوں سے نہ ڈرنے کی تعلیم دیتا ہے اور پرانی قدروں کو اگر وہ بے کار ہوں چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے اور ایک خوشگوار تبدیلی کے ساتھ دیگر مذاہب بشمول اسلام وغیرہ کے مقابلے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب کے اشتراک سے ہمارے ہاں ریشی، صوفی ازم اور بھگتی تحریک کا ظہور ہوا اور ہمارے ہاں HUMANISM یعنی انسان دوستی کا عالمی تصور پیدا ہوا جس میں بیش بہا کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جو مذہبی منافرت اور تنگ نظری کو قلع قمع کرتی ہیں اور عوام کے دکھ درد کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جابر حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔

یہ اسی تمدن کا نتیجہ ہے کہ پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ جیسے بلند اور عالیشان ادارے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام ایشیائی ممالک میں اپنی علمی روایات کے لحاظ سے عظمت کے حامل ہیں۔

اس مختصر سے جائزے میں جو طویل مضمون کی وجہ سے پہلو تہی کی گئی

Marfat.com

لازمی بنتا ہے کہ ہم اس مضمون کے اہم موضوع یعنی رشیتیت کی طرف اپنی توجہ مرکوز کریں۔ ظاہر ہے کہ ہمیں سب سے پہلے لفظ رشی پر غور کرنا ہوگا۔ پرانوں میں متسیہ پران کو کافی قدیم ہونے کی وجہ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس میں لفظ رشی کے معنی اور اس کے ادھیان کے بارے میں تحریر ہے:

HE WHO HAS ACQUIRED BRAHMAGNANA, TRUTHFULNESS, LEARNING, TAPASYA AND KNOWLEDGE OF THE SASTRAS IS A RISHI. WHEN THIS RISHI GOES BACK AND DISSOLVES IN THE HIGHEST UNMANIFESTED BY BUDDHI YOG, HE IS CALLED PARMA-RISHI, THE GREAT RISHI.

(MATSEYA PURAN, EDITED BY JAMNA DAS AKHTAR, PART II CHAPTER 145, PAGE: 50-51)

"یعنی جس نے علم کل، سچائی، علم، جسمانی اذیت اور شاستروں پر دسترس حاصل کی ہو رشی ہے۔ جب یہ رشی واپس ہو کر خالق کل میں غیر ظاہری طور پر بدھی یوگ سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو وہ عظیم رشی کہلاتا ہے۔"

جہاں تک ویدوں کا تعلق ہے اس کے ہر منتر کے چھند (بحر) کے ساتھ اس منتر کے خالق رشی کا نام ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم رگ وید ۱۰ — ۱۱۷ منتر کو لیتے ہیں۔ اس منتر میں حاجتمندوں کی امداد پر زور دیا گیا ہے۔ اس کا عنوان اور رشی یوں دیا گیا ہے:

SUPPORT THE NEEDY

RIGVEDA X — 117 METRE :- TRISHTUBH, JAGTI.

RISHI :- BHIKHSHU (MEDICANT)

Marfat.com

THE SUN OF ANGIRAS.

(THE VEDIC HYMNS)

اسی طرح سے ہر منتر کا اپنا رشی ہے۔ سنسکرت ادب میں ویدک دور کا تذکرہ کرتے ہوئے وید کے مصنفوں کی صفات کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

AUTHORS OF RIG VEDA WERE THE FOUNDERS OF THE CIVILIZATION OF INDIA, THEY DEVELOPED AND PROPAGATED THE CULTURE, THEY GUIDED THE NATION SINCE THEY SAW AND REALISED THE TRUTH WHICH ORDINARY MEN CANNOT SEE AND UNDERSTAND, THEY UNDERSTOOD SOME ETERNAL FACTORS IN THE WORLD.

(SURVEY OF SANSKRIT LITERATURE

BY K. RAJA, PAGE 20)

"رگ وید کے مصنف ہندوستان کی تہذیب کے موجد تھے۔ انہوں نے تمدن کو ترقی دی اور اس کی تبلیغ کی۔ انہوں نے قوم کی رہنمائی کی کیونکہ انہوں نے اُس حقیقت کو دیکھا اور سمجھا جسے معمولی آدمی دیکھ اور سمجھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے چند ازلی عوامل کو اس دنیا میں جان لیا۔"

غرض پرانوں اور ویدوں کی رو سے ایک رشی اعلیٰ صفات کا نمونہ ہوتا ہے جو جنگلوں میں رہتا ہو یا آبادی کے کسی حصے میں۔ اس کا علمی کاوش اُن حقیقتوں تک پہنچ جاتی ہے جن تک عام آدمی نہیں پہنچ پاتا۔ وہ زندگی کی بھرپور مسرتوں کے مقابلے میں جنگلوں کی تنہائی اور قدرت کے نظاروں کو پسند کرتا ہے اور اپنا اور لوگوں کا بھلا چاہتا ہوا انکی سماجی اور علمی رہنمائی

Marfat.com

کرتا رہتا ہے۔

دراصل ہمارا ملک قدرتی حسن کی گوناں گوں رنگینیوں کا ازلی گہوارہ رہا ہے۔ چاہے جنوبی ہند ہو یا نربدا کے سنگِ مرمر کے پانیوں کا کنارہ، چاہے شمالی ہند کے ہردوار بدری ناتھ یا کاشی کے پاکیزہ تیرتھ ہوں یا ریشی کیش اور تیوون (ہردوار کے قریب ایک جنگل) کا پُرسکون ماحول، چاہے کشمیر کے قدرتی اور روح پرور نظارے ہوں یا ہمالیہ کی عظیم برفانی چوٹیوں کے جھولے میں پروردہ دیودارو کے سدا بہار جنگل، چاہے متھرا کے تھرکتے اور گاتے بن ہوں یا سمندری ساحل کی شانت فضا چاہے گنگا اور جمنا کے ٹھنڈے کنارے ہوں یا وِتستا کی خاموش روانی، اس ملک کے NATURE (نیچر) میں ایک جادو ہے سحر کاری ہے ایک وسعت ہے ایک بحرِ بے کراں عجیب عظمت ہے جو ایک سوچنے والے شخص کے لئے اپنے اندر بہت کچھ سموئے ہوئے ہے۔ یہ قدرت اپنے اندر رازوں کے خزینے چھپائے بیٹھی ہے۔ اور لکھوکھا پیار سے ذی فہم آدمی کو دعوت دیتی ہے کہ وہ سیکھے اس قدرت سے سیکھے اور بہت کچھ سیکھے۔ اور ذرا انسانی علم کے ہمہ پہلو خزانے، قدرت اور اس کے اندر ہونے والے ہر تغیر سے ہی تو جنمے ہیں۔ انسان قدرت کا پروردہ ہے۔ اور وہ قدرت سے تصعید ارتفاع اور بلند پروازی پا چکا ہے۔ قدرت کے اسی ماحول نے اس ملک میں ریشیت کو جنم دیا ہے۔ اور یہاں کے ریشی اور منی، سادھو اور فقیر اسی ماحول میں غوطہ زن ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ قدروں کی تخلیق کر بیٹھے ہیں۔ اسی ماحول نے فلسفے اور مذہبی ریاضت کو پروان چڑھایا ہے۔ شاعری اور بلند خیالی کو اسی ماحول نے پروان چڑھا کر جلا بخشی ہے یہ ماحول نہ صرف ہمارے لئے بلکہ دنیا بھر کے عالموں اور صوفیوں کے لئے باعثِ کشش رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے طالب علم اس ماحول سے فیضان حاصل کر چکے ہیں۔

ہمارے ملک کے ریشیوں کے سامنے عالمی انسان کی ذات زیرِ نظر رہی ہے۔ اسی لئے گائتری منتر کا ریشی وشوامتر یعنی سارے عالم کا دوست اور بہی خواہ ہے۔ تلیہ پران میں ریشیوں کی پانچ قسمیں بتائی گئی ہیں جو یوں ہیں:

۱۔ شرتی ریشی (ویدک ریشی)

Marfat.com

۲۔ اویکت آتما (جو ریشی ہو کر ریشی ہونے کا انکشاف نہ کرتے ہوں)

۳۔ اندریہ آتما (خود اعتمادی ریشی)

۴۔ بھوت آتما (عنصری ریشی)

۵۔ مہاتما (افضل روح والا ریشی)

ریشیوں کے نام انہیں حاصل شدہ علوم کی بنا پر مختلف رہے ہیں۔ چنانچہ برہما کے ذہن سے پیدا شدہ ریشیوں کے نام درج ہیں: بھرگو، مارچی، اتری، انگرا، پلہا، کرتو، منو، دکھش، وشسٹھ اور پلستیہ۔ ان سے پیدا شدہ ریشیوں کے نام اس طرح دیے گئے ہیں:۔

شنکراچاریہ، برہسپتی، کشیپ، جیونا، اتھ، اگستیا، وشوامتر، کردم، بلاکھلیہ، وشروا، شکھتی وردھن، ان ریشیوں کے نام جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اس طرح پر ہیں:۔

یت سرناگ ناہو، بھاردواج، دلی رگ آتما، ورہدرتھش، شاردون، چیونا، ساوا، پارا شر، شرنگی، شنکھ پاد، وریہاں تک کہ راجہ دیسروتھ نے چوتھی کا گئی حاصل ہونے کی وجہ سے ریشی کا درجہ حاصل کیا۔

اسی طرح منتر کرتے ریشیوں کی تعداد بھی متعین نہیں ہے۔ ان کے نام مختلف طریقے سے گنائے گئے ہیں:

بھرگو، کشیپ، پرچیتو، دھرتی پکی، [illegible] جمدراگنی، [illegible]، سوتی، [illegible] بیاونا، دتاہوتا، [illegible] بھرگو رشی کے خاندان سے بتایا گیا ہے۔

اسی طرح اس پرکار میں ریشی انگرس کے خاندان کے ریشیوں کو یوں گنایا گیا ہے:

انگرا، متا، بھاردواج، لکھشمن، [illegible] سدھاتا، امبریش، یوتیش، پروکت، سوشرو، سداشوں، ابدھا، اتوہ، یا، اتھلا، کلی پرساد شو، وروپا، کاویا، تدبکل، اتشا، شرونا، واب شوا، [illegible]

Marfat.com

سُچتی، وام دیو، ریشی جا، وِرہ چُکلا، دھی کرگ آتما اور ککشوان، اِن کی تعداد ۳۳ ہے اور یہ منتر کرت ریشی ہیں۔ اسی طرح کشیپ خاندان کے ریشیوں کی فہرست یوں بتائی گئی ہے:-

کشیپ، سہہ وتسر، نے دھرو، نیتہ، اَسِت، دیول، انکو برہم وادی منی بتایا گیا ہے۔

اتری، اردھ سوان، سواسیا، گوستھرا، کرنک، پُورو تتھی، چھ منتر کرت ریشی بتلائے گئے ہیں۔ وششٹ، شکتری، پرسار، اِندر پرتما، بھارد وسُو، مِترورُن اور کُندِن کو گادھی، دیورت اور بالا کی اولاد بتایا گیا ہے۔

کوشک نسل کے تیرہ ریشیوں کے نام بھی یوں درج ہیں:-

مدھو چھاندس، اگ مرسن، اَستکا، لوہت، بھرت کل، اَمبودھی، دیوسرو، دیورت، پُران، دبھنجے، ششر، مہاتیجا، شلم کے نا۔

بہت ہی نامور اور صاحب مرتبہ ریشیوں کے نام متیسہ پران اس طرح پر گنواتا ہے:-

اگستیا، دردھا دیومنا، اِندر باہو یہ اگستیہ خاندان سے متعلق ہیں۔ اسی طرح دے سوتا، منو اور راجہ الاجو پُوروا خاندان سے متعلق ہیں۔ بہت بڑے منتر کار (منتر تخلیق کرنے والے) مانے گئے ہیں۔

اسی طرح بھلاندکا، وَس سوا، سنکل ویش نسل کے منتر کرت ریشی ہیں۔ اس طرح ان ۹۲ ریشیوں کو منتروں کا تخلیق کار بتایا گیا ہے۔ ان کو شرت ریشی (یعنی ویدک ریشی) کے درجے سے جانا گیا ہے۔ بعض دفعہ اچھی شاعری کی بنا پر جسے مجلسوں میں سامعین نے سنا اور تخلیق کار کے کام کی تعریف کی ریشی کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔

ویدک ریشیوں کی جگہ ویدک دور کے بعد نئے قسم کے سادھوؤں، فقیروں یا درویشوں نے لی۔ ویدک دور کے ریشی عام لوگ تھے اور وہ بھی عام لوگوں کی طرح معمول کی زندگی بسر کرتے تھے۔ انہیں زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ویدک دور کے بعد کے ریشیوں کے بارے میں کے راجا سروے آف سنسکرت لٹریچر میں لکھتے ہیں:-

BUT THE NEW ORDER OF ASCETICS HAD COME T

Marfat.com

THEY. THEY COULD NOT BE ELIMINATED FROM THE NATION. — THEY CONTINUED TO LIVE IN THE THATCHED SHEDS IN THE FORESTS, WEARING ONLY ROUGH LOIN-CLOTHS MADE OF TREE-BARKS, GROWING A MATTED HAIR, EMACIATED IN THEIR PHYSICAL FORM LIVING ON ROOTS AND FRUITS GATHERED FROM THE FORESTS. BUT THEY CHOSE SUCH A LIFE OF THEIRS ON THEIR OWN ACCORD. —— ON THE OTHER HAND THEY PRESSED COMMON PEOPLE TO KEEP ON IN THE WORLD AND NEVER TO NEGLECT THE WORLD. THEY HELPED THEM AND ENCOURAGED THEM IN THEIR LIFE OF HEROISM, THEY RENDERED THEM ALL ASSISTANCE IN THEIR NORMAL LIFE IN A FAMILY. —— THAT IS WHAT WE FIND IN THE RAMAYANA AND IN THE MAHABHARTA AND IN ALL THE SPECIMENS OF POETRY DURING THE

—— (PAGE: 85)

ایک ۔ ——

لیکن فقیروں کا نیا سلسلہ قدیم ہو چکا تھا انہیں قوم سے الگ نہیں کیا جا سکتا ۔ وہ جنگلوں میں کٹیا چھتوں کے نیچے رہتے تھے ۔ وہ ۔ف و خراش کی چھال سے بنے ہوئے لنگوٹ پہنتے ہوئے بال رکھتے اور ان کا جسم لاغر ہوتا اور وہ جنگلوں سے پائے جڑیں اور میوے کھا کر گذارہ کرتے ۔ لیکن وہ اس طرح کی زندگی اپنی مرضی سے اختیار کرتے تھے ۔

دوسری طرف وہ عام لوگوں کو تلقین کرتے کہ وہ دنیا میں زندگی گذارتے رہیں اور دنیا کو نہ

Marfat.com

کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔ وہ ان کی مدد کرتے اور بہادرانہ زندگی میں اُنکی حوصلہ افزائی کرتے اور ہر طرح سے ایک کُنبے میں ان کی معمول کی زندگی کی یاوری کرتے ۔ ——— یہی کچھ ہمیں رامائن، مہابھارت اور اس دور کی ساری شاعری کے نمونوں میں ملتا ہے۔

(صفحہ ۸۴)

اس طرح ہمیں ہندو دور کی تاریخ میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رشیت کا سلسلہ اس دور میں باضابطہ طور پر جاری رہا۔ رشی خود جنگلوں میں رہتے اور ریاضت عبادت اور ضبط نفس سے انکی جسمانی حالت کمزور ہو جاتی تھی وہ عام لوگوں کی رہنمائی کرتے رہتے۔ انہیں معمول کی زندگی اچھے طریقے پر گذارنے میں مدد کرتے اور اس بات کے پیشِ نظر عام لوگ اِن فقیروں کی قربانیوں کو تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے اور اُنکے اندر عقیدت کا جذبہ موجزن رہتا۔

ان ہی رشیوں میں سے جو لوگ زیادہ وقت علمی یا فلسفیانہ باریکیوں کو حل کرنے میں صَرف کرتے تھے وہ منی کہلاتے۔ اُن کی تخلیقات لوگوں تک پہنچتی تھیں اور لوگ اُن سے فیضیاب ہوتے۔ رشی زیادہ تر ترک نفس اور ریاضت میں دن رات لگے رہتے اور علمی زندگی کی پاکیزگی سے لوگوں کی رہنمائی کرتے۔ رشیوں کی زندگی بالکل سادہ ہوتی، درختوں کی جڑیں جنہیں کندموں کہتے تھے۔ ان کی خوراک ہوتی، وہ جنگلی پیڑوں سے گرے ہوئے میوے اور ساگ پات سے بھی پیٹ کی آگ بُجھاتے۔ اُن کا مقصد سادہ زندگی اور اعلیٰ تخیل کے ساتھ زندگی کی اعلیٰ قدروں کو حاصل کرنا تھا ——— رشی چاہے ویدک دور کا منتر تخلیق کرنے والا رشی ہو یا پورانک دور کا جنگلوں میں رہ کر زندگی کی رہنمائی کرنے والا رشی ہو یا بودھ دور کا بھکشو ہو یا اسلامی دور کا صوفی ہو، بنیادی باتوں میں ایک سے ایک وابستہ لگتا ہے اور ہزار ہا سال سے چلنے والا یہ سلسلہ HUMAN POLUTION یعنی انسانی سماج میں پیدا ہونے والی آلودگی کو دور کرتا آیا ہے۔ یہ سلسلہ اُتراکھنڈ کے جنگلوں میں خاموشی کے ساتھ گنگا کی روانی کی طرح انسانیت کو سرسبز کرتا ہوا بہتا

Marfat.com

ا ا ... مذاہب اور خیالات کو ایک انسانی تصور میں باندھتا ہوا آج تک چلتا چلا آیا ہے۔
ں کی شکلیں ہمیں ہند کی مختلف قوموں اور علاقائی زبانوں کے ادبی اور علمی سرمائے میں ملتی ہیں۔
ں میں سے کئی ریشی اتنے مقبول ہوئے کہ انہوں نے اپنے علاقوں میں لوگوں کی آڑھے وقتوں میں وہ
نمائی کی جو سیاسی رہنماؤں سے ممکن نہ ہو سکتی تھی۔ اور اس طرح انسانی قدروں کی حفاظت کی اور
میں آگے بڑھایا۔

ہندو مت کو ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کو ایسے ریشیوں پر فخر حاصل ہے۔ اسی لئے
ہ ہند کے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے بہی خواہ اور ریفارمر تسلیم کئے گئے ہیں۔ ایسے ریشیوں کے
م پر سکے ڈھالے گئے اور مہریں بنوائی گئیں۔ سندھ وادی تہذیب کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ککش دن
ور کنو جیسے مشہور ریشیوں کے نام دریافت شدہ مہروں پر کندہ ہیں۔ ایسے ریشیوں نے انسانی بہتری
ے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں جنہیں تاریخ ہمیشہ یاد کرتی رہے گی۔

آخر میں کشمیر میں ہندو مت اور ریشیت کے سلسلے میں چند باتوں کا ذکر کر کے اس مضمون
و پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری جان پڑتا ہے۔ کشمیر میں یہاں کے قدیم باشندوں یعنی ناگ، پشاچ
اور یکھشوں کے بعد ہندو مت کا دور دورہ کئی صدیوں تک رہا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی قدیم کتاب نیل مت
پران میں واضح الفاظ میں کشمیر کو "باغ ریشیان" کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

पृथिव्यां यानि तीर्थानि तानि तत्र नराधिप ।
सृष्ट्या श्रमसुसंबाधं शीतातपं सुखं शुभम् ॥

"یعنی انسانوں کے محافظ! تمام متبرک جگہیں جو دنیا میں ہیں وہاں (کشمیر میں) موجود ہیں۔
یہ جگہ ریشیوں کی جھونپڑیوں سے بھری پڑی ہے۔ سردی اور گرمی میں خوشگوار رہنے والی یہ جگہ
بابرکت ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ ہندو مت کی اساس کے پیش نظر کشمیر بھی ہند
گہوارہ رہا ہے اور یہ روایت آج تک قائم ہے۔ چنانچہ کشمیری ہندوؤں کے بارے

Marfat.com

بامزئی اپنی کتاب تاریخ کشمیر میں تحریر کرتے ہیں :-

"THE KASHMIRI PANDITS ARE DIVIDED INTO 103 EXOGAMOUS GOTRAS, EACH MEMBER OF WHICH CLAIMS TO BE A DESCENDANT OF A RISHI WHOSE NAME THE GOTRA BEARS. (PAGE 18)

"کشمیری پنڈت اپنے اپنے گوتروں سے باہر شادی کرنے والے ۱۰۳ گوتروں میں منقسم ہیں ان کا ہر فرد اپنے آپ کو اس رشی کی اولاد تصور کرتا ہے جس کا نام اُس کے گوتر سے منسلک ہے۔"

اس طرح یہ رشی سلسلہ کشمیری ہر نئے عقیدے کے ساتھ پنپتا اور پھلتا پھولتا آیا ہے۔ کشمیر میں رشیت کی جڑیں صدیوں سے قائم ہیں اور آج تک ہمیں رشیوں کے نام اور ان کے مقاموں کی ایک لمبی فہرست ملتی ہے۔ یہ رشی سبھی عقیدوں کے لوگوں کے لئے باعث عزت و افتخار رہے ہیں اسی لئے آج سے چھ سو سال قبل شیخ العالم جیسے رشی یہاں ہو گزرے ہیں۔ جنہیں ہندو نند رشی کے نام سے پکارتے تھے۔ اور آج تک اُن کو عرف عام میں بڑے پیار اور احترام کے ساتھ نُندہ رشی کے نام سے پکارا جاتا ہے اور ان کی مشہور زیارت چرار شریف [illegible] کے لوگ دیدار کے لئے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔

Marfat.com

○ محمد امین رفیقی

شیخ العالمؒ کے بعد ریشی تحریک

ریشی سنسکرت زبان کا لفظ ہے اس کے معنی تارک الدنیا عابد کے ہیں اسی کے مدنظر ریشی لوگ تنہا غاروں اور جنگلوں میں رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ العالمؒ سے قبل جو بھی ریشی گذرے ہیں ان پر بدھ مت اور ہندو مت کا اثر تھا۔ کشمیر میں اگرچہ اسلام حضرت میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز سے قریباً ۶۰ سال پہلے رائج ہوا تھا۔ لیکن یہاں کے اکثر مسلمان اسلامی شریعت سے پوری طور واقف نہ تھے۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت سید شرف الدین عبدالرحمان الملقب بہ بلبل شاہ صاحبؒ قلندر وضع بلند درجہ کے صوفی تھے انہوں نے بادشاہ کشمیر رینچن شاہ کو مشرف بہ اسلام کیا مگر قوانین شرع کی تبلیغ عوام الناس تک نہ پہنچی اس کے بعد ۱۷۸۶ء میں جب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ یکے بعد دیگرے تبلیغ دین مبین کی خاطر علماء و صلحا کی ایک کثیر جماعت کے ہمراہ وادی میں داخل ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو شریعت غرا اور اسلامی قوانین سے روشناس کیا اس کا اثر اس وقت ریشی مسلک پر بھی پڑا۔

حضرت شیخ العالمؒ نے انہی قوانین کے مطابق یہاں کے ریشی مسلک کو اسلامی طریقہ پر رائج کیا۔ اس سے ریشیت میں رہبانیت کا خاتمہ ہونے لگا چنانچہ "لا رہبانیۃ فی الاسلام" اسلام میں رہبانیت نہیں ہے کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شیخ العالمؒ ازدواجی زندگی سے

Marfat.com

منسلک رہے۔ اور لذاتِ حلال کے بھی شریک رہے۔ اگرچہ حضرت شیخ العالمؒ سے قبل بھی یہاں کچھ ریشی گذرے ہیں لیکن تاریخ کے عمیق مطالعہ سے مسلم ریشیانِ کرام کی اسلامی ریشیت کے بانی حضرت علمدار کشمیر شیخ نورالدین ریشیؒ کو ہی خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ العالم کے بعد بھی کشمیر میں ریشی تحریک برابر جاری رہی چناں چہ یہاں کے ریشیاں کرام نے ملکی سیاست میں بھی وقتاً فوقتاً حصہ لیا ہے۔ حضرت شیخ العالمؒ کے بہت سے معتقدین تھے لیکن ان میں ان کے چار خلفاء خاص طور پر قابل توجہ ہیں جن کی وجہ سے یہاں کی ریشی تحریک حضرت شیخ العالمؒ کے بعد بھی جاری رہی۔ ان کے خلیفہ اول بابا بام الدینؒ تھے۔ بومہ ساد نامی ایک ہندو راہب بومہ زو غار میں دن رات بتوں کی پوجا میں مست رہتا تھا۔ ایک دن حضرت شیخؒ بومہ ساد کے پاس پہنچا اور ساد سے کھانا مانگا۔ بومہ ساد نے کہا جو کچھ میں نے پکایا تھا وہ سب بتوں کی نذر کر چکا ہوں اور جو کچھ باقی بچا وہ خود کھا چکا ہوں۔ میرے پاس کچھ کھانے کے لئے موجود نہیں حضرت شیخ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے اٹھ تیری ہانڈی چاولوں سے بھری ہے یہ سنتے ہی سادھو حضرت شیخ سے کہنے لگا واہ تیری مسلمانی میں نے جو کچھ کہا وہی سچ ہے شرارت اور غصہ سے بھرا ہوا خالی ہانڈی لانے کی غرض سے اٹھا ہانڈی کو جونہی اٹھایا یہ پکائے ہوئے چاولوں سے بھری تھی۔ سادھو کو حضرت شیخؒ کی کرامت کا اثر ہوا آخر سوال و جواب کے بعد سادھو حضرت شیخ سے دست بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضرت شیخؒ نے اس کو بابا بام الدینؒ کے ممتاز نام سے نوازا۔

دوسرے خلیفہ حضرت بابا زین الدین ریشی تھے۔ یہ بنڈار کوٹ علاقہ کشتواڑ کے رہنے والے تھے حضرت شیخؒ جب کشتواڑ گئے تو بنڈار کوٹ میں ایک ہندو عورت اپنے بچے کو ہمراہ لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس بچے کا نام زیا سنگھ تھا۔ حضرت شیخ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے عرض کیا یہ بچہ بیمار ہے طبیب بھی اس کے علاج سے تنگ آ گئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخؒ نے عورت سے کہا اگر یہ بچہ مسلمان ہو جائے تو میں اس کو ٹھیک کروں گا عورت نے وعدہ کیا تو حضرت شیخؒ کی نظر کیمیا اثر سے بچہ شفایاب ہوا۔ جب حضرت شیخؒ واپس کشمیر آئے تو اس عورت کی نیت بدل گئی۔ بچہ پھر بیمار ہوا۔ ماں کو دل میں وعدہ خلافی کا شک پڑا تو وہ بچہ کو لے کر کشمیر آئی۔ بومہ زد پہونچ کر حضرت بابا بام الدینؒ نے ان کی مہمان نوازی کی جب حضرت شیخؒ وہاں پہونچے تو اس عورت نے انہیں آتے ہی پہچان لیا۔ حضرت شیخؒ نے انہیں مسلمان بنا کر زین الدینؒ کے نام سے نوازا اور حضرت زین الدینؒ نے [illegible] کو اپنایا اور حضرت شیخؒ کے حکم سے غار عیش مقام میں یا خدا [illegible] زین العابدین نہر شاہ کول کی کھدائی کا معائنہ کرنے گئے [illegible] ریشی کی ملاقات کو بھی گئے۔ حضرت زین الدینؒ [illegible] بادشاہ ان کی جگہ سجادہ پر بیٹھ گیا جب حضرت زین الدینؒ واپس آئے تو انہوں نے اپنے خدمت گار سے کہا یہ سجادہ دھو ڈالو [illegible] اور بادشاہ سے کوئی التفات نہ برتا یہ بات [illegible] ہی زین الدینؒ کو تبت جلا [illegible] کا حکم صادر کیا [illegible] اپنے [illegible] میت تبت [illegible] ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں آ گئے۔ انہی دنوں حضرت بابا بام الدینؒ [illegible] زین الدینؒ بہ [illegible] مکان یہاں آئے اور حضرت بابا بام الدینؒ کی [illegible] تبت چلے گئے۔ ان کے تبت جانے [illegible] زین العابدین [illegible] ہوا۔ حکیم اور طبیب علاج سے تنگ آ گئے آخر بادشاہ کے دل میں حضرت زین الدینؒ کی [illegible] کا خیال آیا [illegible] حضرت زین الدینؒ [illegible] تبت [illegible]

Marfat.com

نے حضرت زین الدینؒ کی منت سماجت کی اور انہیں اپنے ہمراہ کشمیر لایا جونہی حضرت زین الدین کشمیر میں داخل ہوئے بادشاہ بذات خود ان کے استقبال کو نکلا۔ حضرت زین الدینؒ نے عیش مقام میں انتقال کیا اور وہیں غار کے اندر سپرد خاک کئے گئے۔

بابا لطیف الدین ریشیؒ یہ حضرت شیخ العالمؒ کے تیسرے خلیفہ تھے مرووا ڑون کا سردار آدت رینہ نامی ایک دفعہ کشمیر آیا یہاں حضرت شیخ العالمؒ کا شہرہ سن کر ان کی خدمت میں فیض و برکت حاصل کرنے گیا۔ حضرت شیخؒ کی نظر کیمیا اثر سے وہیں مشرف بہ اسلام ہو کر دست بیعت کی۔ انہوں نے اپنی تمام عمر خدا کی یاد میں جنگلوں میں گذاری۔ موضع پوشکر تحصیل بیروہ میں اس دنیا سے چل بسے اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔

بابا نصیر الدین ریشیؒ یہ حضرت شیخ العالمؒ کے چوتھے خلیفہ تھے۔ یہ ایک دولت مند باپ کے بیٹے تھے بچپن میں ان کو تشنج المعدہ کی بیماری تھی باپ نے بہت علاج معالجہ کیا کوئی افاقہ نہ ہوا رات کو خواب میں حضرت شیخ العالم کو دیکھا اور کسی بزرگ نے خواب میں ہی کہا تمہارا درد صرف اس برگزیدہ ہستی سے دور ہو سکتا ہے صبح جب بیدار ہوئے تو والدین کو خواب سنایا وہ اسی وقت بچہ کو لے کر موضع کیمو کی طرف چل پڑے وہاں حضرت شیخ نے جب لڑکے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام اوترو ہے میں تشنج کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ حضرت شیخ نے کھانا منگوایا اور اوترو نے جب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اسی وقت درد جاتا رہا لڑکے نے ماں باپ کو رخصت کیا اور خود حضرت شیخؒ کی خدمت میں رہا حضرت شیخؒ نے اس کو نصیر الدین کے نام سے نوازا اور یہ حضرت شیخؒ کی خدمت میں ہر وقت رہتے تھے حضرت شیخ کے محرم راز تھے عمر بھر اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ۸۵۵ھ میں اس دنیا سے چل بسے تو اپنی جگہ ملک جوگی رینہ کو جانشین مقرر کیا حضرت شیخ کے ساتھ ہی چرار شریف میں مدفون ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ العالمؒ کے کہے ہوئے اشلوک ان کے ایک خلیفہ کتی پنڈت نے ان کی ہی زندگی میں شاردا رسم الخط میں تحریر کیے تھے۔ کتی پنڈت ایک بہت ہی بڑا عالم تھا وہ اکثر حضرت شیخ العالم کی خدمت میں آتا تھا۔ حضرت شیخ کی صحبت نے کتی پنڈت پر اتنا اثر کیا کہ کتی پنڈت اسلام قبول کر کے حضرت شیخ کے ریشی حلقہ میں شامل ہو گیا اور دن رات شیخ العالم کے پاس رہ کر ان کے کلام کو قلمبند کرتا تھا۔ شیخ العالم نے ان کو بابا قطب الدینؒ کے نام سے نوازا تھا۔ آج کل شیخ العالم کے اشلوک جو شاردا رسم الخط میں لکھے ہوئے ہیں دستیاب ہوتے ہیں وہ دراصل بابا قطب الدین کے ہی جمع کردہ ہیں۔

حضرت شیخ العالمؒ کے وقت میں جو اشلوک بابا قطب الدین نے جمع کیے تھے حضرت شیخ العالمؒ کے بعد جب لوگوں میں ان کا پرچار ہوا تو ریشی تحریک اس سے برابر اسی طرح زوروں میں رہی جس طرح حضرت شیخ العالم کے وقت میں تھی کشمیر کے ریشی مسلک میں حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ کے یہاں آنے اور حضرت شیخ سے ملنے اور انہیں خط ارشاد و کاسۂ چوبیں عطا کرنے کے بعد یہاں کی ریشیت میں کبروی مسلک کے اصول شامل ہوئے اور اس پر اسلامی تصوف کا اثر بھی پڑا۔

حضرت شیخ العالمؒ کے بعد آپ کے خلفائے ریشی مسلک کی اشاعت کی اور لوگوں کو مذہب اسلام کی طرف راغب کر کے ریشی مسلک کی تعلیم دی۔ حضرت شیخ کے بعد ریشی حضرات نے امور دنیا کے ساتھ ساتھ ریشی مسلک بھی اپنایا جس سے ریشی سیرت میں کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ چنانچہ ہر ریشی خود باغ لگاتے تھے اور اس کی آمدنی سے محنت مزدوری کر کے ہی کھانا کھاتے تھے۔

بابا غلام الدین ریشی شیخ النسب سید تھے حضرت سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ سے

Marfat.com

دست بیعت کی اور سلسلہ کبرویہ میں شامل ہو کر ریشی مسلک کو اپنایا تمام عمر تنہائی میں گذار کر ۸۵۸ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔ کوتلنہ میں مدفون ہیں۔

بابا ہردی ریشی نے حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومیؒ کے فیض و برکت سے مستفید ہو کر مقامات سلوک کی اعلیٰ منازل طے کیں ریشی ہونے کے باوجود اپنے مرشد کے حکم سے اتباع سنت میں تمام عمر میں ایک دفعہ گوشت کا مزہ چکھا ہے ۹۸۶ھ میں دفن پائی۔ انکے بعد ردپی ریشی نے بھی حضرت محبوب العالمؒ سے دست بیعت کی تھی۔ حضرت بابا ہردی ریشی اور حضرت بابا ردپی ریشی دونوں حضرات سلسلۂ سہروردیہ کے پیرو تھے اور اسی مسلک پر ریشی تحریک کو چلایا ردپی ریشی ۹۹۷ھ میں اس دنیا سے چل بسے آپ کا مقبرہ حبہ کدل میں مرجع عوام ہے۔

شنگلی ریشی کا سر مرزا حیدر دوغلات نے موسل سے زخمی کر دیا تھا۔ کیوں کہ شنگلی ریشی نے بابا علی نجار خلیفہ ملا اسماعیل زاہدؒ سے دست بیعت کی تھی لوگوں کو اس کے شیعہ ہونے کا شک ہوا۔ اور میرزا حیدر سے اس کو مروایا۔ کشمیر میں فرقہ اہل تشیع کے سرکردہ افراد نے ایک مجلس مشاورت میں یہ طے کیا کہ جب تک ریشی حضرات ہمارا ساتھ نہ دیں اور ہمارے شیعہ مسلک کی پیروی نہ کریں تب تک ہمارا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا ہے ــــ یہ طے کرنے کے بعد انہوں نے بابا نصرت ریشی نے ان سے کہا آپ اپنے مذہبی رہنما کو میرے ساتھ چالیس دن تک خلوت میں بیٹھنے کو کہیں اور افطار کے وقت تھوڑا سا اُسے گندہ بیروزہ کھانا ہوگا پھر ہم دو میں سے جو زندہ واپس نکلے اسی کا مذہب و مسلک قابل قبول ہوگا۔ شیعوں کے مذہبی رہنما نے ایسا کرنے سے انکار کیا بابا خود چلہ میں بیٹھے اور ہر روز افطار کے وقت گندہ بیروزہ سے افطار کرتے۔

Marfat.com

شیعوں نے بابا کے ارد گرد ان طرفوں [illegible]

چالیس روز کے بعد بابا بالکل چست و توانا اعتکاف سے باہر نکلے یہ دیکھ کر شیعوں کو بابا کے روحانی کمال پر پورا اعتقاد و اعتماد ہوا اور اس وقت سے ریشیوں کو تنگ کرنے سے باز رہے ـــــ گنگی ریشی نے پلوں اور مسجدوں کی مرمت کی ایک روز گنگی ریشی کھیتی باڑی کرتے تھے زمین کھودتے وقت زمین سے پیسوں کا ایک مٹکہ برآمد ہوا بابا کو ان پیسوں کو صحیح طور خرچ کرنے کی فکر ہوئی آخر بابا ان پیسوں سے تھنہ جا کر نمک لاتے تھے۔ اور غرباء و مساکین میں مفت تقسیم کرتے تھے۔ بابا نے میوہ دار درخت لگا کر عام لوگوں کے لئے وقف کئے۔ بابا نے جنگلوں سے لکڑی کاٹ کر راہ عام میں پل تعمیر کئے۔ غرباء و مساکین میں مفت روٹی تقسیم کرتے تھے۔ غرض بابا ایک بلند مرتبہ زاہد و متقی ہونے کے علاوہ حتی الوسع رفاہ عام کے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۰۱۷ھ میں اس دنیا سے چل بسے اور موضع دانی گام میں مدفون ہیں۔ سہہ ریشی بابا نصیب الدین غازیؒ کے مرید تھے بلند مرتبہ پرہیزگار اور عابد ہونے کے علاوہ کھیتی باڑی کرکے غرباء و مساکین کو کھانا کھلاتے تھے ۱۰۴۷ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔

نجی ریشی خواجہ مسعود پانپوریؒ کے خاص خلیفہ تھے ان کا اصلی نام نجم الدین تھا خواجہ مسعودؒ کی تربیت سے یہ سلسلہ قادریہ کے پیرو تھے۔ آپ نے ریشی مسلک میں قادریہ سلسلہ کو داخل کیا۔ سید قاضی زادہ کو آپ نے اپنے خرچہ سے لوگوں کی سہولیت کے لئے پختہ بنوایا۔

بابا مہدہ ریشی، میر محمد باقر نقشبندیؒ کے خاص مرید تھے سلسلہ نقشبندیہ [illegible]

ریشی مسلک کو رائج کیا [illegible]

کشمیر میں ریشی مسلک کی ابتدا [illegible] میں ہوئی اور بارہویں صدی ہجری میں

Marfat.com

اس مسلک کا خاتمہ ہوا اس زنجیر کی آخری کڑی لالہ ریشی تھے جو کہ ۱۱۰۵ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔ کشمیر میں اسلام کے شروع میں ریشی مسلک ہی واحد وہ مسلک تھا جس کو یہاں کے صلحا نے اپنایا لیکن جب باہر سے مبلغین اسلام یہاں آئے ان میں سہروردی، کبروی، قادری اور نقشبندی مسلک کے پیرو تھے انہوں نے یہاں کے ریشی مسلک پر اپنا اثر ڈالا۔ آہستہ آہستہ ریشی مسلک وہ نہ رہا جو ابتدائی دور اسلام میں تھا۔ اس میں ان چاروں مسلکوں کے طریق عبادت وسلوک کا کافی اثر پڑا یہاں تک کہ یہاں ریشی مسلک ختم ہوا ریشیوں کی جگہ اولیاء کرام نے لی۔ اور غار نشینی و خلوت نشینی کو خیرباد کر کے اولیاء کرام مرجع خلائق بن گئے۔ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ اصول دین کی تبلیغ میں مصروف شہروں اور دیہاتوں میں رہ کر لوگوں کو راہ خدا کی تلقین کرتے رہے۔ بعض اولیاء کرام ریاضت و عبادت کے ساتھ ساتھ سماجی اصلاح اور ملکی سیاست میں بھی سرگرم عمل رہے۔ انہوں نے جنگلی خودرو سبزیوں کی بجائے اتباع سنت مصطفوی میں ہر حلال چیز تناول کی اور مجرد زندگی کی بجائے ازدواجی زندگی سے منسلک رہ کر عیال کی پرورش کے لئے اپنے ہاتھ سے روزی بھی کمانے لگے ریاضت و تبلیغ دین کے علاوہ لوگوں کو کھلاتے اور خود بھی کھاتے تھے۔ غرض دنیاوی امور میں مشغول ہونے کے علاوہ عقبیٰ کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔

کتابیات

۱۔ تاریخ کشمیر ——— از سید علی

۲۔ [illegible] کشمیر ——— خواجہ محمد اعظم دیدہ مری

۳۔ اسرار الابرار ——— بابا داؤد مشکوتی

۴۔ بہارستان شاہی

۵۔ تاریخ حسن (جلد سوم) ——— پیر حسن شاہ

۶۔ ریشی نامہ ——— بہاؤ الدین مو[illegible]

۷۔ تحائف الابرار ——— محی الدین مسلمین

Marfat.com

⊙ غلام رسول بٹ

ریشیت کی مختلف تاویلیں

کشمیر میں ریشیت کی ابتدا کب سے ہوئی، یہ بتانا مشکل ہے۔ تواریخ کے مطالعے سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ کشمیر میں ریشیت کا سلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آیا ہے۔ ہندو اور بدھ ادوار میں بھی ریشی مسلک کے افراد جو ان دونوں مذاہب کے اصولوں سے وابستہ رہے، کشمیر میں کسی نہ کسی صورت میں موجود تھے۔ یہاں تک [illegible] میں جب کشمیر پر اسلام کا پرتو پڑا، تو رفتہ رفتہ ریشیت بھی اسلام سے متاثر ہوئی اور اسلام کے اصولوں کے مطابق اس کی تجدید ہوئی۔

کشمیر کی دستیاب اولین تاریخ "راج ترنگنی" ہے، جو کلہن پنڈت نے بعہد راجہ جے سنگھ ۱۱۴۹ عیسوی میں سنسکرت زبان میں تالیف کی ہے۔ کلہن پنڈت نے واضح طور پر کشمیر میں ریشیوں اور ان کے مسلک کے متعلق اپنی تاریخ میں کچھ نہیں [illegible] ہے۔ البتہ اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ کشمیر میں ایسے بادشاہ بھی [illegible] جنہوں نے اپنے دور حکومت میں حیوانوں و جانوروں کو مارنا [illegible] پر سایہ دار درخت لگوائے گئے تھے اور جگہ جگہ پانی پینے کے [illegible] رکھا گیا تھا۔ جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ کشمیر میں ریشیوں کی نفس کشی

Marfat.com

غاروں اور کھوؤں میں ان کی ریاضت و عبادت شاقہ اور روحانیت سے عام لوگ ہی نہیں بلکہ بادشاہ بھی متاثر تھے۔

کاہن پنڈت کے بعد بڈشاہ زین العابدین (۸۲۳ء) میں

اگرچہ کشمیر کی بہت ساری تاریخیں سنسکرت اور فارسی زبانوں میں تالیف ہوئی ہیں، مگر ان تواریخ میں سے اس وقت صرف جونراج اور شری ور کی تواریخ جو سنسکرت زبان میں ہیں دستیاب ہیں۔ ان دونوں مورخوں نے بھی ریشیت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ فارسی زبان میں لکھی گئی تواریخ کی ابتدا بھی اگرچہ زین العابدین کے زمانے سے ہوئی ہے اور اس کا تذکرہ کشمیر کے بعد کی فارسی تواریخ میں عام طور پر ملتا ہے، تاہم وہ تواریخ فی الزمانہ ناپید ہیں۔ زین العابدین کے زمانے سے چک دور کے خاتمہ تک فارسی زبان میں لکھی گئی کوئی تاریخ اس وقت دستیاب نہیں ہے۔ چک دور کے بعد فارسی مورخوں اور تذکرہ نویسوں وغیرہ نے کشمیر میں ریشیت کے متعلق بہت ساری معلومات درج کی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کشمیر میں ریشیت ماقبل زمانے سے قائم رہی ہے اور ریشیت جو اسلام سے پہلے برہمنیہ مسلک کے مطابق قایم تھی، کشمیر میں اسلام پہنچنے کے بعد اسلامی اصولوں کے مطابق اس کی تجدید ہوئی۔

"ریشی" کس کو کہتے ہیں؟ اور ریشیت کا مسلک کیا ہے؟

اس سلسلے میں مختلف ادوار کی تواریخ، تذکرے، نورناموں اور ریشی ناموں وغیرہ میں ریشیت کی جو تاویلیں ملتی ہیں، ان کے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

ریشی نامہ۔ بابا داؤد خاکیؒ ـــــ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کا وصال ۹۹۴ھ میں ہوا ہے۔ انہوں نے "ریشی نامہ" میں ریشیان کشمیر کے متعلق لکھا ہے ؎

ریشیان این دیار اکثر اویسی بودہ اند
چشم عبرت بین ایشانرا بودہ از غیب اکتحال
شیخ نورالدین ریشی پیر جمع ریشیان

زاہدی خوش بود با حق داشت بسیار اشتغال
بود با تجرید و تفرید اہل صوم و دہر نیز
تارک لحم و عسل سیر و بصل بسیار سال
صاحب کشف و کرامت بود نطقی خوب داشت
ہم ادریسی بود گفت این راوی صاحب مقال

نورنامہ۔ بابا نصیب الدین غازیؒ ۔۔۔ بابا نصیب الدین غازیؒ نے ۱۰۲۶ھ میں انتقال کیا ہے۔ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے نورنامہ ریشیان کشمیر کے حالات و ریاضات اور کمالات وغیرہ پر تالیف کیا ہے۔ ریشیت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"ای درویش پرہیزگاران و متقیان کشمیر را ریشی می نامند نسبت یعنی لباس تقوی را کہ زہدان داشت و لخت می پوشند ماخوذ از آیۃ کریمہ سبحانی کہ اللہ تعالیٰ فرمود و ریشیان و لباس التقوی یعنے لباس کہ برای تواضع می پوشند چوں پشمینہ و داشت کہنہ فقیران می پوشند و معروف شدند۔ معروف ریشیان ست ؎

روشنائی شمع دین از ریشیان است
رہ نمائی رہ یقین از ریشیان است
دل نوازی مردم اہل بنا ز
از صفائی باطنی دل ریشیان است
خوش سرائی خلد این کشمیر را
خوش روائی از دولت این ریشیان است
نور افشان چوں ارم از ہر طرف
گوشۂ ہر آستان ریشیان است

Marfat.com

فی المثل هر گوشهٔ جنّاتِ عدن
شد مزین هر مقام ریشیان است
تاج شاهان جهان را سر بلند
از بلندی همت این ریشیان است
ریشی مردی بی زن و فرزند بود
قطع پیوند شرط حال ریشیان است
ریشی زخمی نشتر درد خدا
زخم نشتر در دل این ریشیان است
ریشی یعنی دردمند هر زمان
آرزوی هر زمان از ریشیان است
ریشی یعنی خرقهٔ تقوی لباس
خرقه و تقوی لباس ریشیان است
ریشی یعنی صوفی صفوت نشان
صوفی صاف نشان از ریشیان است
ریشی یعنی مردم اهل طریق
در طریقت تربیت از ریشیان است
ریشی یعنی قایم اللیل تمام
روزه دهر است و رسم ریشیان است
ریشی یعنی مشتی از خاکی نیاز
خوش مقامی نیستی این ریشیان است

Marfat.com

ریشی یعنی بادہ نوشی اہل عارفان

بادہ عرفان شرابی ریشیان است

ریشی یعنی تارکی حرص و ہوا ترک بدنفسی سلوکی ریشیان است"

اسرار الابرار۔ مصنفہ بابا داؤد مشکواتی ــــ بابا داؤد مشکواتی حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کا وصال ۱۰۹۷ھ میں ہوا ہے۔ انہوں نے اولیائے کشمیر کے حالات پر کتاب "اسرار الابرار" ۱۰۶۲ھ میں تالیف کی ہے۔ "اسرار الابرار" میں ریشیت سے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ کہ میں نے تذکرۂ اسرار الابرار سے پہلے عربی زبان میں [illegible] تالیف کیا ہے۔ جس میں اندراج ہے کہ ریشی کس کو کہتے ہیں، ریشی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور ریشیت کا طریقہ عبادات کیا ہے؟۔

رسالہ "منہاج الرشیہ" سے درج شدہ اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"... حضرت شیخ نورالدین قدس سرہٗ طریقہ ریشیہ شیئاً فشیئاً اندراس یافتہ بود و جادہ برہمینہ انحراس، باز شیخ نورالدین قدس سرہٗ این سنت سنیہ ایشان تازہ گردانید و مجدد ساخت۔ و این فقیر مولف قبل ازیں رسالہ تالیف کردہ بود بلغت تازی مبین ساختہ و بہ "منہاج الرشیہ" مسمی گردانیدہ و نبذی از ان درینجا ثبت افتادہ و مرقوم گشت کہ ریشی کیست و وجہ تسمیہ او چیست و طریقہ او کدام است:

اعلم ان الریشی ھو المرتاض من الزھاد والعباد والمجرد عن الازواج والاولاد والمرغب عن النقود والعروض والمقاصر ولا یختار السکونۃ الا فی الجبال من ناحیۃ الارض والاقطار ولا یدخر للھذ ما حصل لہ فی المساء و ما یحرمہ السایل عما

سلہ حضرت بابا داؤد مشکواتی کی یہ تالیف فی الزمانہ نایاب ہے۔

Marfat.com

عندہ من الغذآء ولا یؤثر فی تفسیرہ الا ما یمکن الیہ الغیر ولا یتأثر
منہ الخضر والھوام والطیر فکیف الآدمی والوحوش والبھائم والیہ
تعالی یصرف الھمم کلھا والعزائم وتتقرب بالنوافل والخلوات والسکوت والجوع ویتوسل بالتوبۃ
والصدقۃ والذکر الدائم والخضوع مستقلا مع الحضور حتی یسقط حرکت
اللسان ویجری دون اختیارہ ثم یمحق الحروف ویبقی المعنی ثم
یرتفع العدد ویصیر حالہ مستدیمۃ ثم یغیب عن جمیع الاشیاء
ظاہرا وباطنا حتی عن نفسہ وصفاتھا المذکورۃ ثم یستغرق
فی توحید الحالی وھو مستفاد من المشاھدۃ ومن ھذا کل نور
من الانوار متلاشی ومضمحل فی نورہ تعالی وتقدس کانوار
النجوم ونور الشمس ومنہ قول الجنید قدس سرہ التوحید معنی یضمحل
فیہ الرسوم ویندرج فیہ العلوم ویکون اللہ کما لم یزل ولا یتغذی
سوی الجلال المطلق ومن ثم اثر بعضھم الکسب بیدیہ ولما لم تر فیہ
ایضا حلالا فاختار الماء العامۃ والخضرات الصحراویۃ من الھند
باء والاپلساج کما مر ھو ماخوذ من ریشۃ الطیر لانھا اذا تفرقت
عن الطیر وتفردت منہ لا یکون لھا اختیار من الریح حتی یذھب
بہ حیث یشاء من الاودیۃ والبیداء کما روی عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم مثل القلب کریشۃ بارض فلاۃ یقلبھا الریاح ظھرا
لبطن فالریشی کذالک من اللہ تعالی طقہ تفردہ واعراض تجردہ
وقال ابو الفقرا قدس سرہ ھو من وریشا ولباس التقوی لان اکثر
ما یلبسون غلیظ شدید سود خالص او بالبیض معلم وقد یطلق
بالفارسیۃ وینسب الی الجرح لان اکثر اوقاتھم افاضیت الدموع

Marfat.com

وَمَنْ فِي أَيِّ سَاعَةٍ كَانُوا بِحُكْمِهِ مَا وَرَدَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ
عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِقْدَارَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالَى
ثُمَّ يُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حَرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَ
لْيَبْكُوا كَثِيرًا ۝

ترجمه

بدان وآگاه باش بدرستی که ریشی اوست مرتاض و بسیار ریاضت کننده از زهدان و
عابدان و مجرد است و بی تعلق ست از جفت و اولاد و اعراض کننده و پشت گردانیده است
از نفقه جنس و زراعت و اختیار نمی کند سکونت مگر در کوه ها از اطراف زمین و از کرانهای او
ذخیره نمی گذارد برای صبح چیزی که حاصل شد او را در شام و نا امید نمی کند سائل را از
چیزی که نزد اوست از غذا و اختیار نمی کند در نفس خود مگر چیزی که میان میاند سوی او غیر و
ایذا نمی یابد از و نباتات و حشرات و جانوران پس چطور آدمی و جانوران وحشی و چارپایان
و سوی او مقالے می گردانند همت ها را کام آن و خواهش ها و نزدیک می شود در تقرب
بجوید نوافل و خلوتها و سکونت کردن و گریه کردن و توسل میکند به توبه و خیرات
و ذکر دایم و عاجزی و تواضع و غم باشد با حضور تا این کسب قدمی شود نمی ماند حرکت
زبان و بیان نمی شود و میرود دست و از سوای اختیار خود بعد از آن خوف شود و لفظ باقی
نمی ماند یعنی بعد از آن هر چیز عدد و شمار و صورت دفع شود حال او دایمی یکسان
زنده قلب می شود از جمیع چیزها بلکه از نفس خود و از نفس خود زنده
شد بشیه عقل می شود و توحید ظاهر او آن سبب گردد و می شود از برای او
است که هر نور از انوار ناپیدا و شناسائی و تعلق است و نور او بر نور انوار
انوار ستارگان و نور آفتاب و از این است قول جنید قدس سره توحید تعلق و ناپیدا
شدن است در آن رسوم و عادات و درج می شود در آن علوم و باقی نماند تعالے

Marfat.com

چنانچہ لم یزل است ولا یزال و غذا نمی کند ریشی سوای حلال صرف بے شبہ وازیں جہت است اختیار کردہ است بعضی از ایشاں کسب و کار بدستہای خود با حلال صرف باشد و ہرگاہ دران ہم صرف حلال نیافت بہ عارضی و باعثی پس اختیار می کند آب خالص را و کاسنی از سبزہائی میدان کاسنی و اپلہاک چناں چہ گذشت و لفظ ریشی ماخوذ است و گرفتہ شدہ از لفظ ریش الطیر یعنی از پر جانور ہرگاہ از او جدا می شود و تنہا می ماند ازاں نمی باشد آں پر جانور را اختیاری از باد کہ می آید و می وزد می برد آنرا بہر جاکہ نخواہد از وادیہا و میدانہا چنانچہ روایت کردہ شد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثال دل مانند مثال پر جانور است در زمین ہموار می گرداند۔ آنرا باد زیر و زبر [illegible] ہم چنین ست اختیار خود ندارد از خدا تعالے شانہ پیوستہ است باو تفرد و تنہائی او و محض مجرد و بے تعلق بودن او با غیر و گفت ابو الفقرا نصیب مسکین قدس سرہ آن از آیہ کریمہ ماخوذ است کہ ریشیاں و لباس التقویٰ یعنی لباس تقویٰ و پرہیز در بر دارد۔ زیرا کہ اکثر ریشیان چیزیکہ می پوشد از لباس سبطر و غلیظ و سخت و سیاہ طرف و مخطط سفید و سیاہ می باشد و گاہ گفتہ می شود و اطلاق کراہ می آید بفارسی و نسبت کردہ می شود بسوی زخم کہ ریش بمعنی زخم است بفارسی۔ بسوی زخم زیرا کہ اکثر اوقات ایشان می ریزند اشک مانند شخص زخمی در ہر حال کہ باشند بکم چیزیکہ وارد است در حدیث نیست بندہ مومن کہ بر می آید از دو چشم او اشک اگرچہ باشد برابر سر مگس از خوف خدای تعالے بیشتر می ریزد چیزی از کرمی روی خود مگر آنکہ حرام گرداند روی او را بر آتش دوزخ پس بگرید بسیار و خندہ کم کند۔

واقعات کشمیر۔ مصنف خواجہ محمد اعظم دیدہ مری

خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے واقعات کشمیر سال ۱۱۵۹ھ میں تالیف کی ہے۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے واقعات کشمیر میں ریشیت کی تاویل ان الفاظ میں کی ہے۔

Marfat.com

"ریشی کسی را گویند که از زمرهٔ زاهدان و عابدان در ریاضت سخت و صلیب تر باشد و خود را از اولاد و ازدواج فارغ دارد، دست از جمیع آرزوها و هوا و هوس بردارد چه جای مُلک و مال و جناب این شیخ باکمال درین امور ازین طبقه منفرد و ممتاز بود و زهد و تقوی را بغایت الغایت فرمود"۔

فتحات کبرویه ۔ مصنف شیخ عبدالوهاب نوری

شیخ عبدالوہاب نوری نے "فتوحات کبرویہ" سال ۱۱۶۳ھ میں تالیف کی ہے۔ مصنف نے اپنی اس تالیف میں ریشیت کی وضاحت [illegible] ہے۔

"بدانکہ ریشی بزبان کشمیری زہد و تقوی را نامند و ریشی کسی است کہ متقی و مرتاض و تارک باشد و ریشیان کشمیر از آنجا کہ بحکم وقت لقمہ نعال از لذات بالکل برخاستند و بتقوی و زہد پیراستند و بہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و تجلیہ روح آراستند باین اسم سرفرازی یافتند تا آنکہ دنیا و آخرت را بر طبق نفس و ہما حرامان علی اہل اللہ برتافتند تجلیات ذات و صفات الٰہی را تعالیٰ شانہ دریافتند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

و ریشی بفارسی دو معنی دارد۔ یکی جراحت دوم پر و بال و این ہر دو معنی مناسب حال صوفیانست چہ بجراحت دل طلب بہم رسانند و از مرتبہ طالبیت مقام مطلوبیت دریابند و بعشق پر و بال کشایند و بفضای علیین طیران نمایند۔ و ریشی بزبان عرفی لباس فاخرہ و جمال را گویند و بر تقدیریکہ در آیہ کریمہ یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم و ریشا و لباس التقوی [illegible] التقوی تخصیص است بعد تعمیم پس معنی آیہ چنین باشد واللہ سبحانہ اعلم ای فرزندان آدم تحقیق فرود آوردیم از عالم غیب بعالم شہادت بر شما پوششی از تجلی افعال و صفات کہ بدان پوشیدہ کرد و قلوب شما از غیب جملہ ملکوت و لباس فاخرہ یعنی لباس تقوی کہ عبارت از تجلی ذاتیست و آن کسی [illegible] است و مشاہدہ غیر و سوا۔

Marfat.com

ریشی نامہ۔ مصنف بہاؤالدین متو

بہاؤالدین متو نے ۱۳۲۳ء میں ریشی نامہ تالیف کیا ہے۔ انہوں نے ریشی اور ریشیت کی وضاحت ان اشعار میں کی ہے:

"خامہ را عنبرین شمامہ کنم
ریشیا نرا طراز نامہ کنم
ریشیان نور مطلقند ہمہ
خاصۂ حضرت حقند ہمہ
نام شان شہرہ در جہانگیری
ہر طرف ریشیان کشمیری
ہمہ شاہان ملک تجریدند
ہمہ مستان جام توحیدند
گشتن نفس از ارادات شان
زہر دادن بخصم عادت شان
درین غارہا بتاریکی
کردہ بانور ذات نزدیکی
گوشہ گیری ز خلق تنہائی
کار ایشان بوحدت آشنائی
ہمہ از خانمان نفور شدہ
ہمہ از خورد و خواب دور شدہ
خورد ایشان گیاہ تلخ یلاق
خواب شان در شہود استغراق

Marfat.com

اینکہ خاکستری بزہر نظیر
وقت افطار در کشیدہ بہ شیر
این چنین کار کار ایشان ست
کار ریشیان نیک کیشان ست
کس باین کار و این عمل نرسد
کس باین قرب و این محل نرسد
پای تا فرق عین نور ہمہ
عین جمعیت و حضور ہمہ"

تزکِ جہانگیری:

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ ہندوستان نے تزکِ جہانگیری ریشیان کشمیر کے طائفہ کے متعلق اس طرح لکھا ہے :-

"اگرچہ وہ (یعنی ریشیان کشمیر) مذہب کا یا کوئی اور علم حاصل کئے ہوئے نہیں، پھر بھی ظاہرداری سے دور رہ کر سادگی اپنائے ہوئے ہیں۔ حرص و ہوس سے اپنا دامن بچاتے ہیں۔ کسی کو گالی نہیں دیتے۔ گوشت نہیں کھاتے۔ شادی نہیں کرتے۔ کسی ذاتی فائدہ کی امید نہ رکھتے ہوئے بھی پھلدار درخت لگاتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ قریباً دو ہزار افراد اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

مجموعہ التواریخ — مصنف پنڈت بیربل ماچرو

پنڈت بیربل ماچرو نے مجموعہ التواریخ یعنی تاریخ کشمیر سکھ دور میں تالیف کی ہے۔ ریشیان کشمیر کے متعلق تحریر کیا ہے کہ :-

Marfat.com

"از آنجا کہ ریشیانِ کشمیر و خاک نشینانِ ہند و قلندرانِ ولایت
و صوفیانِ بغداد در السنہ خاص و عام باعتقاد تمام مشہور بر حقائق معارف آگاہ و مترائض
حقیقت انتباہ واقف رموز اسرار جزوی و کلی شیخ نورالدین ولی کہ اشراق انوار یزدانی
از پیشانی نورآگینش پرتو افگن ضمائر متوطنان ایں سرزمین است و تاج سر ریشیان
کشمیر کہ نود و نہ شخص بودند۔ ہرگاہ قلم و زبان در تسطیر و توضیح اسم باسم شان زبان
برکت بیدفتری دیگر باید برنگاشت۔"

نورالدین نامہ۔ مصنف بابا کمال

نورالدین نامہ بابا کمال نے سال ۱۲۸۱ سنہ ھ میں تالیف کیا ہے۔
ریشی اور ریشیت کے متعلق انہوں نے کافی تجسس و سعی سے درج ذیل وضاحت کی ہے۔

"..... اما ریشیان کسے را گویند کہ مجتنب از زن و فرزند
باشد۔ آزار نمی دہد و ہیچ جانداری پامال نہ کند۔ بر سبزہ و زراعت خود تنگین
اما کن ولیکن ایجاز ایں طریق از اول بنیب و ملک کشمیر است در کش ہندوان مروجہ است
کہ کشف ریشی پسر نارنج بعقیدہ ہندوان پسر برہما است از ہندوستان درستی سر آمد
برای آن دفاع جل داد کہ درستی سر بود ہزار سال تپسی نمود۔ بشن برہما از ہندوستان
آوردہ دریں مقام زراعت ساختند۔ شاید۔ ایں صورت بعد طوفان نوح علیہ السلام
باشد۔ پس ہر کہ از ضربات ایشیان در تپسی آمدند پیروی کشف ریشی اختیار کردند اور
آرایش برہمنیہ می گفتند فروترین مرتبہ در ریاضت ریشیان آنست کہ خلوت اختیار
کند از خوردن حیوانی احتراز نماید و بالاترین مرتبہ آنکہ بہ غذائی یک روز در ماہی قناعت
کند و در ہفتہ بچیزیکہ یک ساعت تمسپند بعضی گویند ایں چنین کسی ہرگز نمیرند بلکہ چون
کدورت تمام صاف شود احتیاج خوردن نباشد و صورت جسمانی بروحانی صرف کند
نظر مردم غائب شود۔

Marfat.com

در صفت ریشیان عالی شان شش وجه است :

۱ ریشی بمعنی لباس است که از پشم و ابریشم و کشان باشد چنانچه و ذیشاً و لباس التقوی ذالک الخیار و اختیار طبقهٔ اعلاء و فقر و تقوی لباس پشم است در اصطلاح عرب صوف میپوشند، را صوفی نامند و بزبان کشمیری ریشی گویند۔

۲ ریشی بمعنی پیر سالگی که دل از تعلقات برکنده در میدان تحیر تفروة حرکت افگند جنبش آن از دیاد ارادت حق باشد آنرا ریشی خوانند

۳ ریشی بفارسی زخم آمد دل مجروحیکه از پیش عشق کردگار بیقرار باشد۔

۴ ریشی بتازی بیخ آمد مرتاضیکه هوائی نفس از بیخ برکند آنرا ریشی گویند وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوَاءِ۔

۵ ریشی بزبان تازی لحیه گویند هر که ریش از کسر و قطع سالم دارد این روشن حمیده۔

۶ ریشی چهار طرف است رای ریاضت و یای یقین و شین شریعت و یای انتهائی فنا نفس در ابتداء یبقی و جهر ربک بگذارد ناچیز گرداند۔ چنانچه حضرت شیخ العالم در وصف ریشیان فرمودند :۔

رٔیشی آسی پٔتم رٔیشی
تمن آس پیٹھ ژندہ ننگہ تن
منگتھ کھارہن وُشکہ کوشی
تپ سُرہن پتھ ونن
اُزکی رٔیشی کپٹ رٔیشی
من کھنس نے نسم
کھامسی زتھون نشم نشی
اکس گوگل بنیس کرم

Marfat.com

[illegible]

رٔیشی ہے تۆہی پہ ژوٗر [illegible]

پٔتۍ میو رٔیشو دوٗژھہ دٲرت دیٚتی

اَنَن ورک کھیٚنۍ رات

کپٹ رٔیشن سَرف تہٕ زُلی

نصر بابہٕ تۆ کھوتہٕ اَنرکیات

رٔیشی ہے رٔیشتھ پالہٕ ھسن

موکھ گالہٕ ہَن کریہ اَنز آشہ [illegible]

رٔیشی پمٕنہٕ رٔیشت پانن

پان گانن ژکھہٕ بغضہٕ رِشہٕ سیتی

ریشیان سر دفتر اہل تقی

ریشیان مر اولیا را پیشوا

ریشیان مرعات انوار حق اند

ریشیان عمران فیض کبریا

ریشیان جانباز در سوادی عشق

ریشیان شہباز قاف ارتقاء

ریشیان بفشردہ نفس دون گلو

ریشیان ابلیس را دادہ دغا

ریشیان از علم ظاہر عاریند

ریشیان از من از ما منجلی

Marfat.com

ریشیاں ہر یک شعاع زمانہ چوں قمر
بر سر شان شیخ نور الدین [illegible]
شیخ نور الدین غریق بحر نور
بردہ سبقت از میان اتقیا
چار یار اویسیان چار یار
برگزیدہ درمیان پارسا

تاریخ حسن - مصنف غلام حسن شاہ گامرو

غلام حسن شاہ گامرو نے مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں تاریخ حسن چار جلدوں میں مرتب کی ہے۔ جلد سوئم میں ریشیان کشمیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جاننا چاہیئے کہ کشمیر کے ریشی حضرات لطیف اور پاکیزہ عبادتوں کا دکھ اٹھانے، نہایت مشکل ریاضتوں کی محنت برداشت کرنے، نفسانی لذتوں اور شہوت کے کاموں کو ترک کرنے، فقیری، مسکینی، عاجزی اور خاکساری اختیار کرنے میں ہند کے خاک نشینوں اور ولایت کے قلندروں سے بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر اور اکمل و کامل مانے گئے ہیں۔

پرانے زمانے کی باتوں کو جاننے والے واقف ہیں کہ کشمیر کی آبادی کی ابتدا سے اس بہشت جیسے اطراف والے ملک میں ہمگی مردم ہنود بود باش رکھتے تھے۔ ان میں ایک خدا پرست جماعت تھی جس [illegible] کھوہوں میں اکیلے اور تنہا بیٹھ کر اپنے پیدا کرنے والے [illegible] اور تمام مزے دار خوش ذائقہ چیزوں اور شہوت نفسانی و روحانی سے پرہیز [illegible] جنگلی کاسنی و جنگلی ساگ کڑوے میوے [illegible]

Marfat.com

[illegible] ہوتے تھے۔ خوت
[illegible] ہے جو روحانی طاقت
ان میں پیدا ہوتی تھی وہ اس وجہ کی ہوتی تھی کہ جو کچھ ان کی زبان سے اچھا یا برا کسی کے
بارے میں نکلتا تھا۔ وہی عمل میں آجاتا۔ چونکہ ان کے تعلق [illegible] کی کتابوں
[illegible] ہوتے ہی [illegible] کے ساتھ [illegible] اور [illegible] کے [illegible] رشی کہتے ہیں۔

رشی اصطلاح سنسکرت لغت علمائے سنسکرت نے رشی کی تشریح
[illegible] کے رشی اس کو کہتے ہیں جو اپنی [illegible] کو [illegible] کر حقیقی [illegible] حاصل کرتا ہو۔ اور
[illegible] کر دنیاوی لذات سے نفرت ہو۔ اس کو نہ نفسانی اور نہ روحانی لذات کی طرف
رغبت ہو۔

تاریخ کبیر۔ مصنف غلام محی الدین مسکین مرائی ملی

غلام محی الدین مسکین نے تاریخ کبیر راجہ پرتاپ سنگھ کے عہد میں
تالیف کی ہے۔ رشیوں کی تعبیر اور رشیت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

حضرت ریشیان ذیشان تشریح و توضیح معنی لفظ "رشی"
[illegible] لفظ "رکھی" کہ در اصطلاح سنسکرت [illegible] مستعمل [illegible] گویند و آنکہ
[illegible] این لفظ را عربی و یا فارسی قرار [illegible] است و زبان کشمیر از لغت و السنہ کثیر مرکب
[illegible] است چونکہ بیشتر در این خطہ زبان سنسکرت درج بود بنابران بغایت محال ہم اکثر اہل
[illegible] السنہ ساکنان این دیار جاریست و اہل اسلام معنی آن لفظ را بدین گونہ بیان
[illegible] کہ مراد از رشی شخصی است کہ اولاد و ازدواج و مال و متاع و [illegible]
[illegible] و [illegible] در ترک [illegible] زہد و ریاضت و تقوی و عبادات و محنت با
[illegible] بکار برد و [illegible] و خار باکرنت نماید و کسی را از آدمیان و حیوانات و وحوش
[illegible] [illegible] و بخاب [illegible] "سبحان" و [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] بصدق در صفات خود و نظر بر خضوع و خشوع و تصور قلب و صیانت خود زود از ترات

[illegible] انسان مرکز دور امر، در نفی وحدت مستغرق شود و بمرتبهٔ ذکر الوجود

[illegible] واصل گردد و از جمیع اشیائی ظاهر و باطن تا آنکه از نفس خود هم غایب و فانی

[illegible] و بحق باقی شود و از آلایش [illegible]

[illegible] نمود نماید۔

[illegible] آتش گیر [illegible]

[illegible]

[illegible] تالیف کی ہے۔ بحوالہ "آئین اکبری" ریشیانِ کشمیر کے بارے میں لکھتے ہیں :-

"THE MOST RESPECTABLE PEOPLE OF THIS COUNTRY ARE THE RISHIS, WHO, ALTHOUGH THEY DO NOT SUFFER THEMSELVES TO BE FETTERED BY TRADITION, ARE DOUBTLESS THE WORSHIPPERS OF GOD. THEY REVILE NOT ANY OTHER SECT, NOR ARE ADDICTED TO ANY ONE. THEY PLANT THE ROADS WITH FRUIT TREES TO FURNISH THE TRAVELLER WITH REFRESHMENTS, THEY ABSTAIN FROM FLESH, AND HAVE NOT INTERCOURSE WITH THE OTHER SECT. THERE ARE NEAR TWO THOUSAND OF THIS SECTA THROUGHOUT [illegible]"

Marfat.com

رشید نازکی

ریشی تحریک کے نسوانی کردار

ریشی تحریک کے اسلامی دور کی ابتداء لل دید اور حضرات شیخ العالمؒ سے ہو
ہے، لل دید وہ پہلی عظیم شخصیت ہیں، جس نے وقت کے صحراؤں پر اپنی عظمت وصا
کے نقوش ثبت کر لئے، اور اپنے وجدانی انداز اظہار اور تجربوں کی صداقت سے
کا رُخ پھیر دیا، وہ ہندو گھرانے میں پیدا ہونے کے باوصف بُت پرستی اور دوئی پ
سے منکر تھی، اور توحید کی صداقت اور عرفانِ نفس کی قائل تھی۔ وحدتِ تنزیہی
بارے میں اس عظیم سالکہ کے کیا خیالات تھے؟ اس کا تذکرہ مقالے کو خاصا طویل بہ
دے گا۔ لیکن اس قدر تو مسلّم ہے، کہ وہ توحید پرست تھیں، تاریخ کے مطالعہ
بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کہ للہ عارفہ مسلمان صوفیوں کے خاص طور پر جہانیا
جہاں گشت حضرت میر سید جلال الدین بخاری اور حضرت میر سید حسین سمنانی سے
بہت زیادہ متاثر تھیں، اکثر مورخوں کا یہ بھی خیال ہے، کہ انہوں نے حضرت میر
ہمدانیؒ سے بھی ملاقات کی ہے، لل دید نے اپنے تجربات کی صداقت کا عکس
خدا جویانِ معنی آشنا کے قلبی واردات میں پالیا تھا، اور اسی لئے ان کی
کی قائل ہو گئی تھیں، لل دید کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے، کہ اس نے اسلام
ہندو مذہب کے آمیزے سے ایک ایسا ہولی ترتیب دیا، جو بعد کو حضرت شیخ نورالدین

Marfat.com

کے ہاتھوں تکمیل پاکر ریشیت کے نام سے کشمیر کے آفاق پر خاصی دیر چمکتا رہا، اور کشمیر کے تہذیب، تمدن، عمرانیات، تعلیم غرض یہاں کے اجتماعی لاشعور میں پیوست ہوگیا۔ اور کشمیریوں کے کردار کی باطنی سرخروئی اور پاکبازی عظمت کا گواہ بن کر مسلسل کی یادوں کو جگمگاتا رہا۔

حضرت شیخؒ نے دراصل لل دیدہی کی آغوشِ عرفان میں آنکھ کھولی، اساطیر اور تاریخ کے بین بین دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ لل دیدہ نے اس دُرِّ یکتا کی خبر گیری اُسی وقت سے شروع کی جب وہ شکم مادر ہی میں تھے، اور جب آنجنابؒ عدم سے وجود میں تشریف فرما ہوئے، تو پہلی بار آپ ہی کی چھاتیوں کو چوس کر جوئے معرفت کے اعجاز سے آشنا ہوئے۔ لل دیدہ مست الست جوگن تھی۔ جو خود اپنے اندر سے گونجتی تھی۔ اس نے دنیا کو دیکھ پرکھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اور فقط اس کے نصف بہتر یعنی آخرت پسندی اور مآل اندیشی کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔ اُس نے دنیاوی جھنجٹ کی زنجیریں وجدانی آگ کی تپش سے توڑ دیں اور نفس امارہ کی بدمستیوں کو لگام دے کر اشہبِ حیات پر سوار ہوگئیں، ان سب باتوں کا اثر بعد کی ریشی تحریک پر نمایاں طور پر رہا اور تمام ریشی من حیثیت الجماعت اس سنت کی پابندی پر مصر رہے۔ لل دیدہ نے اپنے تجربات کے کھولتے ہوئے آتش فشاں کو شعر و نغمہ کی پُرجلال دھکتی ندی میں ظاہر کیا۔ اور بعد کو حضرت شیخ نورالدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پُرجمال تجربات کی شبنم افشانیوں کو شعر کے ہی برگِ گل پر ثبت کیا چنانچہ نواسنجی کی یہ سُنت بھی حضرت شیخؒ کے علاوہ شاہ ہمدانی، میر سید علی ہمدانی، بہت دید اور کچھ دیگر عارفین تک پھیلتی سمٹتی رہی۔ ریشی تحریک کی ان جوگنوں کے قافلے میں لل دیدہ سب سے زیادہ باصلاحیت، فکر انگیز، عمدہ آفرین اور درخشندہ شخصیت ہے۔ اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس کے سینے سے نکلے ہوئے سُر صدیوں سے آج تک تر و تازہ ہیں۔ کشمیری قوم انہیں اپنی مادرِ عرفان جانتی ہے۔ اور حضرت شیخ نورالدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں

Marfat.com

وہ تمام رنگ پہچان کر جو طلبہ عارفہ کی خوبیں قرار [illegible]
معنوی قرار دیتے ہیں، شاید یہ لل دید ہی کی عارفانہ صحبت کا اثر تھا کہ حضرت شیخ نے اپنی
عمر کے آخری سالوں میں چند عرفان آگاہ عورتوں کو اپنے دائرہ عقیدت میں شامل کیا تھا۔

ریشی تحریک کی دوسری درخشندہ و رخشندہ شخصیت حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ
سدرہ ماجی ہے۔ ان کی عظمت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ایسے نور کی
میں ٹھہری جس کی روشنی نے کشمیر کو افق تا افق اپنی کرنوں سے مستنیر کیا۔ آپ کے بارے میں
تاریخوں نے خاصی باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ خود حضرت شیخ ہی کے خاندان سے تھی۔ لیکن
بگڑی قسمت سے ایک چوپان کے گھر بیاہی گئی تھی جہاں کچھ دیر بعد رشتہ مواصلت سے پہلے
ہی بیوہ ہو گئیں اور بعد میں سید حسین سمنانیؒ بابا یاسمن ریشیؒ کے مشورے سے حضرت شیخ
کے والد ماجد شیخ سالار الدین سے بیاہی گئیں۔ اسی طرح تاریخوں میں اس مکالمے کا خاص
تذکرہ ہے جب وہ حضرت شیخ کو معتکف رہنے پر زجر و توبیخ کرتی ہیں۔ تاریخوں میں اس
بات کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ حضرت شیخؒ نے اپنی والدہ ماجدہ کو مطمئن کیا تھا لیکن اس کے
بعد ان کی والدہ کس حال میں رہیں اور حضرت شیخ سے ان کے تعلقات کی نوعیت کیا
رہی۔ ہمارے مورخ اس سلسلے میں متفقہ طور پر چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ ایسے معاملات میں تفحص احوال کی زحمت ہی گوارا نہیں کی گئی ہے۔ حالانکہ اس صورتحال
سے خود حضرت شیخؒ کے بارے میں کسی بھی وقت غلط فہمیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ریشی تحریک میں سدرہ ماجی کے بعد جس نسوانی شخصیت سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے
وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ زے یازی دید صاحبہ ہے۔ یہ ترال کے ایک صاحب ثروت
عارف باللہ حضرت اکبر دین کی صاحبزادی ہے اور حضرت شیخ سے ان کا نکاح دونوں
کی اٹھتی جوانی میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ کچھ عرصہ تاہل کی زندگی گذارتے ہیں۔ اور ان
کے دو بچے زون دید اور بابا حیدر پیدا بھی ہوتے ہیں [illegible]

Marfat.com

ہونے پر ہمارے مورخ [illegible] صاحبہ [illegible] حضرت شیخ [illegible] علیہ کے سامنے کر دیتے ہیں
اور دونوں کے درمیان زبردست دعویٰ اور جواب دعویٰ کی سند بھی دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت
شیخ کے خلاف عدالتی کاروائی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد فقط اس ایک جملے
پر بس کرتے ہیں کہ آخر کار یہ خاتون محترم بھی یادِ خدا میں مست ہو گئی۔ یہ جملہ عقلی ہتھ
کی ایک اچھی مثال تو ہو سکتا ہے، لیکن تاریخی شہادت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی
جب تک کہ نہ اُن کی پوری زندگی کا حال معلوم ہو سکے، وہ کتنی دیر جیتیں بعد میں اُن کے
روزینے کا کیا انتظام رہا۔ کیا حضرت شیخ سے اُن کے تعلقات و مراسم [illegible]
رہے، تو کس قسم کے تھے؟ یہ اور ایسی ہی بہت سی باتیں طلب و جستجو میں زبردست خلش
پیدا کرتی ہیں۔ ہاں یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ [illegible] صاحبہ کچھ دیر زندہ رہیں اور پھر اپنے
خدا کو پیاری ہوئیں۔ تو وہیں حضرت شیخ کے والدین اور اپنے بچوں کے مدفن میں آسودہ ہوئیں۔
متذکرہ بالا دونوں خواتین حضرت شیخ سے متعلق ہونے کی وجہ سے تاریخی بن گئیں
ہیں اور دونوں کی زندگیوں کا خود حضرت شیخ کی حیات مقدسہ سے بڑا تعلق ہے۔ اس
لئے لازمی ہے کہ ان دونوں کرامات کے متعلق تاریخی تفصیل سے کام لیا جائے۔ اور ان
کے سوانحی حالات کو مستند تاریخی حوالہ جات سے تشکیل دیا جائے۔ حضرت شیخ کے
عقیدتمند نسوانی خلیفوں میں سب سے پہلا نام شاہ بی بی کا آتا ہے کہتے ہیں کہ جب وہ
بابل کے گھر جا رہی تھی۔ تو ناگاہ حضرت شیخ کی نظر کیمیا اثر اُن پر پڑی۔ حضرت شیخ بقول
بعض مورخوں کے ان [illegible] ہوتی پورہ [illegible] ہدایت کی نظر سے [illegible]
خاتون پر جذب کا ایسا [illegible] حضرت شیخ کے پاؤں
پڑی۔ اور [illegible] حضرت شیخ [illegible]
بیٹھو میاں کی خدمت [illegible]
کے گرد [illegible]

Marfat.com

لباس اور زیور اُتار پھینکے، دنیا سے بیزار ہو کر عبادت خدا میں ہمہ تن مصروف ہو گئی۔ جنگلی ساگ اور جڑی بوٹی کے علاوہ کچھ بھی نہ کھاتی تھی، عمر بھر کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیا، لوگوں نے پوچھا اناج کیوں نہیں کھاتی۔ کہا مرشد کی پیروی میں کہا کرتی تھیں:

۱۔ خُدا کے بھیدوں کو ظاہر کرنا ہزارہا خون ناحق سے بدتر ہے۔

۲۔ دنیا میں مرد کا رُتبہ بڑا ہے۔ لیکن ملکوت میں ہمت کا اعتبار ہے۔ اور بے ہمت مرد عورت سے بدتر ہے۔ اور باہمت عورت مرد سے بہتر۔

۳۔ جب خدا کی ساتھی تھی تو بے خود تھی، اور جب اپنے ساتھ تھی تو پُر از معرفت تھی، حضرت شیخ کی وفات پر آپ نے ایک پرگداز مرثیہ لکھا ہے جس کا مطلع ہے۔

نُندِ سَنز گو سورگس موٗتے

یعنی نُندا سَنز سورگ پر فریفتہ ہوئے۔ یہ کشمیری زبان کا اولین مرثیہ ہونے کے باوصف وفور جذبات کے اعتبار سے اب تک لاثانی ہے۔

آخر کو آپ حضرت شیخ کے خلیفہ سوم بابا لطیف الدین کے ساتھ رہ رہی تھیں۔ اور وہیں پوشکر میں اُن کے مرقد کے جوار میں دفن ہیں۔

بہت بی بی

کچھ مورخوں کا خیال ہے کہ بہت بی بی اور دہت بی بی دریہ گام کے پٹواری کی لڑکیاں تھیں، اور حضرت شیخ کے جذب سے اُن کے حلقۂ ارادت میں آگئی تھیں، واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضرت شیخ ہاتھ میں عصا لئے کہیں سے آرہے تھے، کہ ان دو لڑکیوں کو میدانوں سے سبزی چُنتے دیکھ لیا۔ اور انہیں تازہ سبزی کاٹنے سے منع فرمایا۔ چنچل لڑکیاں حضرت شیخ کی نصیحت سے مطمئن نہ ہوئیں، اور اُن سے کہا۔ تم خود بھی تو سبزیاں کھا کھا کر خوب فربہ ہو گئے ہو، اور پھر اپنے عصا سے نہ معلوم روز

Marfat.com

کتنے جیو ہتھیا کرتے ہو۔ حضرت شیخ نے ان کی بات سُن کر سبزی کھانا بھی چھوڑ دی تھی۔ لیکن گفتگو کا اثر ان شوخ لڑکیوں پر بھی ہوا، اور وہ حضرت شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئیں۔ یہ لڑکیاں ہمیشہ حضرت کی خدمت میں رہ کر ریاضت و عبادت میں مصروف رہتی ہیں۔ بہت بی بی تمام عمر اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی جَو کی روٹی کھاتی رہی، اور فرماتی تھی کہ "میں نے اس حُسن سعی میں بڑا فائدہ پایا" اُن کا قول ہے، کہ بندے کا وجود خدا اور بندے کے درمیان سب سے بڑا پردہ ہے۔ وہ فرماتی ہیں، اپنے آپ کو بالفعل مختار جان لینا سب سے بڑا شرک ہے۔ اکثر کہا کرتی تھیں، اگر حضرت شیخ میرے پیر نہ ہوتے تو خود خدا میرا رہبر ہوتا۔ وفات پانے کے بعد موضع زاسو میں آسودہ ہوئیں۔

دہت بی بی

اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ یہ بہت بی بی کی ہمشیرہ ہیں، لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ روحانی بہن ہے، بڑی صاحبِ حال اور صاحبِ کمال خاتون تھی۔ ان کی عرفان شناسی کا اندازہ اُس مکالمے سے ہوتا ہے۔ جو انہوں نے حضرت شیخؒ اور حضرت میر محمد ہمدانیؒ کی ملاقات کے وقت حضرت میر محمد ہمدانیؒ سے کیا ہے۔ حضرت میرؒ نے حضرت شیخؒ سے پوچھا اے شیخ مرکب کو کیوں اتنا دُبلا بنا دیا ہے؟ حضرت شیخ نے نکسارا جواب دیا۔ کیا سوار ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں اڑ بیٹھے اور سرکشی کرے۔ دہت بی بی اور دہت بی بی بھی اس محفل عرفان میں حاضر تھیں۔ دہت بی بی نے اپنا منزل رسیدہ لوگوں کو مرکب کی کیا فکر۔ حضرت میر نے پوچھا منزل رسیدہ کون ہیں؟ دہت بی بی نے کہا جو اپنے آپ سے بے نیاز ہو گئے۔ حضرت نے پوچھا تو نے اپنے آپ سے رہائی پائی ہے۔ بی بی نے کہا اگر آزاد نہ ہوتی تو ایسی مقدس محفلوں میں گستاخی کی جسارت کیسے کرتی۔ حضرت نے پوچھا تو بیٹی ہے یا بیٹا۔ جواب دیا۔

Marfat.com

اگر ہیت ہوں بھی میں لڑکی ہوں ۔ لڑکا ۔ اور اگر اسی کا اقرار کرتی ہوں ۔ تو پھر
ان انسانوں ہی میں شمار نہیں ہوں ۔ پھر چاہے مرد یا عورت ۔ حضرت میر نے فرمایا ۔
تمہیں یہ شادکامی کس بات سے ملی ۔ جواب دیا ۔ کہ مجھے روحانی موت سے نجات ملی
ہے ۔ حضرت میر نے فرمایا ۔ نہایت سستی غیر باتیں کرتی ہو ۔ یہی مقدس مجلس کے اعتبار
سے مقدس کلام کی ہی ضرورت ہے ۔ وہ چپ ہو گئی ۔ اور حضرت میر کا مکالمہ
بہت طویل ہے ۔ آخر پر حضرت پیر و بہت بی بی کی عرفان شناسی سے بہت خوش ہوئے
کہتے ہیں ۔ اس ملاقات کے بعد ان دونوں بزرگوں کے درمیان بات چلی ۔ ایک نے کہا ۔
اگر میں خوش قسمت ٹھہری تو میری قبر اس جگہ ہوگی ۔ جہاں حضرت شیخ تشریف فرماتے
دوسری نے کہا اگر میں خوش قسمت ٹھہری تو میری قبر اس جگہ ہوگی ۔ جہاں حضرت میر
بیٹھے ہوئے تھے ۔ اور خدا کی مرضی سے یہی بات عمل میں آئی ۔ دونوں عارفہ بی بی اور
صحیح انہی دو جگہوں پر مدفون ہیں ۔

شنگرفی بی بی اور ایک مرثی

مست شباب مشہور رقاصہ اور دلفریب ادا کار تھیں ۔ چند شریر لوگوں نے اسے حضرت
شیخ کی آزمائش کے لیے بھیجدیا ۔ اور خود ٹوہ میں لگے رہے ۔ رقاصہ اپنے انگ انگ
سے جوانی بکھیرتی نمائت گری کی یورش سے پہاڑی ۔ حضرت شیخ ان دنوں اس خطہ
پھوکری نوشہرہ میں تشریف فرما تھے ۔ پہنچتے ہی پہنچتے سازش کا اٹھے ۔ اور رقاصہ نے
غمزہ و عشوہ اور ناز و ادا کے تمام تیر صرف کر دیئے ۔ حضرت شیخ نے ایک پر جلال نظر سے
اس کی کایا پلٹ دی ۔ اور اسے شیشے میں اپنی تصویر دیکھنے کو کہا ۔ وہ دیکھتے ہی
بے ہوش ہو گئی ۔ اس لئے کہ شوخ و شنگ ایسی جوانی کے بجائے اسے ایک کھوسٹ
بڑھیا کی تصویر نظر آئی ۔ جسے دیکھتے ہی اسے ہول آگیا ۔ ہوش میں آتے ہی حضرت شیخ

Marfat.com

[illegible]

اوگی۔ تو مست شباب ہوگی انہیں نوجوانی ختم ہو جائے گی۔ توبہ کی اور دائرہ عقیدت میں داخل ہو گئیں اور عبادت بندگی نفس کشی اور ترک لذات اپنا شعار بنا لیا۔ بڑے بزرگوں اور خدا دوستوں کی خدمت گذاری اور محفل نشینی کا شرف حاصل کیا، حضرت شیخ کے وصال کے بعد مرتے دم تک آستانہ کے دروازے پر مجاوری کرتی رہی اور انتقال کے بعد حضرت شیخ کی پائنتی میں دفن کی گئیں۔ اس دم کی ایک مثال سوزن ریشی کے حالات میں بھی ملتی ہے۔ جہاں ناندی لولی نے انہیں یہ کہہ کر آزمائش میں ڈالا کہ خدا نے ان کی عبادت قبول کر کے انہیں ایک سوزن بخشی ہے۔ یہ سن کر ان کا زہد و اتقاء غارت کر گئی اور صبح ہوتے ہی بھاگ گئی۔ ریشی اس عمر میں ایک ہفتے کے اندر اس دنیا سے چل بسے اور ناندی تارک دنیا ہو گئی اور اپنے صرفے سے ناندی مرگ کی زمین خرید کر اسے وقف رکھ لیا اور اس کے بیچ میں اپنے ہی صرفے سے ایک نہر کھدوائی جسے ناندی نہر کہتے ہیں۔

[illegible] بی بی

ان کے حالات زندگی بہت مختصر طور پر معلوم ہیں۔ کہتے ہیں حضرت شیخ کی ریاضت کش اور جانباز مرید تھیں۔ نوشہرہ کے نزدیک موضع پھوکری کے محلے میں دفن ہیں۔

[illegible] اور چھوٹی سلانی بی بی

دونوں حضرت شیخ العالم کی [illegible]

چکرا شریف میں دفن ہیں۔

شنگر بی بی

آپ حضرت زین الدین کے خلیفہ ابا قصور [illegible] اصلی وطن

چاہ [illegible] موجودہ [illegible]

Marfat.com

طریقت کی راہوں پر گامزن ہوئیں۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھیں، وہ بوٹھو علاقہ کھویہہ امہ میں بانڈی پورہ کے قصبے سے آٹھ میل شمال کی طرف ایک جنگل میں معتکف تھیں کہتے ہیں کہ شیر سوار تھیں۔ ایک دفعہ شیر نے اُن کے مرید کو پکڑ لیا حضرت بی بی نے اپنے اعتکاف گاہ سے شیر کو پکار کر کہا، کیوں بے گناہ آدمیوں کو ستاتے ہو۔ شیر نے آواز سُن کر اس آدمی کو چھوڑ دیا، آپ کا مرقد موضع بوٹھو میں ہی واقع ہے۔

ریشی تحریک میں انہی عظیم عارفاؤں کی عرفان شناسی کا نتیجہ تھا کہ کشمیر کی تاریخ میں بہت ساری ایسی پاک سیرت اور نیک فطرت عورتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے سلوک و طریقت کی راہوں میں اپنی وجدانی کیفیتوں سے چراغاں کیا، ان میں میرہ بی بی صاحبہ جو گامرو بانڈی پورہ میں آسودہ ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کی تربیت یافتہ تھیں، ان کے علاوہ اُلکھ ایشوری روپہ بھوانی، اہلیہ رشید بیب صاحبہ اور دوسری خواتین قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

⊙ مشعل سلطانپوری

زمانہ حال میں ریشیت کے نقوش

کشمیر کی مشہور روحانی تحریک ریشیت اور اس سے وابستہ ریشیوں کے آثار و نقوش اب تک باقی ہیں اور مدت تک باقی رہیں گے۔ ریشی تحریک یہاں کی روحانی تحریکوں میں ایک زبردست پائیدار اور موثر تحریک تھی۔ ریشی مزاج عرصہ دراز سے کشمیری لوگوں کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ تحریک اپنی منفرد نوعیت کے لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل رہی ہے۔ دوسری روحانی تحریکوں سے سامنا ہونے کے بعد یہ ان میں سے کسی تحریک سے متصادم نہیں ہوئی بلکہ ان کے مختلف اثرات جذب کرتی رہی اس کے باوجود منفرد رہی اور اپنی جداگانہ حیثیت قائم رکھی۔ اس کا رشتہ بہت دور جاکر ہندوستانی ریشیت سے ملتا ہے۔ اور اس کا اتا پتا ویدوں اور اپنشدوں میں مذکور ریشیوں کے حالات میں پایا جاتا ہے۔ عرصہ دراز کے بعد اُن دونوں قسم کے ریشیوں میں صرف ایک مماثلت باقی رہی اور وہ ہے عزلت گزینی میں ریاضت شاقہ۔ کشمیری ریشیوں نے اس کے علاوہ اصلاح و تبلیغ کا کام بھی ہاتھ میں لیا اور [illegible] اس کی نوعیت مختلف [illegible] ریشی تحریک پر بودھ بھکشوؤں کے تجرد اور انتہائی پسندی کا اثر بھی پڑا اور برہمنی رہبانوں کی نفس کشی اور ریاضت شاقہ کا بھی۔ اس نے مسلم صوفیاء کے ترک دنیا اور طرز عبادت کے اثرات بھی جذب کئے اور لوگوں کے کام [illegible] ایسے لوگ عوام کے مختلف طبقوں

Marfat.com

[illegible] اہل اقتدار اور حکمرانوں [illegible] کے انداز [illegible]
برزمانہ سابق ترکستان [illegible] کئی شہزادوں اور [illegible] کر [illegible] ۔ جنہوں نے [illegible]
[illegible] اور خود [illegible] لوگ کر بیٹھ کے حلقہ میں آ گئے ۔ [illegible] تو اب [illegible]
[illegible] ہے ۔ اس لئے اس کے نقطہ نظر ان کے طور زندگی [illegible] نظر رکھنا مناسب ہوگا ۔
[illegible] کی طرز زندگی سے متعلق [illegible] کے مورخین کے بیانات کافی اہمیت رکھتے ہیں ۔
[illegible] حقیقت کی تلاش اور خدا کے عرفان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر عزلت گزینی اختیار کی
[illegible] ۔ خوب تپسیا ' ریاضت شاقہ [illegible] نفس اور عبادت کے دوسرے مختلف طریقوں سے گیان پا
[illegible] ۔ دنیا [illegible] ۔ لوگوں کو دنیا سے دور رہنے کی تلقین کرتے
[illegible] کا احساس دلاتے ۔ بہت سادہ زندگی بسر کرتے ۔ معمولی لباس جو اکثر ایک لنگوٹی
[illegible] ہوتا پہنتے (اکثر درویشوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سارا عمر صرف ایک
[illegible] پہن کر گذاری) روکھا سوکھا کھاتے ۔ اکثر روزہ دار رہتے اور نفس کشی کے لئے کئی بار [illegible]
[illegible] سبزیاں استعمال کرتے ، خواہشات کو بس میں کر لیتے ۔ مذہب کے ایسے رسم و رواج
[illegible] جن سے عام لوگ [illegible] کے خلاف احتجاج کرتے ، فقہی [illegible] سے بچتے
[illegible] یا زیادہ سے زیادہ گھاس کی جھونپڑی یا کچے [illegible] ۔ عام لوگوں کی [illegible]
[illegible] ، [illegible] اور سایہ دار درخت لگواتے ، زیارت گاہوں اور عبادت گاہوں کی تعمیر اور
[illegible] کرتے ۔ اپنی محنت سے روزی حاصل کرتے ہیں ۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے ۔ گھر بنانے
[illegible] غاروں اور گپھاؤں میں پناہ لیتے تھے یہ لوگ مغل عہد میں بھی کثیر تعداد میں پائے جاتے
[illegible] ۔ ابوالفضل لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مذہبی ظاہرداری سے دور خدا کے سچے پجاری ہیں ۔ کسی
فرقے کے خلاف نہیں ۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے ، مسافروں کے لئے پھل دار
درخت لگواتے ہیں ، گوشت سے پرہیز کرتے ہیں اور تجرد کی زندگی گزارتے ہیں "

اس تحریک اور اس [illegible] طرز فکر کے آثار و نقوش اب تک [illegible] ۔ [illegible]

Marfat.com

نوعیت کے لحاظ سے مختلف درجوں میں رکھا جا سکتا ہے۔

۱۔ ان کی زیارت [illegible]

۲۔ مختلف ریشیوں کی زیارت گاہوں پر سالانہ منائے جانے [illegible] اور ان کی خصوصیات

۳۔ تذکرے اور تاریخ کی کتابیں [illegible] کے حالات مذکور ہیں

۴۔ مختلف ریشیوں کا کلام جو ان کے فکر و فلسفہ کا آئینہ بھی ہے اور مختلف ریشیوں کے بارے میں تاریخی اشارات کا کام بھی دیتا ہے۔

۵۔ لوک شاعری کا وہ حصہ جس سے [illegible] ان کے [illegible] میں لکھے گئے منقبت اور دوسری نظمیں۔

۶۔ ریشی قوم یا ذات [illegible]

۷۔ موجودہ دور میں پائے جانے [illegible]

حضرت شیخ العالم [illegible]

اور عبادت کی جگہوں کے بارے میں چند اشارے خود حضرت شیخ العالم [illegible] ہیں۔ یہ جگہیں کشمیر میں انہی ناموں سے اب بھی موجود ہیں جیسے ڈنڈ کے ون (زلکا ریشی کی جائے عبادت) موجودہ لون ہرے کیوارہ کے عقب میں ایک جنگل۔ ریشہ ونی (سیران ریشی کی جائے عبادت) صفا پورہ سوناواری کے قریب ایک مقام پر سمان پور (حضرت طہ عارفہ کی جائے پیدائش) جسے آج پانپور کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ طل تراگ جو اب خشک ہو گیا ہے لیکن زیادہ موت نہیں گذری کہ پانی سے [illegible] پانپور میں موجود تھا [illegible] دانت ناگ [illegible] اس نام سے پکا [illegible]

حضرت شیخ العالم [illegible] ریشیوں کے بہت سے آثار اب تک محفوظ ہیں [illegible]

Marfat.com

ہیں اُن سے متعلق دوسرے آثار جیسے کرالہ ناگ (حضرت شیخؒ کی جائے پرورش) پوشہ ٹینگ اور گوپھ بل (حضرت شیخؒ کی جائے عبادت) نندری مزیش پتل، دودھ ناگ (ان مقامات سے حضرت شیخ مختلف وجوہات کی بنا پر وابستہ ہے) ماچھ ناگ (جہاں انہوں نے اپنے بچوں کو بعد وفات نہلایا) اب بھی پائے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ العالمؒ عبادت اور ریاضت کے سلسلے میں جن دوسرے مقامات سے وابستہ رہے وہ ہیں رنہ پہون جہاں اُن کی آبائی جاگیر تھی اور جہاں وہ کافی عرصہ عبادت کرتے رہے، چرار شریف سے میل بھر کے فاصلہ پر وہاں پایا جانے والا پتھر (جس پر وہ سبزی کوٹ کر کھاتے تھے) وزیہ گام (بیرو کے قریب گاؤں) ہچہ پورہ (اسی علاقے میں دوسرا گاؤں) نندہ ہوم، دوکھتہ کل اور پین (کامران واقع مقامات) اس کے علاوہ خود چرار شریف جہاں اُن کا مرقد مبارک ہے۔ اور جہاں اُن کے ساتھ ان کے کئی دوسرے خلفاء مدفون ہیں۔ زالوت (جہاں ان کی ملاقات حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ سے ہوئی) وغیرہ۔ یہ مقامات آج تک ان ہی ناموں سے مشہور ہیں۔

حضرت شیخؒ کی والدہ سدرہ ماجی کی جائے پناہ دکھی اور اُن کی اہلیہ دیہ کی جائے ولادت (ڈاڈسر) اب بھی ضلع اننت ناگ میں پائے جاتے ہیں۔ کیموہ میں حضرت شیخؒ سے متعلق برکات پتھر کی ایک اوکھلی اور بٹا (جس سے وہ سبزی کوٹ کر کھاتے تھے) لکڑی کا ایک پیالہ (جس میں وہ دودھ پیا کرتے تھے) ایک عصا (جو ٹیکنے کے کام آتا تھا) اور ایک چھوٹا پھرن (جو انہیں حضرت میر حسین سمنانیؒ کی طرف سے عنایت ہوا تھا) اب تک محفوظ ہیں)

ان کے خلفاء میں سے حضرت بابا بام الدین کی زیارت گاہ (بومہ زو) حضرت زین الدین ولیؒ کی زیارت گاہ (عیش مقام) اسی جگہ ان کی عبادت گاہ (ایک غار) حضرت بابا لطیف الدین کی آرام گاہ (پوشکر بیرہ) حضرت بابا نصر الدین کا مقبرہ (چرار شریف) حضرت بابا قیام الدین ریشی کا مقبرہ (مشرگام) دیوسر اننت ناگ، حضرت بابا نظام الدین کی زیارت گاہ (برین) حضرت بابا آلدین، صدر الدین اور دیتی ریشی کے مقبرے (سابی باگل تنگ مرگ)

Marfat.com

حضرت سوزن ریشی کا مقبرہ (ینگر واڈی) حضرت بابا لچھم ریشی ثانی کا مقبرہ (تہجوارہ) حضرت بابا تاج الدین کی زیارت گاہ (وترہ ھیل بیروہ) بابا فیروز ریشی کی زیارت (بارپ، پرگنہ ناگام) سدہ ریشی، زینی ریشی، فیروز ریشی کی زیارتیں (کھل نارواو) بہت بی بی اور دہت بی بی کا مدفن (زالوسہ ناگام) بابا رجب الدین اور اس کے بھائیوں کا مقام وصال (ناگہ نارن، آریگام) بابا نوروز ریشی دوم کا آستانہ (چکہ دربیجبہاڑہ) شیخ زین الدین کے خلیفے بابا پیام الدینؒ کا آستانہ (رنبوہ گلمرگ) بابا دریا الدین کا مقبرہ (رنگل) بابا حنیف الدین کا مقبرہ (مانچھہام) لدہ مل، لنگر مل اور لدہ مل کی اہلیہ کی زیارت (ہندون پورہ، ہندوارہ) خواجہ بابا خلیفہ بابا لدی گنائی کا مقبرہ (بدرہ کوٹ، ٹنگمرگ) بابا لدی کٹور کی پناہ گاہ (بچہ کوٹ، زینہ گیر) بابا نوروز ریشی کی زیارت (لولہ پورہ) بابا نصر الدین کے خلیفہ ریپور ریشی کا مقبرہ چکو ریشی پورہ اننت ناگ ـــــ بعد کے آنے والے ریشیوں میں بابا ہردی ریشی کی زیارت (اننت ناگ) بابا گنگی ریشی کی (وانی گام، بارہمولہ) بابا نصیب الدین اور شنکر ریشی کی زیارت بیج بہاڑہ اب بھی مرجع خاص و عام ہیں۔ یہ ریشی تحریک کی مقبولیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والے نقوش ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے ریشیوں کی زیارتیں کشمیر کے متعدد مقامات پر پائی جاتی ہیں۔ کشمیر کا شاید ہی کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں کسی ریشی کی زیارت نہ پائی جائے۔

کئی ریشیوں کی زیارت گاہوں کے گرد و نواح میں بھی پائی جانے والی موجودہ بستیوں اور وہاں کے لوگوں میں چند روائتیں اب تک سننے میں آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت بابا داؤد خاکی کے مرید شوگر ریشی مدفون (سمر) اور حضرت بابا شکوار الدین مقبرہ (۱۵ [illegible]) سوپور کے آستانوں سے ناگہانی آفتوں اور حادثوں کے موقعوں پر توپ داغنے کی آواز آتی تھی۔ تعجب کا مقام یہ کہ اس قسم کے سوراخ ان کے آستانوں کی دیواروں میں اب بھی موجود ہیں۔

زیارت گاہوں کے علاوہ جن مقامات پر ان ریشیوں نے عبادت اور ریاضت کی [illegible] اقتدا زمانہ کے باوجود یہ مقامات اب تک محفوظ ہیں [illegible]

Marfat.com

اختیار کی وہ پتھر جن پر بیٹھ کر انہوں نے ہواتوں سے قرب الٰہی پایا وہ درخت جو انہوں نے نصب کئے یا جن کے سایہ میں انہوں نے وقت گذارا زمینوں کے وہ رقبے جو انہوں نے کاشت کئے زبان حال سے اُن کی بزرگی اور علو مرتبت ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت بابا زین الدین کی عبادت کا غار (نیش مقام) بابا حنیف الدین کی جائے عبادت دارش پہاڑ پرگنہ نیپھام، پور ایک غار بابا بستہ ریشی کی جائے عبادت (موضع گام بارہمولہ) میں ایک غار۔ بابا لدہ مل (ہندوان پور ہندوارہ) کی زیارت کا درخت بابا دریا الدین مدفون (کرنگل پرگنہ پھاگ) کا مقام عبادت ایک غار اور غار سے اوپر ایک بڑا پتھر وغیرہ۔

متعدد ریشیوں کی ان زیارت گاہوں پر اُن کے تبرکات بھی موجود ہیں۔ جن میں عموماً وہ گدڑیاں یا پھرن (جو وہ ریشی پہنا کرتے تھے) پانی یا دودھ پینے کے پیالے (جو عموماً لکڑی یا مٹی کے ہیں) جنگلی ساگ کوٹنے کے پتھر، ٹیکنے کے عصا، پہننے کے کھڑاؤں وغیرہ ان تبرکات سے اُن کے طرز زندگی، نفس کشی اور ریاضت وغیرہ پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ یہ تبرکات بھی اصل حالت میں موجود ہیں اور کوئی چیز تبدیل نہیں کی گئی ہے۔

کشمیر کے ریشیوں کی یادگار غار اور اُن کی زیارت گاہوں کا ذکر کئے بغیر کشمیر کی تاریخوں پر مضمون ختم جاتے ہیں۔ جو اپنی منفرد خصوصیات رکھتے ہیں۔ ان تقریباً سب نے اپنے پیغام، طرز عبادت و طریق زندگی، پسند و ناپسند اور فکر و فلسفے کے بارے میں تحقیقی مواد حاصل کر سکتے ہیں۔ ریشیوں کی جو روایات جب ہاتھ اور جب تک اب تک پہنچی ہیں۔ اُن کا ایک نظریہ ہے۔ نظریہ واقعات ہیں اور اُن واقعات کا صحیح تاریخی حقائق سے یہ ہی ملایا نہیں جا سکتا پورا اور کھری توجہ چاہتے ہیں۔ ریشی تحریک سے وابستہ بزرگ عموماً ترک لحم اور ترک لذائذ کے حامی رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ اس حد تک گئے کہ نہ صرف خواہشات پر قابو پانے کے لئے ترک لذائذ سے کام لیا بلکہ اپنی خواہشات سرے سے مٹانے کے لئے اپنے نفس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اور اخروی

Marfat.com

کے کچے چھلکے، اندرائن کا پھل اور دوسری کڑوی کسیلی چیزیں کھاتے رہے۔ قدرتی بات یہ ہے کہ ان کی اس قسم کی نفس کشی کی یاد تازہ کرنے کے لئے انکے عرس پر ترک لذائذ کیا جائے اور یہ سلسلہ عرصہ دراز تک ضرور چلتا رہا ہوگا۔ اب صرف یہ روایت اس حد تک قائم رہی ہے کہ کئی ریشیوں کے عرس پر گوشت نہیں پکایا جاتا یا گوشت کھا کر ان کی زیارت پر نہیں جایا جا سکتا۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ خوف کا یہ جذبہ لوگوں میں قصداً پیدا کر دیا گیا ہے کہ ان دنوں جو گوشت کھائے گا تکلیف اٹھائے گا۔ اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان بزرگوں سے عقیدت مندی دکھانے کے لئے یہ روایت چلی آ رہی ہے۔ اور عقیدت مندوں کے لئے ایسا ہونا ہی چاہیئے۔ اس سلسلے میں فقط چند مثالیں دینا کافی ہوگا۔ حضرت بابا [illegible] کے عرس پر [illegible] دنوں تک گوشت نہیں پکتا۔ [illegible] ہوا ان دنوں گوشت نہیں کھا سکتے [illegible] ہیں۔ بابا نجیب الدین [illegible] صرف بے نمک ساگ کھایا [illegible] دوسرے مرید شیخ [illegible] ڈولی پورہ [illegible] زمانہ میں [illegible] راجماش اور شلغم کا سالن ہوتا ہے۔ [illegible] غفور الدین [illegible] پر گوشت مچھلی وغیرہ کھا کر [illegible] ریشی کے اس پر علاقہ بھر میں چراغاں کیا جاتا ہے [illegible] زمانہ میں [illegible] سے یہ کام لیا جاتا ہے۔

ریشی تحریک کے بارے میں [illegible]

Marfat.com

کتابیں اب تک موجود ہیں۔ اِن کتابوں میں مختلف زبانوں میں لکھے گئے تذکرے، تاریخ کی کتابیں اور سوانحی تحریریں شامل ہیں۔ یہاں اِن کتابوں کا سرسری حوالہ دینا ناموزون نہ ہوگا۔ تذکروں میں ملا احمد کا مراۃ الاولیا، نورنامہ (بابا اسمٰعیل زاہد) تذکرۃ العارفین (بابا علی رینہ تذکرۃ العارفین (بابا حیدر تولہ ملی) راحت الطالبین (خواجہ حسن قاری) چلچلتہ العارفین (خواجہ اسحاق قاری) نورنامہ (بابا نصیب الدین غازی) منہاج الریشی عربی اور اسرار الابرار (بابا داؤد مشکواتی) ریاض الاسلام (عبدالوہاب شایق) نورنامہ (بابا محمد خلیل چراروی اور نورالدین نامہ نظم و نثر (بابا کمال چراروی) تذکرۃ صالحین (محمد خلیل کھوسہ پوری) رسالہ مقامات (بابا حاجی اوم) تذکرہ شائخان (بابا عبدالغفور) درجات السادات (خواجہ اسحاق) خوارق السالکین (ملا احمد ہادی) فتحات کبرویہ (عبدالوہاب نوری) اور ثمرۃ الاشجار (خواجہ محمد اعظم دیدہ مری) تاریخوں میں تاریخ کشمیر (سید علی) بہارشان شاہی (سید مہدی) تاریخ کشمیر (حیدر ملک) تاریخ اعظمی (خواجہ محمد اعظم) وجیز التواریخ (ملا غلام نبی) تاریخ حسن (پیر حسن شاہ) تاریخ کشمیر (ملا خلیل مرجانپوری) تاریخ کبیر (حاجی محی الدین مسکین) تاریخ کشمیر (بیربل کاچرو) کشیر انگریزی (صوفی محی الدین) نند ریشی انگریزی (آنند کول بامزئی) اس کے علاوہ سوانح شیخ العالم (غلام محمد مغل) سوانح شیخ نورالدین (غلام محی الدین تربنو) نند ریشی (محمد امین) نند ریشی (غلام نبی میر) سوانح شیخ العالمؒ (انجمن تبلیغ الاسلام) گلدستہ للہ عارفہ (غلام محمد مغل) علمدار (کشمیر کلچرل آرگنائزیشن) کشمیری زبان اور شاعری (عبدالاحد آزاد) جیسی سوانحی تحریریں اردو میں اور اخبار چمن علمدار نمبر، کاشر اخبار علمدار نمبر۔ نورنامہ (محمد امین کامل) گلبن (کشمیر کلچرل آرگنائزیشن، آئینہ حق (اسد اللہ آفاقی) ریشی نامہ (علی بابا کرمشور بڈگام) کشمیری زبان میں حضرت شیخ کے کلام اور ان کی حیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ حال حال میں مرزا دبی سنگھم کا (نور آگر) اور شیخ شوق کی (شیخ العالم تہ تسند زمانہ) ریشیت اور حضرت شیخ کے بارے میں کشمیری زبان میں اچھا مواد بہم پہنچاتے ہیں۔ جناب رشید نازکی صاحب نے

Marfat.com

(ریشیت تہ سائی ریشی) عنوان سے اس تحریک پر ایک سیر حاصل کتاب لکھی ہے جو کشمیر یونی ورسٹی کے کشمیری شعبہ کی طرف سے طباعت کے مراحل میں ہے۔

ان شواہد کے علاوہ کئی ریشیوں کا کلام جن میں خود حضرت شیخ رح سرفہرست ہیں۔ اس تحریک اور اس کے وابستہ ریشیوں کے بارے میں قابل ذکر حوالے مہیا کرتا ہے۔ حضرت شیخ رح نے اپنے زمانے سے پہلے کے ریشیوں میں کشمیر کے جن ریشیوں اور عارفوں کا ذکر کیا ہے ان میں زکا ریشی، بلاس ریشی، میران ریشی، للہ عارفہ لوکہ بون کی، بجی جیسے کشمیری بزرگوں کے نام آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے خلفاء میں سے بھی کئی لوگوں کا نام لیا ہے، اور ان کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسے ؎

زین میوان اوس امرتہ گورو (میر زین الدین چشمہ آبیات ہے) یا نصر بابہ مئے وُچھ
تہ تہ وُچھیہ گرتھ (بابا نصر الدین میں نے مشاہدہ کیا اب تو دیکھ لے) حضرت شیخ العالم رح کی وفات
پر ان کی مرید شامہ بی بی کا مشہور مرثیہ ع نُند ہنز گوہ سوز گمو تو (نند ہنز یعنی حضرت
شیخ نور الدین جنت کو سدھارے) حضرت شیخ العالم کی عقیدت میں حضرت بابا نصیب الدین
کے اشعار ؎

کیمو بکس شیخ نور الدینس رح[1]
نُی ین نور بورسینس تام
نوار بورتھ فاتس نینس
تُ خبر مکہ مدینس تام

کہ وہ کہ شیخ نور الدین رح کو آنحضور کے نور سے معمور کیا۔ یہ بات مکہ اور مدینہ تک پہنچ گئی۔ کہ وہ ان پر فخر کریں گے۔ ریشیت کے بارے میں اس فکر و فلسفہ اور طرز بود و باش سے متعلق مختلف ریشیوں کا کلام سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ شیخ کے ہاں ریشیوں کا

---

[1] کیمو بکس شیخ نور الدینس سوال بورتس سینس تام
داتس داتس شیخ نورالدینس سوے خبر مکہ مدینس تام

Marfat.com

پتہ وقوان نوزکھ درتا ہا اکھ

نینگلاوان کل سمسارس

شوٗزر تھاوکھ شکتی پراوکھ

نارمنگ یوٗز ژھیو راوکھ

ایک جگمگاتا سا دیوتا سارے سنسار کو ہڑپ کرتا ہے قلب کی صفائی سے تجھے شکتی ملے گی

اگر نفس کی آگ بجھا دو گے۔ حضرت للہ عارفہ فرماتی ہیں ؎

للہ بہ وزائیس لولرے

ژھانڈان نوسم وہ کیہو راتھ

وُچھم پنڈت پننے گرے

سُے متے روٗتم نچھرتہ ساتھ

(فرط شوق میں میں لل نکل پڑی اور اُسے ڈھونڈتے کتنے دن اور کتنی راتیں گذر گئیں آخر اُسے اپنے ہی گھر پہ پا لیا اور وہی لمحہ گرفت میں آیا)۔ حضرت شیخ العالمؒ فرماتے ہیں۔ ؎

ریشی اسی پتم ریشی

تمن اوس پیٹھ جنڈ ننگہ تن

منگھ کھارہن وشکہ کوشی

تیتھ سرہن تہ پتھر ونے

ریشی تو پرانے زمانے کے ریشی ہی تھے گدڑی پہنے ہوئے یا ننگے بدن کھاتے تھے جو کا بھوسہ اور تپسیا کرتے تھے جنگلوں میں جا کر۔ یا ؎

کلے مے پوٗرم کلے مے سوٗرم

کلے مے کورم پننے پان

Marfat.com

کلمے ہنہ ہنہ موین تو رُم

کلمہ [illegible] لامکان

میں نے کلمہ پڑھا اور اس کے معنی سمجھے۔ اپنا آپ اسی قالب میں ڈھالا کلمہ میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ اسی سے میں لامکان پہنچا۔ حضرت شیخ العالمؒ کے خلیفہ بابا بام الدین فرماتے ہیں۔ ؎

[illegible]

[illegible] کتنے رفقا جمع ہیں چلئے تو آپ کا ساتھ نہ دے سکیں۔ ان کے دوسرے خلیفہ [illegible] نصیر الدین کا دوہا ہے۔ ؎

گور بتہ چھے ہیوت تہ دیتو

گور بتہ چھے وُد تہ کاسے

گور [illegible] چھے [illegible] تہ چھوتو

[illegible]

[illegible] موافقت چاہتا ہے [illegible]

[illegible] نادار [illegible]

[illegible]

[illegible] شیخ کے ترک دنیا کے اسباب و مواطن [illegible]

[illegible] خاص [illegible]

[illegible] محفوظ رہا۔

Marfat.com

کشمیر کے لوگ فطرتاً خوش اعتقاد ہیں۔ انہیں اپنے بزرگوں اور روحانی ستاروں سے گہری وابستگی رہی ہے اسی لئے کشمیر کے اکثر و بیشتر شعراء نے کشمیری اور فارسی میں نعت و مناقب لکھے ہیں۔ یہ مناقب حضرت نورالدین ریشیؒ اور اُن کے خلفاء کے بارے میں ملتے ہیں۔ اور انکی درگاہوں پر پڑھے جاتے ہیں۔ صرف آج نہیں ہر زمانے میں لکھے جاتے ہیں۔ حضرت بابا نصیب الدینؒ کے اشعار کا حوالہ تو اوپر دیا گیا ہے مثال کے طور پر ایک اور حوالہ پڑھیئے:

حضرتن ژتے چھی ذمہ کرُی ہتی
کاشُری ساری مٹہ مژی ہتی
یتھی چھیہ تھتی کاشر غولام چاہ فی
یا سخی نورالدین نوراٗنیؒ

آنحضور نے ہماری نگاہداشت آپ پر کر رکھی ہے سارے کشمیری لوگ آپ کے ذمہ ہیں۔ ہم کشمیری جیسے بھی ہیں آپ کے غلام ہیں اے نورالدین نورانیؒ صاحب یہ روایت اب تک چلی آرہی ہے اور مختلف اصناف شعر میں یہ منقبت آج بھی لکھے جاتے ہیں۔ ریشیوں پر ایک منقبت کے یہ اشعار پڑھئے انداز لوک شاعری کا ہے۔ ؎

ناوس لگے نُشہ ریشہ لو
ہاوس گنڈے زوٗدشہ لو
کاشُری تہ کاشر زیورٗ اوتھ
باوتھ گمژہ اڈ مکھشے لو

اے نندریشی میں تیرے نام پر نثار ہوں اپنی جان کو تیری درگاہ کا یادگار قبلہ دل کشمیر اور کشمیری زبان کھو گئی ہے اور اظہار و ابلاغ نیم بسمل ہو کے رہ گیا ہے۔

مناقب کے میدان سے ہٹ کر اگر کشمیر کی لوک شاعری پر نظر ڈالی جائے تو اس کے کافی حصہ میں شیخ العالمؒ اور دوسرے ریشیوں سے عقیدت جھلکتی دکھائی دے گی۔

Marfat.com

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کشمیری لوگ ریشیت سے بہت متاثر رہے ہیں۔ کھیتوں میں کام کرتے وقت گائے جانے والے گیت ہوں یا شادی بیاہ کی تقریبوں پر چھیڑے جانے والے نغمے ہر قسم کے گیتوں میں ایسے اشارے ملتے ہیں۔ مثلاً

اُسی ہے آے دیدار اس تہ لولو دُنے زار علمدار اس تہ لولو

ہم دیدار پانے آئے حضرت علمدار شیخ العالم سے فریاد کریں گے۔ سے نورالدین صاحبس اوس واتونے۔

بوزنا وہ ہُن سوئے یے۔ حضرت نورالدینؒ تشریف لانے والے تھے کیا وہ ہمارے نغمے نہیں سنیں گے ؎

شیخ صاحب پادہ کوٗر پروردگارن تہ گندہ نورہ بیو وتیہ پہ تارن

حضرت شیخ نورالدین کو خدا نے پیدا کیا۔ اُس کی روشنی آسمان کے ستاروں پر پڑی۔ پہلے زمانے میں ریشی صرف اُن لوگوں کو کہا جاتا تھا۔ جو واقعی ریشی ہوتے تھے اور ایک اعلیٰ روحانی مرتبہ رکھتے تھے جدید عمل سے قطع نظر اُن کی آل اولاد ریشیوں کے نام سے پکاری جانے لگی یا وہ لوگ ریشی کہلائے جانے لگے جو کسی ریشی کی زیارت پر مجاور بن کر بیٹھیں۔ اس طرح یہ ایک ذات بن گئی اس ذات کے لوگ کشمیر میں کئی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ اس سے یہاں اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ ریشیت کا تصور کافی حد تک بدل گیا لوگ ظاہر کی طرف متوجہ ہوئے اور معنی سے آنکھیں موند لیں۔ یہاں اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ ریشیت یہاں ایک زوردار تحریک رہی ہے اور یہ آثار اسی فکر و فلسفہ اور اسی تحریک کے آثار ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ [illegible] منسوب بستیاں اب تک کشمیر میں موجود ہیں۔ جیسے ریشی پورہ (چکوانت [illegible] پورہ) بندوارہ بارہ مولہ اور ریشی پورہ ([illegible])۔

اس تحریک نے کشمیری تمدن پر گہرے اثرات ڈالے ہیں جن کا [illegible] کے بعد آج بھی کی جا سکتی ہے۔ کشمیریوں کے درمیان [illegible] کی [illegible] اتحاد و خوش اعتقادی، ریشیت اور [illegible] کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ [illegible] کشمیر [illegible] سایہ دار درخت [illegible]

Marfat.com

حضرت شیخ زینؒ کے خلیفہ بابا زین الدین نے اسے رواج دیا بعد میں دوسرے لوگ پہننے لگے اور اب
صرف گڈریئے پہنتے ہیں۔ اونی کپڑا پگڑی کی صورت میں باندھنا اسی زمانے کی یادگار ہے۔

کشمیر میں آج بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ریشی تحریک کا زندہ نمونہ ہیں۔ ریشی
ان کے طرز زندگی اور فکر و فلسفہ کی بنیاد ہے۔ ان میں اکثر لوگ ایسے ہیں جن کا ریشی ذات سے
کوئی تعلق نہیں لیکن انہوں نے ریشیوں کے طور طریقے اپنائے ہیں۔ معمولی لباس پہننا اکثر
اونی یا سوتی کپڑے کا پھرن سر پر ٹوپی یا رومال پاؤں میں کھڑاؤں یا گھس (جوتی) گھر بار تیاگ
دینا، اپنی غذا خود کھانا، کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا راستوں پر سایہ دار درخت لگانا، خانقاہ
خانے اور بیت الخلا تعمیر کرنا، مساجد کی مرمت اور تعمیر یا اولیاء اللہ کے آستانوں کی مرمت
تعمیر جدید راتیں مسجدوں یا تنہائیوں میں گذارنا وغیرہ۔ اس قسم کا ایک ریشی یٰسین صاحب کے نام
سے (اڑ ہامہ وتر ہندوارہ) موجود ہے۔ یہ ۱۹۷۰ کے قریب مسجدیں تعمیر کیں۔ سادہ
گذاری اور سادگی کا بے تکلف نمونہ ہے۔ دوسرا شخص منور صاحب ہرہامہ کپواڑہ میں درگاہ
ریشی بابا کے آستانہ پر سایہ دار درخت لگایا۔ پہلے وفات پا گیا۔ یہ شخص عمر بھر مجرد رہا۔ اور خدا کی
عبادت اور عوامی خدمت میں وقت گذارا۔ سال بھر روزے رکھتا۔ پیٹ کی آگ بجھانے
کے لئے خود محنت مزدوری کرتا تھا جھاڑ پھونک یا ایسے کام کرنے سے ہمیشہ دور رہا۔

ایک اور ریشی رزاق صاحب آرو ورہ بارہ مولہ کا رہنے والا ہے۔ جس نے شادی
نہیں کی ہے۔ تجرد کی زندگی گذارتا ہے۔ اور جو سارا مال و جائیداد چھوڑ کر خدا سے لو لگائی ہے۔
کئی زیارتوں پر باغ لگائے ہیں۔ بہت سے راستوں اور عوامی جگہوں پر پارک و درخت لگائے
گئے ہیں۔ غسل خانے پل وغیرہ بنائے ہیں کئی مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں اور ان دنوں اسی کام میں
مصروف ہیں۔ گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں سے چندہ اور عطیات از قسم نقد و جنس اپنی پیٹھ پر لاکر لے
جاتے ہیں راتیں مسجدوں میں گذارتے ہیں۔ بہت کم اور بہت معمولی کھاتے ہیں۔ اکثر روزہ رکھتے
ہیں عطیہ اور چندہ کی رقم دھیلا بھر اپنے استعمال میں نہیں لاتے مسجدوں اور زیارت گاہوں

Marfat.com

پر خرچ کرتے ہیں۔ تعویزوں اور دوسری چیزوں سے لوگوں کو جال میں پھنساتے اپنے آپ کو کسی قابل نہیں سمجھتے اسی طرح کشمیر بھر میں جانے کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو موجودہ زمانے کے ریشی کہلائے جا سکتے ہیں لیکن یہ کیسے [illegible] نام و نمود سے انہیں کیا [illegible] ——— ★★

حضرت شیخ کی زندگی کے سرسری مطالعے سے [illegible] سے سمجھ میں آتی ہے کہ وہ قدم بہ قدم [illegible] پابند تھے۔ ترک لذات اور ترک علائق مذہب [illegible] حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے [illegible] جاتے ہیں چنانچہ انہی کے [illegible] اصحاب [illegible] میں اسلامی صوفیاء کی [illegible] جماعت تھی ان کا کام عبادت اور تبلیغ کے سوا کچھ اور نہ تھا اور حضور کو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا تھا۔

جو لوگ دن رات اپنے رب کو پکارتے ہیں [illegible] کی رضا کے [illegible] اپنے قریب سے دور نہ کیجئے [illegible] روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] دیکھا کہ وہ فقر و [illegible] کے باوجود [illegible] [illegible] جو تمہارے بعد اس سنت پر [illegible] ہے کہ وہ [illegible] ساتھ ہوں گے ——— [illegible]

Marfat.com

○ موتی لال ساقی

ریشیت کی ابتدا

آریائی تہذیب کی پوچھنے کے ساتھ ہی ہندوستان میں رشیوں اور ریشیت کا بول بالا نظر آتا ہے۔ رگ وید دنیا میں آریائی نسل کا قدیم ترین صحیفہ ہے۔ اس مقدس صحیفے سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ اس کتاب کی تخلیق سے قبل ہی ریشیت نے اپنے قدم مضبوطی سے جمائے تھے۔ رگ وید میں منتروں کے تخلیق کار رشیوں کے علاوہ متعدد ایسے رشیوں کے نام ملتے ہیں جو بہت پہلے ہو گزرے تھے۔ ہند آریائی تہذیب کے وجود میں آنے سے قبل ہی اس تہذیب نے خاصی ترقی کر لی تھی۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے آریا لوگ کافی مہذب تھے۔ چنانچہ ویدوں میں کچھ قدیم نغموں کو رشیوں نے نئے نغمے نام دیا ہے جس کا مطلب یہی نکالا جا سکتا ہے کہ رگ وید سے پہلے بھی نغموں کی خاصی تعداد موجود تھی[1]۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا بجا نظر آتا ہے کہ رشی سلسلے کی ابتدا آریائی قوم کے ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ اس امر کی تصدیق "ژند اوستا" سے بھی ہوتی ہے جو کہ پارسیوں کی قدیم اور تنہا مذہبی کتاب ہے۔ اس مقدس کتاب میں کسی "اوشان" کا ذکر ملتا ہے۔ جسنے سب سے پہلے عبادت کے لئے مقدس آگ سلگائی تھی۔ اسی شخص کو رگ وید میں رشی "اوشان" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ جہاں یہ اندر کا خصوصی دوست ہے۔ "اوستا" کا یہی "اوشان" شاہنامہ فردوسی میں کیکاؤس کے نام سے بقائے دوام کے دربار میں داخل ہو گیا ہے[2]۔

---

1. INDIAN MYTH AND LEGEND - MACKENZIE PAGE: III
2. IRAN AND INDIA THROUGH THE AGES - FIROZE C. DAVER PAGE: [illegible]

Marfat.com

ریشیت کا اثر قبول کرنے میں وادیٔ سندھ کے حکمرانوں اور عوام نے بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں کی تھی، اندر، ورن اور اگنی کی پوجا کرنے والے رشیوں کا مذہب وہاں رواج پا گیا تھا اور عوام و خواص میں مقبول تھا۔[۱] ویڈل نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اس نے وادی سندھ سے برآمد شدہ دو مہروں پر سے دو ویدک رشیوں کاک شوتھ اور کنوا کے نام پڑھ لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔[۲]

وادی سندھ سے ان مہروں کی برآمدگی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس تہذیب میں بھی رشیوں اور ریشیت کا خاصا دخل رہا ہے۔ اور یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ سندھ کے لوگوں اور آریائی نسل کے لوگوں کے درمیان تہذیبی روابط کا سلسلہ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ رگ وید کی تخلیق کا زمانہ ۲۵۰۰ ق م اور ۱۵۰۰ ق م کے درمیان قرار پایا ہے۔ ویڈل نے مہروں پر سے جن دو رشیوں کنوا اور کاک شوتھ کے نام پڑھ لینے میں کامیابی پائی تھی ان دونوں کا تعلق رگ وید کے قدیم ترین حصے سے ہے۔ کاک شوتھ کا درجہ اتنا بلند تھا کہ ایک ویدک بھجن میں اسے بلا حقیقت کا ایک روپ کہا گیا ہے۔ ؎

منو اور موریہ میرے ہی روپ ہیں
میں ہی کاک شوتھ رشی ہوں
مقدس نغموں کو سرگم بخشنے والا
میں نے ہی اُتسا کو گلے لگایا
مجھے دیکھو میں کوئی اوشال ہوں

رگ وید

[illegible] ARCHAEOLOGICAL SURVEY OF INDIA RAI BAHADUR R P CHANDA [illegible]

Marfat.com

ویدک انڈکس میں ہر بھجن کے تخلیق کار رشی، بھجن کے چھند اور اس دیوتا کا نام بھی درج ہے۔ جس کی شان میں مقدس نغمے کو تخلیق کیا گیا تھا۔ رگ وید کے حمدیہ نغموں میں جو فنی چابکدستی، شاعرانہ ہنر خیال اور الفاظ کا زیر و بم ملتا ہے۔ اس کے پیش نظر بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک دور کی ابتدا نہیں بلکہ ایک شہری دور کا آخری باب ہے۔ چونکہ ان نغموں کے تخلیق کار رشی لوگ ہیں اس لئے ان لوگوں کو اولین رشی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اندر کا ورود محققین نے بابل اور اس کے نواحی علاقوں میں قرار دیا ہے۔ اندر ویدوں کا سب سے بڑا اور طاقتور دیوتا ہے۔ اگر محققین کی اس دلیل کو تسلیم کیا جائے کہ اندر کا تصور آریا لوگ اپنے ساتھ ہی لائے تھے حالانکہ اس دلیل کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل بھی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ایشائے کوچک سے حاصل کی گئی ایک مہر پر بھی اندر کا نام پایا گیا ہے، تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ رشی سلسلے کی روایت آریا لوگ اپنے ساتھ ہی ہندوستان لائے تھے۔ چونکہ ریشیت کے بارے میں ابھی تک کوئی خاص کام نہیں ہوا ہے۔ اس لئے ہماری نظریں ویدک دور کے رشیوں پر ہی جا کے ٹھہرتی ہیں۔

شاستروں میں لفظ "رشی" کے معنی کی تمام جہتوں سے بحث کی گئی ہے۔ میرے خیال میں رشی لفظ کی وضاحت ہی ریشیت کے حدود کا تعین کرتی ہے۔ رشی وہ ہے جس نے برہم گیان حاصل کیا ہو۔ سچائی پر عمل پیرا، تپسیا کو اپنانے والا اور شاستروں پر عبور پانے والا شخص ریشی ہے۔ جب رشی بدھی یوگ سے حقیقت بالا میں تحلیل ہو جاتا ہے تو اسے برہم رشی کہتے ہیں۔

پورانوں میں رشی لفظ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے ؎

THE RISI DENOTES MOVEMENT, AND SIGNIFIES THE

Marfat.com

ULTIMATE PLACE OF REST OF ALL THE JIVAS. IT SIGNIFIES; ALSO, THAT RISE HAS COME (IS BORN) OF HIS OWN WILL. THE MIND BORN OF BRAHMA WERE BORN OF ISVARA HIMSELF. THEY TOOK THE PATH OF NIRRITI (RENUNCIATION OF ACTION) AND TOOK REFUGE OF THE MAHAT (I.E. DISSOLVED THEMSELVES IN THE UNIVERSAL CAUSE) THE WORD RISI MEANS SUPREME EXCELLENCE. THE SONS OF ISVARA BOTH BORN FROM HIS MIND AND THOSE BEGOTTEN BY MIND, TOOK REFUGE OF THAT GREAT MAHAT; HENCE THEY ARE CALLED RAJARSHIS.

[illegible] رشیوں کو پانچ مختلف نام دیتے ہیں۔ وہ [illegible] انتظار آتما جیوت آتما اور پرندری آتما۔

بزگو [illegible] آتما۔ اگرا۔ پلہا۔ دزنو۔ منو۔ ونش [illegible] تشٹ اور کاشتہ وہ دس رشی ہیں جو برہما سے اتپنا ہوئے ہیں۔ ان دس رشیوں کو پرم رشی کہا گیا ہے۔ وہ [illegible] رشی تھے [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

سچائی پر عمل پیرا ہونے سے وش راون نے راجہ ہونے کے باوجود رشی کی پدوی حاصل کی
منتر کرتا رشیوں کی تعداد ۱۹ ہے۔ جن میں برگو، کشپ، ارُوا، جاماد نگی، پرتھو گرتا وغیرہ
بھی آتے ہیں۔

انگرا رشی کے خاندان میں جو رشی ہوئے اُن میں بھاردواج، لکھشمن، گرگ
امبرسا، وغیرہ شامل ہیں، ان کی تعداد ۳۳ ہے۔

کشپ کے خاندان سے جو رشی ہوئے ہیں ان کو منتر کرتا ہونے کے علاوہ برہم وادی
منی بھی کہا گیا ہے۔ کشپ کے خاندان میں صرف چھ رشیوں کو برہم وادی رشی مانا گیا ہے
باقی رشیوں کو منتر کرتا یعنی منتروں کے بانی کار رشی کہا گیا ہے۔ منتر کرتا رشیوں کی کل تعداد
۹۲ بیان کی گئی ہے۔

مختلف ویدک مکاتیب فکر کے بانی کار بھی رشی ہی ہوئے ہیں۔ وید کے بھجن میں
کی گئی حقیقتوں کا علم بھجن کے تخلیق کار رشی کو ہی اچھی طرح ہوتا تھا۔ کیوں کہ یہ بھجن کٹھن
تپسیا اور گہرے سوچ بچار کے بعد ہی اس پر نازل ہوتا تھا۔ وہ ان سرمدی نغموں
کو اپنے بیٹے یا شش تک ہی محدود رکھتا تھا۔ اس طرح ہر رشی کا کُل (خاندان) ا
علیحدہ ویدک سکول کے طور پر کام کرتا تھا۔ ہر ویدک سکول میں اپنا علمی سرمایہ ہوتا
یہ علمی خزانہ سینہ بہ سینہ باپ سے بیٹے یا گورو سے شش کو منتقل ہو کر محفوظ رہتا تھا۔ رشی
کی پدوی پانے کا حق صرف مردوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ ریشیت کی راہ پر چل
خواتین نے بھی رشی کا درجہ پایا۔ جس کی زندہ مثال یاگنہ والکی کی بیوی ہے۔ اتنا ہی
سچائی کا عرفان حاصل کرنے پر نیچ ذات اور غیر آریائی لوگوں نے بھی رشی ہونے کا مرتبہ
رشیوں کا خاصہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو سچائی کے تقاضوں کا پابند بنا

THE CALE OF VEDAS - H.C. BOSE PAGE [illegible]

Marfat.com

وہ ریت اور تپسیا کے سختی سے پابند تھے۔ اُن کا ذہن ہر قسم کی آلودگی سے پاک تھا، گیان اور دھیان میں مگن رہ کر ان لوگوں نے روحانیت کی آخری سرحدوں کو بھی پار کر لیا تھا۔ غور و فکر اور روحانی پرواز کے دوران جو کچھ ان رشیوں کے من میں شبدوں کا روپ دھار لیتا اُسے وہ اندر کی آواز یا الہام سے تعبیر کرتے تھے۔ آریائی تہذیب میں رشیوں کو زبردست تعظیم اور تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سماج میں رشی کا درجہ تمام دوسرے لوگوں سے اعلیٰ اور ارفع تھا۔ راجے اور مہاراجے رشیوں کا آشرواد اور مشورہ حاصل کرنے کے لئے اُن کے حضور میں دست بستہ حاضری دیتے تھے۔ کیوں کہ ان لوگوں کو حقیقت کا عرفان حاصل تھا۔ مگر یہ سب کچھ ہونے کے باوجود رشی لوگ بستی سے دور جھونپڑیوں میں رہ کر من اور پوان کا سنگم طے کرنے میں مست اور مگن رہتے تھے۔ دنیوی جاہ و حشمت کے مقابلے میں عرفانِ ذات کو انہوں نے اپنی آخری منزل قرار دیا تھا۔

رشی کا درجہ پانا ویدک دور میں سب سے بڑا اعزاز تھا۔ رشیوں کا شمار اپنے دور کے عظیم رجال میں ہوتا تھا۔ رشی کی شہرت نسلاً بعد نسلاً قائم رہتی تھی۔ رشی کی اولاد کو بھی قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بادشاہ اور امرا رشیوں کی پیشوائی کرنا اور خراج ادا کرنا اپنے لئے باعثِ تحسین سمجھتے تھے۔

رشیوں کا دل مذہبی اور روحانی معاملات میں پیشوائی کرنے تک محدود نہیں تھا۔ وہ عظیم ہندوستانی تہذیب کے اولین معمار ہیں جس تہذیب کا دھارا [illegible] برس سے مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود آج تک پوری آب و تاب اور [illegible] ساتھ برابر بہتا چلا آ رہا ہے۔ انسان دوستی کی [illegible] لوگوں میں تخلیقی قوت کو جلا بخشی۔ ان قدروں نے ہندوستانی تہذیب کو ہر دور میں [illegible]

Marfat.com

مقام عطا کیا جب کہ دوسری قوموں اور تہذیبوں کو زوال سے ہمکنار ہونا پڑا۔ ویدک تہذیب کے بانی دربار گو بھ رد واج، اتدوِن اور دوسرے رشی تھے۔ اسی طرح زمانہ شجاعت کی تہذیب کی طرح ڈالنے والا ویاس رشی ہے۔ ویاس جسے کرشن دیپ پیا بھی کہا جاتا ہے، زمانہ شجاعت میں تہذیبی احیائے نو کا علم بردار تھا۔ حالات اور واقعات کی روشنی میں ویدک تہذیب میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں تاکہ یہ زمانے کے تقاضے اور عوامی ضروریات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ تبدیلی اور احیائے نو ویاس کا کارنامہ ہے اہم ہے۔ چنانچہ اس اہمیت اور عظمت کی بنا پر ویاس کو ہندو پنتھ کا رشی قرار دیا گیا۔

ہندوستانی تہذیب میں گوناگونی کے باوجود جو اندرونی اتحاد کی قوت کارفرما ہے۔ اس کا بھی عہد قدیم کے دو عظیم رشیوں والمیکی اور ویاس کے سر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قدیم رشی بیک وقت شاعر، ادیب، مبلغ، مدبر اور مصنف بھی ہوتے تھے۔ آریائی تہذیب کی دولت کے مقابلے میں گیان کو برتری حاصل تھی۔ کیونکہ اس تہذیب کے بانی اور رشیوں کو اس بات کا خوب احساس تھا کہ علم اور گیان کو جو عظمت حاصل ہے۔ اس کے مقابلے میں دولت اور دنیاداری محض عارضی چیزیں ہیں۔ مہابھارت اور رامائن کے کردار ویاس اور والمیکی نے نہ صرف روح عصر اور تواریخی واقعات کو قلم بند کر دیا بلکہ ہندو بنیادی اتحاد کا وہ راستہ بھی ہموار کر دیا، جس کی بدولت دنیا کے مصیبت زدہ شخص کو ہمارے ملک میں پناہ لینے کے واقع حاصل ہو سکے۔

ہمارے قدیم رشیوں نے جس وقت وید برہما کے شبدوں کی مالا سجائی تھی تو یہ سب کچھ برہما کا روپ ہے کسی وقت کسی کو اس کے فہم نہ ہو سکے گی۔ جس میں دنیا کے تمام عقیدوں کو ماننے والوں کے لئے [illegible] ممکن ہو سکا۔ ویدک تہذیب کے پرچارک رشیوں نے [illegible] اور [illegible]

Marfat.com

کی تنزیل روشنی کی [illegible] کرنوں نے صدیوں سے ہماری تہذیب کو روشنی حاصل ہوتی رہی۔

ریشیت کی تاویل میری نظر میں عرفانِ ذات کے ساتھ ساتھ امن اور آشتی کے ساتھ تمام لوگوں کے لئے مل جل کر مواقع فراہم کرنا ہے۔ ریشیت اگرچہ آج کی ڈھالی گئی ایک اصطلاح ہے مگر اسکی روح صدیوں سے برابر کارفرما ہے۔

میری نظر میں تمام ہندوستانی فلسفہ ریشیت کا فلسفہ ہے کیونکہ اس میں کسی تضاد کے بغیر اپنے آپ کو سمجھنے کی آواز نمایاں آواز ہے۔ "ریشیت" جسکا کشمیری متبادل "ریشُت" ہے، ایک ایسی پُرامن زندگی کا تصور ہے جس میں فرد کو عرفانِ ذات کے ساتھ اپنی سماجی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہونا چاہیئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ریشیت زندگی سے فرار ہے مگر واقعات کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ریشیت کی تعلیم دینے والے رشیوں نے رہبانیت کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔ رگ وید میں حسن سات بادشاہوں کی لڑائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں رشی بھی میدانِ جنگ میں نظر آتے ہیں۔ جب ضرورت پڑتی ہے تو یہی رشی کھتریوں سے [illegible] ڈرتے۔ چنانچہ انسانوں کی قربانی اور ستی کے رسم پر کھتریوں اور رشیوں میں کافی دیر تک اختلاف رہا کیونکہ رشی ان دونوں رسموں کو ختم کرنے کے حق میں تھے۔ قدیم رشی روحانیت کی بلندیوں پر پرواز کرنے کے علاوہ جنگ و جدال کے فن میں یکتائے روزگار ہوتے تھے۔ چنانچہ رام چندر جی کو فنِ حرب کی تربیت دینے والوں میں اگست کو شستہ ملی اور وشوامتر بھی شامل تھے۔ اسی طرح قدیم رشی مجرد نہیں رہتے تھے۔ بڑے بڑے [illegible] کے رشی باقاعدہ گرہستی دھرم کا پالن کرتے تھے اور اپنے گھروں میں باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے۔

[illegible] زمانے میں رشیوں کو [illegible] اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے [illegible]

[illegible] فراہم ہوتا ہے کہ کچھ مقدس کتابوں کے نام بھی رشیوں کے نام پر رکھے گئے ہیں [illegible]

Marfat.com

"اتھروید" کا نام اتھرون ریشی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح مختلف اپنشدوں کے نام بھی رشیوں کے نام پر ہی رکھے گئے ہیں۔

ہندوستان کی سرزمین پر جو فکری اور ذہنی انقلابات آتے رہے اُن تمام انقلابات کے پیچھے رشیوں کا ذہن کام کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم بادشاہوں کے نام تک کہیں سننے میں نہیں آتے مگر رشیوں کا ذکر بار بار ہوتا رہا ہے۔ ہندوستان میں فکری اور ذہنی انقلاب پیدا کرنے والے تمام مکاتیب فکر کے بانی کار رشی ہی ہیں۔ یہاں تک کہ نغمہ خداوندی شریمد بھگوت گیتا بھی ویاس ریشی کی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے۔ "اشٹانگ یوگ" جس نے کہ آج بھی ساری دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے اُس کا مصنف بھی ایک رشی مہرشی پاتن جلی ہے۔

زندگی اور موت کے بارے میں قدیم رشیوں کا رویہ مثبت تھا۔ وہ زندگی کی حد بندیوں اور کشمکش سے بخوبی واقف تھے۔ دائمی قوانین، سچائی اور بالا حقیقت کے بارے میں اُن کا اندازِ نظر بڑا ہی نپا تلا اور گہرا تھا۔ اُن کو کائنات کی رنگا رنگی اور حسنِ فطرت میں حقیقتِ عظیم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ حسن کی اس دلفریبی اور دلنوازی سے ان کی آتما محبت کا ایک اتھا سمندر بن جاتا تھا۔ محبت کا یہی احساس گیتوں، نغموں اور اٹل سچائی کے اقوال کے روپ میں پھوٹ پڑتا۔ ان تمام چیزوں میں الہام کی سی کیفیت ہوتی تھی۔

اہم رول اور اہم مرتبہ ہونے کی بنا پر ویدوں میں رشیوں کو مختلف القاب دیئے گئے ہیں مثلاً جارِ تری (نغمہ سنج) کارو (لفظوں کا مصوّر) رشی (صاحب دل و نظر) وپرا (جسے الہام ہو) وہسرا (بیدار ذہن) ودا (عقل مند) وغیرہ ——— ان واقعات کے علاوہ تمام فنون اور فنونِ لطیفہ کے بانی کار رشی ہی ہوئے ہیں۔ رقص و ناٹیہ کلا کا موجد بھرت منی ہے۔ سنگیت کی علامت نارد رشی ہیں۔ ریشیت میرے خیال میں ہندوستانی، تہذیب، فلسفے اور طرزِ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ ریشیت اُن تمام باتوں سے عبارت ہے جن باتوں کا اظہار رشیوں نے مختلف اوقات پر کیا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ ریشیت میں رشیوں نے اکثر تجلی ذات پر زیادہ زور دیا ہے مگر زندگی کی حقیقتوں کو بھی

Marfat.com

نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

رشیوں کا سلسلہ ویدک دور اور زمانہ تجاعت تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس کا دھارا اب بھی برابر بہتا رہا ہے۔ تمام پورانوں کے مصنف بھی رشی ہی ہوئے ہیں۔ زمانہ حال میں بھی مہرشی رمن اور مہرشی ٹیگور تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

کشمیر میں رشیت کی ابتدا میرے خیال میں آریائی تہذیب کے ساتھ ہی ہوئی ہوگی۔ رگ وید میں وتستا اور چندر بھاگا کا ذکر ملتا ہے جبکہ گنگا اور جمنا کا اس میں ذکر تک نہیں۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ آریا لوگ وسطی ہندوستان میں پہنچنے سے پہلے ہی کشمیر پہنچ گئے تھے۔ ویدوں میں کشمیر کے ایک علاقے مریو وأڈون کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آریائی تہذیب جسکے بانی کا رشی تھے کشمیر میں اپنے پاؤں بہت پہلے جما چکی ہے۔ نیل مت پوران میں متعدد رشیوں کے نام درج ہونے کے علاوہ یہ معنی خیز سطور بھی ہماری نظر سے گزرتی ہیں: "رشی جن کی دولت تپسیا ہے انہوں نے یہاں اپنے آشرم تعمیر کئے" نیل مت اور راج ترنگنی کے مطالعے سے اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ ستی سر سے پانی نکالنے کے بعد کشپ رشی نے باہر کے برہمنوں کو لاکر یہاں بسا دیا۔ کشپ چونکہ خود برہمن تھا اور اس کو برہمنی کا درجہ بھی حاصل تھا۔ اس لئے اس نے اپنی ذات کے برہمنوں کو یہاں پر بسا دیا ہوگا۔

اس بات کی تصدیق کشمیری پنڈتوں کے گوتروں پر غور کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ کشمیر کے پنڈتوں کا سلسلہ نسب جن رشیوں سے جا ملتا ہے۔ ان میں بھاردواج، وشسٹ، بھارگو، ترری، وتستیہ، [illegible] ولسک، سندیلے، اوگاشکی، پراشر اور کشپ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب رشی ویدک رشی ہیں جن کی اولاد کشمیر میں آباد ہوگئی تھی۔ کشمیری پنڈتوں کی کل تعداد ۱۹۹ گوتروں سے تعلق رکھتی ہے [illegible] سب ایک خاص رشی سے جڑتے ہیں جس کی [illegible] موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ اس بات کی تصدیق [illegible] آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

Marfat.com

کشمیر میں ایسے بھی مقامات ہیں جن کے نام رشیوں کے منسوب ہیں۔ وتستا کے منبع سے ذرا نیچے واقع چشمے "سپت رشی چشموں" کے نام سے موسوم ہیں۔ خود سارے کشمیر کو رشی بھومی اور کشمیری میں "رئیش وآر" کہا جاتا ہے۔ ان حقایق کو نظر میں رکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر کے رشی مسلک کا تعلق ویدک رشیوں کے ساتھ ہے جس کی تصدیق "رشی ناتھ" بھی واضح الفاظ میں کرتے ہیں۔ **

"شیخ العالمؒ کی تلاشِ ذات کا مسئلہ اکہرا یا سادہ نہیں ہے۔ یہ ایک تارک الدنیا شخص کا کم کوشانہ ذہنی رویہ نہیں جو گرد و پیش کی جارحیت یا سختی کی تاب نہ لا کر ذات کے حصاروں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا تو اُن پر زندگی سے فراریت کا الزام لگانا دشوار نہ تھا اور ادبی ناقد اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ شیخ العالمؒ کا داخلی رویہ اپنی زندگی اور عہد کو برتنے اور سہنے کے مثبت ردِ عمل کا زائیدہ ہے۔ اُنہیں اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینا پڑی ہے۔ اس کا ثبوت تیاگ کا وہ تپا دینے اور پگھلا دینے والا عمل ہے۔ جس سے وہ گزرے ہیں کہتے ہیں "موت سے پہلے ہی مر جانا گیان ہے"۔

ڈاکٹر حامدی کاشمیری

Marfat.com

⊙ رؤسُل پونٹپُر

ریشیت اور رہبانیت

ما ز آغاز و ز انجامِ جہاں بے خبریم
اوّل و آخرِ این کُہنہ کتاب افتادہ است

اِزل و اَبد کی پُراسراریت اور کائناتِ رنگ و بو کی لامتناہی نیرنگیاں موضوعی اور معروضی دونوں لحاظ سے نوعِ انسانی کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہیں۔ سائنس ہو یا مذہب فلسفہ ہو یا منطق رہروانِ جادۂ عشق کو جہان بوقلموں کی ابتدا و انتہا سے کوئی غرض نہیں کیونکہ اقلیمِ عشق کی سرحدیں لامحدود ہیں اور طائرِ سوز و وجدان کو سیمیائی فضاؤں کی وسعتوں کو پھاندتے ہوئے مسلسل محوِ پرواز رہتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ۔ ؎

ہے گرمیٔ آدم سے ہنگامۂ عالم گرم
سورج بھی تماشائی، تارے بھی تماشائی

خالقِ کائنات کا شاہکار بنی آدم ہے، شاید اسی لئے تخلیقِ آدم پر عزازیل کو اُسے سجدہ کرنے کو کہا گیا تھا جس سے وہ انکاری ہوا اور تا ابد مردود۔ آدم کو بہشتِ ازل میں شجرِ ہوس کے قریب جانے سے ممانعت کی گئی۔ لیکن ابلیس اپنا کام کر گیا اور اسے [illegible] سے نکلوانے میں کامیاب ہوا۔ جب سے یہ دونوں ابلیس و آدم باہم دست و گریباں ہیں۔ نیکی و بدی کا یہی ازلی اور فطری تصادم اعلیٰ و ارفع جمالی قدروں کی جان ہے۔ شاید اسی

Marfat.com

لئے علامہ اقبالؔ نے ایک اور جگہ فرمایا ہے ؎

اُسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر
مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے میرا

زندگی ایک جہدِ مسلسل ہے، اسے جب ہی کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے کہ جب من بدن کی خواہشاتِ نفسانی کی آماجگاہ کو اپنے بس میں کیا جائے اور اپنی سیمیائی متصادم اور پراسرار ذات میں مضمر ابدی نور کی شعاعوں کو قابو کیا جائے۔ عرفانِ ذات کا یہی فطری جذبہ ہے، جو انسان کو حسنِ خلق، تہذیبِ نفس، تدبر و تحمل، زہد و اتقا جیسے انسانی صفات کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ جن سے آج تک ہماری دنیا کا سارا نظام انتشار و انفعال سے بچ آیا ہے، اس بات سے قطع نظر کہ مختلف ادوار میں ہماری کج فہمی و کج بینی کی وجہ سے بنی نوع انسان کے قدم لڑکھڑائے لیکن پھر بھی یہ کاروان آگے ہی بڑھتا گیا اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا، باوجود اس تلخ حقیقت کے بھی کثرتِ تعبیر سے خود نگری کے حسین و جمیل خواب کے منتشر ہونے کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔ ؎

وہ اور آرائشِ خمِ کاکل میں اور اندیشہ ہائے دور و دراز

برصغیر ہند مختلف تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ یہیں سے علم و دانش کے ابتدائی سرچشمے پھوٹے، یونان پہنچتے پہنچتے عرب جا پہنچے۔ اُپنشدوں، ویدوں، پورانوں اور بدھ مت کے چشمے یہیں سے اُبلے۔ سکھ مت کی آبیاری بھی یہیں ہوئی۔ اشاعت اسلام سے یہاں کی تہذیب و ثقافت اور مدنیت کو نئی جہتیں عطا ہوئیں۔

ترکِ لذات کا سلسلہ بہت قدیم نہ سہی لیکن جوں جوں انسان کو آدابِ مدنیت آئے توں توں تہذیبِ نفس کے اعلیٰ معیاروں نے جنم لیا۔ عہدِ بربریت میں بھی متنوع قربانیوں

Marfat.com

کے ذریعہ انسان اپنے تئیں فطرت میں سے تراشے بتوں اور خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ دنیا کی مہذب قوموں کے دیومالائی ادب کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح گوناگوں و مافوق الفطری کردار تخلیق کر کے سیماب طبیعت انسان نے سکونِ قلب حاصل کرنے کی ان تھک کوششیں کی ہیں۔ انسان نے سب سے پہلے گپھاؤں، درختوں اور پتھروں کی چھاؤں میں مزاج فطرت کی سفاک نیرنگیوں سے بچنے کے لئے پناہ لی۔ مدنیت کے آداب سیکھنے کے بعد اُس نے بستیاں بسائیں اور پھر گپھاؤں، جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لی تاکہ وہ مہذب بنے اور خالقِ کل کی پیدا کردہ دنیا کو انتشار و اضطراب سے بچایا جا سکے۔ انسان زاہدوں، عابدوں، قلندروں اور راہبوں کو "بابا" کے محبوب و مرغوب نام سے پکارتا آیا ہے۔ "بابا" کا لقب اپنا سفر کہاں شروع کرتا ہے۔ یہ بتانا قدرے مشکل ہے۔ کیونکہ اسے بیک وقت کلیسا کے پادریوں سے لیکر ہمارے یوگیوں اور سنیاسیوں کے لئے برتا گیا ہے۔ سنسکرت میں اس کا مصدر "دیرا" یا "ویرہ" دکھایا گیا ہے۔ رشی بھی اصلاً سنسکرت لفظ ہے جس کے معانی تارکِ دنیا عابد اور تلاشِ حق میں ہمہ تن ریاض کے ہیں۔ اب یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ ریشیت اُس عارف نہ زہد و اتقا اور وجدانِ ربانی میں سرمستی کے ہیں، جسے عرفانِ ذات اور خالقِ کائنات کُل کے صفات سے قربت نصیب ہو۔ ہندوستان میں سادھوؤں اور رشیوں کے قطعۂ دلپذیر کو آج بھی آشرم کا نام دیا جاتا ہے۔ یہی وہ آشرم ہیں جنہیں ہندوستان کے ذہنی و روحانی سفر میں سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ جنگلوں اور دلپذیر پہاڑی خلوت گاہوں کی اہمیت بھی مسلم ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں کہا گیا ہے:۔

"THE ĀSRAMAS OF RSIS WERE THE CENTRES FOR DEVELOPMENT OF PHILOSPHICAL THOUGHT

Marfat.com

IN INDIA .....!

THE PART PLAYED BY THE FOREST IN THE EVOLUTION OF INDIAN THOUGHT HAS DESERVEDLY RECEIVED RECOGNITION IN MODERN TIMES".[1]

اُدھر نیل مت پوران میں اسی بات کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جلو بھوک مٹ جانے اور "ستی سر" کے خشک ہونے کے بعد یہاں کشمیر میں ناگاؤں کے مروجہ رسوم کے مطابق مندر اور استھان تعمیر ہوئے۔ رشیوں منیوں کے متاع بے بہا یعنی تزکیۂ نفس سے متعلق صریح اثر رے بھی وضاحت طلب نہیں :-

"AFTERWORDS, OTHER GODS, ERECTED THEIR HERMITAGES, EACH ONE SEPARATELY, IN THE LAKE OR ON THE WATERLESS PLACE. THE SAGES WHOSE WEALTH IS PENANCE ERECTED HERMITAGES, AND THE RIVERS CREATED SEVERL PLACES OF PILGRIMAGE. SO DID THE GAUDHARVAS, THE APASARAS THE TAKSAS AND THE MOUNTAIN KINGS ALONG WITH THE GUHYAKAS"[2]

قدرت نے کشمیر کی وادی گلپوش و رشک جنت قطعہ ارضی کو فلک بوس پہاڑوں مرغزار

---

[1] HISTORY OF PHILOSOPHY EASTERN AND WESTERN.

[2] THE NILAMATA PURANA : VOL II : P : 51.

Marfat.com

برف پوش چوٹیوں اور جنگلوں سے اِس طرح گھیرے رکھا ہے کہ صانعِ ازل نے اِسے عبادت گزاری اور خدا شناسی کا قطعۂ دلپذیر چُنا ہو، شاید یہی وجہ ہے کہ اِسے پہلے شیو بھومی، پھر بودھی ستوہ استھاپن اور اب ریشی باڑی یا پیر باڑی (رِیش وار، پِر وار) ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

کنشک کے عہد میں یہاں چوتھی بودھ کونسل منعقد ہوئی اور مہاتما گوتم بدھ کے زرّیں اقوال کو سنسکرت زبان میں تفسیر کے ساتھ جاری کیا گیا، یہ اقوال تانبے کی تختیوں پر کندہ کرائے گئے۔ ناگ ارجن، ناگ سین و دیگر ایسے بودھ مفکرین کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ بودھ بھکشو یہیں سے بودھ صداقت و عرفان کا ابرِ گوہر بار بن کر چین و دیگر ممالک پر خوب برسے۔

اُن سیماب پا شخصیات میں کمارا جیوا، دھرمریش، گُنہ ورمن، پنیا یاترا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے یہاں سے اُٹھ کر دور، دور تک عرفان کی فضاؤں میں اپنے روحانی کمالات بکھیر دیئے۔ چناں چہ کشمیر کی علمی سیاحت کو عزت و توقیر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جس کے بغیر تحصیل علم و آگہی کو نامکمل سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے اپنے تبحرِ علمی کو بڑھانے کے لئے چن بن، چی مانگ، فاہیان، ہیون سانگ سوان ہے اور اوکانگ ساتویں، آٹھویں صدی کے آس پاس یہاں تشریف لائے ہیں اور یہاں کی مدنی، معاشرتی اور مذہبی زندگی کا بغور جائزہ لیتے ہیں ——— اسی دوران یہاں (کشمیر میں) شومت کی تجدید شروع ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ سرکاری عدم سرپرستی کی وجہ سے بدھ مت کا زور گھٹنے لگتا ہے، نویں صدی عیسوی میں واسوگپت شو سوتروں سے کشمیر میں جدید شومت کی بنیاد ڈالتا ہے۔ جس پر بھٹ کلٹ، سومانند، ابھنوگپت، اُپتل دیو اپنی ذہانت و خلاقی سے اپنے روحانی تصورات کی بلند و رفیع عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ کشمیر شومت کی تجدید میں بدھ مت کو بڑا دخل ہے کیونکہ اس کی برکت سے ذات پات کی غیر فطری درجہ بندی سے اپنا دامن چھڑانے کی ہمت ہوئی۔ کیوں کہ بدھ مت

Marfat.com

کی اساس ہی انسانی مساوات پر ہے۔ اس نے عبادات میں روا رکھے گئے بندھنوں کو بھی توڑا اور مایاواد سے بھی نجات پائی۔ یہ کچھ ایسے اقدام تھے جو یہاں کی بودھ آبادی کو قابلِ قبول ہو سکتے تھے۔ کشمیر شومت کثرت سے وحدت کی طرف بڑھا اور ادویت واد (MONOISM) کی بنیادیں استوار ہوئیں جس کے عناصر ترکیبی اگم شاستر، سپند شاستر اور پرتیہ بجنیا شاستر کہلاتے ہیں۔ زندگی کے آخری ایام میں ابھنو گپت آچاریہ جنہیں کشمیر شومت کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنہیں فلسفی اور مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ ناٹک شاستر کے مفسر کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ اپنے بارہ سو چیلوں سمیت بیرو کی گپھا کی راہ دنیا کو چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ چین، ایران و عرب کے ساتھ کشمیر کے رشتے تجارت و سیاحت کی حدود تک قایم تو تھے ہی، لیکن چودھویں صدی عیسوی تک یہ تعلقات سیاسی اور معاشرتی سطح تک اتنے بڑھے کہ یہاں کے سازگار ماحول میں اشاعتِ اسلام کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہوا، اور والئ تبت کا شہزادہ رنچن سید شرف الدین بلبلؒ کے ہاتھوں دائرۂ اسلام میں آیا۔ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ شومت اکثریت کا مذہب نہیں بلکہ یہ ایک برہمن طبقہ تک محدود تھا۔ جس کی وجہ سے دائرہ اسلام میں پہلے پہل نادار بودھوں اور پسماندہ ذاتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شمولیت کی۔ سید شرف الدین بلبلؒ نے اپنے زورِ بیان حسنِ کلام و حسنِ اخلاق سے اسلام کی روح پرور تحریک کو شاہی محلات میں پہنچا دیا۔ اور حضرت شاہِ ہمدانؒ نے اسے وادی کے دور دراز علاقوں تک عام کیا۔ لیکن اُن سے قبل جن کشمیری مبلغوں نے تبلیغ کا کام ہاتھ میں لیا تھا، اُن میں سے اکثر گمنامی کے عالم میں ہی رہے۔ مگر ریشیت کے مسلک پر رہ کر اپنی زندگی گزاری۔

علمِ تصوف کی تاریخ میں بھی بہت سے حوالے ایسے درج ہیں۔ جن سے ہمارے مورخ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مادی لذات سے کنارہ کش ہو کر عرفان حاصل کرنا بہت آسان

Marfat.com

چناں چہ عہدِ نبویؐ میں کبھی اصحابِ صُفہ کی اور کبھی جناب آنحضور صلعم کے باطنی مصاحبین کی سی زاہدانہ زندگی بطور ثبوت پیش کی جاتی ہے۔ بلال حبشیؓ، بلال رومیؓ، سلمانِ فارسیؓ اور اویس قرنیؒ کے طریقۂ سلوک سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ریشیت اصل میں قرونِ اولیٰ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب ہم اموی عہدِ حکومت سے عباسی خلفاء کے ابتدائی دور پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کے صوفیائے کرام اگرچہ کلیتاً تارک الدنیا نہ تھے لیکن پھر بھی وہ عام طور دنیاوی جاہ و حشم سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ الٰہی فیوض و برکات کا نتیجہ ہے کہ اکثر ایشائی اور افریقی ملکوں میں اسلام کی مشعل روشن ہوئی۔ مسٹر آرنلڈ کی شہرۂ آفاق کتاب PREACHING OF ISLAM کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ کہ لوگوں کے رشد و ہدایت کے لئے جو رول شہنشاہوں کی تلواروں اور عسکریت و دبدبے سے ادا نہ ہو سکا۔ وہ اولیائے اسلام نے محض اپنے خلوص، اخلاق، اور بے لوث نفس کشی سے آسانی کے ساتھ کر دکھایا۔

ہر قوم کا اپنا مزاج ہوتا ہے، جو اپنا الگ تاریخی، لسانی اور تمدنی پس منظر لئے ہوتا ہے۔ قبل از اسلام یہاں کے غیر مسلم بزرگ ہستیوں کو "رشی" کے پیارے نام سے پکارنے کا چلن قدیم ہے۔ کشمیری تاریخ کی شروعات ہی کشپ رشی کے نام سے ہوتی ہیں۔ یہاں کے رشیوں کے تین گروہ تھے۔ اول دیو رشی، دوم برہم رشی، سوئم راجہ رشی یا رازہ رشی۔ اس لئے فروغِ اسلام کے بعد یہاں مسلمانوں کی بزرگ ترین ہستیاں بھی رشی کہلائیں[1]۔ یوں تو شیخ نورالدین ریشیؒ سے پہلے بھی تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری تھا لیکن ریشیت کو نئی جہتیں عطا کرنے میں اُن کی دیو پیکر شخصیت اولیت رکھتی ہے، وہ اس لئے کہ انہوں نے

---

[1] ابتدائی ریشی سلسلے کا ایک تاریخی جائزہ پروفیسر محی الدین حاجی۔ جلد ۱۔ صفحہ ۲۰-۲۔

Marfat.com

اسلامی تعلیمات کو اپنے عارفانہ کلام سے لوگوں کے دلوں میں جاگزین کیا۔

لا رھبانیۃ فی الاسلام: اسلام میں رہبانیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں پیغمبر آخر الزماں ختم المرسلین کی حیاتِ طیبہ جہد و عمل، زہد و اتقا حسنِ عمل و حسنِ خلق کا اعلیٰ ترین مرقع ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے نہ پھیلتا۔ قرآن کریم میں اپنے نفس پر فطری بساط سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے کی تاکید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ہم کسی پر اس کی بساط سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور نا ہی تمہیں اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ اذیت دینی چاہیئے، یہ وہ بنیادی فرق ہے جو اسلام کے فطری تصورِ حیات کو اجاگر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کی جملہ مخفی و آشکارا نعمتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے انتھک جدوجہد کی ترغیب دیتا ہے رزقِ حلال کو عشق خداوندی و مہذب زندگی کے لئے اولیت دی گئی ہے۔ دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنا اسلام کی بنیادی روح کے عین منافی ہے، چہ جائیکہ کوئی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ اور محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرے۔ ازدواجی زندگی سے کلیتاً کنارہ کش ہونے کے لیے بھی کوئی جواز نہیں۔ ہاں تو نفسانی خواہشات، بہیمی صفات کو اپنے بس میں کرنے کے لئے نماز، روزہ وغیرہ جیسے اسلامی مبادیات کو لازم قرار دیا گیا ہے، عبادتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول بھی ضروری ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ!

یا محمدؐ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر خدا کے ساتھ تمہاری محبت کا دعویٰ سچا ہے تو میری تابعداری کرو

قرآن کریم کی دوسری سورہ کی پہلی آیت ہی خدا سے ڈرنے اور متقی بننے کی طرف صریح اشارہ کرتی ہے۔ "الٓمّٓ (۱) ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (۲) الٓمّٓ (۱) یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں کہ (کلام خدا ہے) خدا سے ڈرنے والوں کی رہنما ہے (۲)۔

Marfat.com

حقانیت الٰہی سے قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ پارۂ عمّ - البیّنۃ - آیۃ (۵) یعنی لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ اخلاصِ عمل کے ساتھ اللہ کی بندگی اختیار کریں"۔ (اور ایک سو ہو کر) نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، یہی سچا دین ہے۔ اس سے یہ مُراد نہ لیا جائے کہ دُنیوی اور عملی زندگی (جس میں رضائے الٰہی شامل ہو) سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ ہاں تو جاہ و حشم، مال و اولاد، عیش و تنعم کے ساتھ انہماک سے احتراز بھی لازم ہے۔ خشوع و خضوع کے بارے میں حدیثِ نبویؐ ہے کہ "نماز اس طرح پڑھو کہ گویا تم دنیا سے جا رہے ہو"۔

پارۂ عمّ، سورۂ "عبس" میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یوں مخاطب ہے:
"اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔ (آیات - ۴۰ - ۴۱)۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۰)
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۴۱)

یہ ہے اُس ریشیت کا تاریخی، تمدنی اور امتزاجی لیکن اجمالی پس منظر جس کے علمبردار شمس العارفین حضرت شیخ نورالدین ولیؒ ہیں اور جن کی حیات طیبہ ریشیت و اسلامی زہد و اتقا کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ "سیروفی الارض" کے قائل رہے، انہوں نے کہیں اپنا ٹھکانا نہ بنایا۔ ٹھکانا بناتے تو ایک ہی جگہ رہتے اور ایک رحمت کی دھارا کی فطرت کے خلاف عمل کہلاتا۔ ان کے سیمابی نقش پا ہر طرف بکھرے ہیں، جو آفتاب و مہتاب بن کر ہمارے تاریک راہوں کو منور کئے ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ حضرت شیخ کی عارفانہ و مجتہدانہ افتادِ طبع ہر رکاوٹ کو پھاندتی، روندتی چلی، انہوں نے ممتا کو ٹھکرایا، پدرانہ شفقت کو آڑے آنے نہ دیا، ازدواجی زندگی سے دامن جھاڑا اور جادۂ عشق کی طرف والہانہ بڑھے۔ شیو یوگی لل دید بھی اسی ڈگر پر چل کر ذاتِ کل سے جا ملی تھیں۔ چنانچہ وہ خود بھی ایسے ہی جامِ معرفت کے لئے اللہ تبارک اللہ کے سامنے دست سوال بلند کرتے ہیں۔ اُن کی دعا قبول ہوئی اور وہ بھی منزلِ عشق کو جا لیے۔

رہرواں را خواستگیٔ راہ نیست
عشق ہمراہ است و ہم خود منزل است

رہے خامکاران راہِ محبت، نام کے سنت سادھو، نفس پرست اور بوالہوس صوفی و ملا ان کے بارے میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست
طعمۂ ہر مُرتعے انجیر نیست

Marfat.com

© نور محمد بٹ

شیخ العالمؒ۔ قافلہ سالارِ ریشیت

شیخ العالمؒ کو سرتاجِ ریشیاں کہا جاتا ہے۔ اس دعویٰ کی [illegible] بڑی جوازیت لوگوں کا ان کے تئیں بے پناہ اظہارِ عقیدت ہے۔ یہ عقیدت اتنی صدیاں گذرنے کے بعد بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن عوامی بنیاد ہی کسی شے کو کھرا اور کھوٹا سمجھنے کے لئے کافی نہیں۔ ایک ہیرو عوام کی نظروں میں کتنا ہی بھلا اور دلپسند کیوں نہ ہو۔ اگر اس [illegible] جو کسی میدان کے مرد ہوں اس کو خاطر میں نہ لائیں اور اس کے اوصاف کو اوصافِ حمیدہ کے نام سے نہ پکاریں تو وہ ہیرو کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ شیخ العالم کو اپنے وقت کے خاصانِ حق میں ممتاز و منفرد حیثیت سے پرکھنے کے لئے منجملہ دیگر امور کے تواریخی ماخذ کا سہارا لینا بھی ضروری ہے۔ چاہے یہ ماخذ کتنا ہی دھندلا کیوں نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ نویس مذہب کے نقطۂ نظر، حسنِ ظن یا کسی قسم کی جانبداری نیز فنِ تاریخ نویسی میں کوتاہی کے سبب حقیقت کو مسخ بھی کر دیتا ہے لیکن ان تمام خامیوں کے باوجود ریکارڈ کردہ واقعات کچھ [illegible] شکل میں ضرور سامنے آتے ہیں بشرطیکہ تواتر کی چند اہم کڑیاں گم نہ ہوئی ہوں۔ [illegible] ذہن اجتماعی شعور اور ذاتی غور و فکر سے اس واقعہ کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ [illegible] ہے۔ شیخ العالمؒ کی روحانی حیثیت کو سمجھنے کے لئے واقعاتی اور تجرباتی [illegible]

Marfat.com

وہ اس طرح کہ جو حضرات سلسلہ ریشیت سے براہ راست منسلک ہوں اور وظائف کی تکمیل پر نتائج سے آگاہ ہوں اور پھر ان کے اظہار پر رضامند بھی ہوں۔ مثلاً سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں وظائف کے نتائج جلد حاصل ہوتے ہیں۔ ہندوؤں میں کنڈلنی کے جاگنے سے آنکھوں کی اندرونی بینائی ظاہر ہوتی ہے اور قدرت کی سحر آفرینیاں اور جلوہ طرازیاں سامنے آتی ہیں۔ بدقسمتی سے ہم اس امر سے بھی آگاہ نہیں کہ سلسلہ ریشیت کے پرستار میں تپ جپ سے جو بنیادی لہر پیدا ہوتی ہے وہ کہاں سے سفر کر کے کہاں پہنچتی ہے اور بدوران سفر کن مراحل سے گذرتی ہے۔ اس سے بھی ہمیں سلسلۂ ریشیت کے سائنٹیفک ہونے کا پتہ چلتا۔ کیونکہ سلسلہ ہائے تصوف بجائے خود اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تصوف کے کئی راستے ہیں۔ اور جب راستہ مقرر کیا جائے تو سمجھ لیجئے کہ اس میں عقل و دانش کا عمل دخل ہے اور یہی بات اسے سائنٹیفک بنا لیتی ہے۔

سب سے پہلے ہم تاریخ کے آئینہ میں ریشی، ریشیت اور شیخ نورالدینؒ کا رتبہ دیکھ لیں۔ بابا نصیب الدین غازی اپنے ریشی نامہ میں ریشی کی یہ تعریف درج کرتے ہیں۔

ریشی یعنی مردم اہل طریق
در طریقت تربیت از ریشیاں است
ریشی یعنی قائم اللیل تمام
روزہ دہر است و رسم ریشیاں است
ریشی یعنی تارک حرص و ہوا
ترک بدنفسی سلوکی ریشیاں است
ریشی یعنی بام الدین مصطفی
برگزیدہ دین شیخ ریشیاں است
ریشی یعنی زین الدین کا یقینی
پیشوائے در طریقت ریشیاں است

Marfat.com

ریشی یعنی نصیر الدین احمدی

خادمی نصرت نمائی ریشیاں است

[illegible] متقی بودہ است اورا نور الدین

مقتدائی پارسائی ریشیاں است

"حضرت شیخ صوفیانِ کشمیر کے پیشوا اور طالبوں کی رہنمائی میں بے نظیر تھے۔ ان کے صفات کے سبب وہ اویس ثانی ہیں، تفکر میں بایزید بسطامی اور تربیت میں جنید بغدادی۔ ریشی اویسیہ ہوتے ہیں۔ (i) پہلے توبہ خدا کی طرف کرتے ہیں۔ (ii) جاہ و جلال کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ (iii) توکل خدا پر (iv) قناعت (v) شہوات نفسانی و جسمانی سے پرہیز (vi) عزلت نشینی اور لوگوں سے دور رہنا (vii) ذکر ماسوی اللہ نہیں کرنا (viii) توجہ صرف خدا کی طرف۔ (ix) مرتے دم تک ایک ہی بات پر ڈٹے رہنا (x) مراقبہ صرف خدا کا۔ نفس بدخواہ کا شکار نہ ہونا۔ اپنے آپ کو اس کام میں مصروف رکھنا جس میں رضائے خدا ہو۔ (xi) خدا کے لئے جلال حق میں جلتے رہنا اور نورِ لطف اور عنایت سے روشن ہونا۔ جیسے اُن کا شاعر کہتے ہے

[illegible]

کرتل چھوکن پھری زہ [illegible] روئے

[illegible]

[illegible]

ریشی کے اور چار معنی ہیں:

[illegible]	ریاضت
[illegible]	یقین
[illegible]	شریعت

Marfat.com

"اسرار الابرار" میں بابا داؤد مشکواتی لکھتے ہیں :

"ریشی وہ ہے جو زیادہ روئے اور کم ہنسے۔ ظاہرا طور پر شیخ نورالدینؒ کے پیر ارادت کے بارہ میں کچھ معلوم نہیں اور مشہور ہے کہ وہ اویسی سلسلہ کے تھے۔ یہ بھی اولیاء ہی ہوتے ہیں۔ یوں تو ان کے لئے پیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم ان کی خود باطنی تربیت کرتے ہیں۔ اور یہ تو ایک عظیم مقام ہے۔

"تاریخ کشمیر" از سید علی (فارسی زبان میں کشمیر کی یہ اولین تاریخ ہے) میں مصنف یوں رقمطراز ہے۔

"حاجی بابا ادہمیؒ یا شیخ نورالدینؒ کے ہمعصر تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کشمیر کے جملہ اولیاء میں سے شیخ الشیوخ حضرت بہاؤ الدینؒ تھے۔ ان کے بعد حضرت سلطان کشمیری (پچھلی ضلع ہزارہ میں دفن ہیں)۔ . . . . .

. . . . . شیخ نورالدینؒ کی زبان سے یہ سنا کہ شیخ بہاؤ الدینؒ مرتبہ ولایت میں آگے ہیں۔ آپ نے ہندوستان اور کشمیر کے بہت سارے طالبان حق کو نور معرفت سے منور کیا جبکہ میں (شیخ نورالدین) صرف چار بندرگان خدا کے سوا کسی اور کو یہ فائدہ نہ پہنچا سکا۔

اس کے علاوہ ایام طفولیت میں ہی باطنی طور پر چار بزرگ ہستیاں شیخ العالم کو جلوہ گر ہوئیں یعنی حضرت بہاء الدین ذکریا، حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج، حضرت شاہ لعل باز قلندر اور حضرت سید جلال الدین بخاری۔ ان میں سے ہر ایک بزرگ شیخ صاحب سے اپنی پارسائی اور اس کے صلہ میں قدرت کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔ شیخ فریدالدین یوں گویا ہوتے ہیں :

"اے میری آنکھ کے پتلے، اے دو جہانوں کے سردار، میں نے کھانے پینے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کھانے کی چیزوں کے علاوہ میں نے اپنے منہ پر مہر لگا دی، یہاں تک کہ میں خوان معرفت سے لطف اندوز ہوا۔

Marfat.com

ان تواریخی واقعات سے ماسوائے بابا ادہمی کے بیان کے شیخ العالمؒ کی حیثیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف آستانوں میں پڑھے جانے والے ختمات سے بھی ان کی منفرد حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ ان سے منسوب ختم یوں پڑھا جاتا ہے :۔

الٰہی بحرمتِ شاہ نورالدین ولی — الٰہی بحرمتِ فقیر نورالدین ولی

الٰہی بحرمتِ محبوب نورالدین ولی — الٰہی بحرمتِ مخدوم نورالدین ولی

الٰہی بحرمتِ قطب نورالدین ولی — الٰہی بحرمتِ غوث نورالدین ولی

الٰہی بحرمت شیخ نورالدین پادشاہ کامل ولی

حاجات ما بر آوردہ گردانی

درود مشہور	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	شیئاً للہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم علیک
۱۰۰۰ بار	۱۰۰۱ بار	۱۰۰ بار
درود مشہور		شیئاً للہ چوں (من) گدائے دل حزیں
		المدد خواہیم زشاہ (اے بادشاہ) نورالدین
۱۰۰ بار		۱۰۰ بار

اس کے بعد دوبارہ الٰہی بحرمت شاہ نورالدین . . . . . .

میں نے چند صوفی منش حضرات سے حضرت شیخ سے منسوب وظیفہ کی بابت پوچھا تو انہوں نے ان وظائف کے ساتھ اتفاق کیا البتہ تعدادِ ورد میں معمولی کمی و بیشی کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ ہمیں پھر تاریخی دستاویزات سے استفادہ کرنا پڑے گا۔ حضرت میر محمد ہمدانیؒ سے شیخ العالم کی جو ملاقات ہوئی وہ نہایت معنی خیز ہے۔ اول یہ کہ جب حضرت میر جانب شیخ اُن کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو مکاشفہ سے ہی جناب شیخ العالم مہمان کے استقبال کو نکل پڑے۔ اس میں دو دوستان خدا کے درمیان جو مکالمہ قلمبند ہوا ہے اور جس کا تعلق حضرت شیخ العالم کی جسمانی معذوری سے ہے۔ اس سے حضرت شیخ کی روحانی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن معترضین

Marfat.com

اسے حضرت شیخ کے عقلی استدلال سے تعبیر کریں گے۔ البتہ حضرت میر کے ساتھیوں میں سے جب مؤذن بانگ پڑھنے میں وقت کے صحیح ہونے اور اس کا تعین کرنے کی نسبت حضرت شیخ کی روحانی بصیرت اور ان کے اعلیٰ رتبہ سے واقف ہوا، اور پھر حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے سلسلہ ریشیت اپنانے کی اجازت دیجئے تو یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شیخ العالم اپنے وقت کے ممتاز ترین ریشی تھے۔

حضرت شیخ کی روحانی زندگی کو داغدار کرنے اور روحانیت میں ترقی کے زینہ سے انہیں اُتارنے کے لئے ان کے مخالفین نے "یاؤن مزی کو" جس مشن پر بھیجا اور جس میں انہیں منہ کی کھانا پڑی وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شیخ العالم اپنے وقت میں ریشیوں کے حلقہ میں یکتائے عالم تھے۔

تقدس کے طور پر ہمارے گورے لل دید اور شیخ العالم کے کلام کو گانے کی نزاکت سے دور رکھتے ہیں اور صرف دُنیا کی بے ثباتی کا احساس دلانے کے لئے اسے وزن کا جامہ پہنائے بغیر گانا شروع کرنے سے پہلے پڑھتے ہیں۔ چونکہ یہ سلسلہ اب تک سینہ بہ سینہ چلا آیا ہے لہٰذا اس سے بھی شیخ العالم کی بزرگی اور برتری کا تصور پختہ ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ کے ریشی پن کا بہترین اظہار ان کا کلام ہے کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہم ان کے رتبہ کا کسی حد تک حقیقت پسندانہ معیار قائم کر سکتے ہیں اگر لل دید اور شیخ العالم کے زمانہ کا شعری ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہوتا تو تقابلی مطالعہ سے شیخ العالم کی روحانی اور شعری زندگی کے کئی گوشے روشن ہوتے جو اس پہلو کو اور نمایاں کرتے۔ الغرض شیخ العالم کے شعری مواد سے ہمیں ان کے ضبط نفس اور ترک لذات کا احساس اس طرح ہوتا ہے

۱۔ صوفی جب روحانی عمل کے دوران کسی انوکھے تجربہ یا روحانی دنیا کے نت نئے پہلوؤں سے آگاہ ہوتا ہے (بشرطیکہ اس کی شعر گوئی کی حیثیت عیاں پڑی ہو) تو وہ اس کو اظہار کا جامہ پہنانا چاہتا ہے، حالاں کہ اظہار سے پرہیز اس کے لئے ممنوعات میں شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ سماع میں جب ایسی غزل گائی جاتی ہے۔ تو اس کے ہمعصر اور طالبین ان شعارت صوفی

Marfat.com

کا درجہ متعین کرتے ہیں۔ شمس فقیر، نعمہ صاحب، سوچھ کرال شعری کارناموں کے آئینہ میں ممتاز صوفی تصور کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے تصوف کی اپنی اندرونی کیفیت کو شعری روپ میں پیش کیا۔ احمد بٹہ واری اور دہاب کھار نے تو ان تجربوں میں وہ شوخ رنگ بھر دیئے کہ آدمی یہ محسوس کرنے لگا کہ اشعار حقیقی کی بجائے نرے مجازی ہیں۔ "شدرازی ذہر بار نغمہ کران پرستانو" اور "شالہ مور وُچھنے نیرو پوشہ نوبو" اس امر کی واضح طور پر نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک اور مثال یوں دی جاسکتی ہے۔ کشمیر کے ایک شاعر ظریف تخلص رکھتے تھے۔ مشاہدۂ حق میں جب جلوۂ الٰہی سے فیضیاب ہوتے تو کم سے کم اس کیفیت کا اظہار کیا (ان کے یہ اشعار صوفیانہ موسیقی کے مقام شہناز میں دورویہ تال میں گائے جاتے ہیں)۔

نیلہ نور ہوونم اُی دُردانن
گوم دُستخانن کرتھ سوز
اندریم دود کیاہ دہ بیگانن
دارس کھارنہ آو منصور
بے گانہ دادس مانہ کیاہ زانن
گوم دُستخانن کرتھ سوز

اگر شعر میں "استخوانن سوز" اور "منصور" کا ذکر نہ ہوتا تو شاید ہم اسے مجازی معنوں میں لیتے۔ جلوۂ الٰہی کی ایک جلالی کیفیت یہ بھی ہے کہ انسانی اعضاء پر اس کا دباؤ سخت گراں گذرتا ہے۔ حضرت موسیٰ جیسے وجیہ الحبر پیغمبر بھی جلوہ الٰہی سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ العالم نے قدرت کی رنگینیوں کا کوئی بھی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ انوار الٰہی کا ذکر کرنا صوفی کے لئے ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے صوفی کو خدا کے حسن مطلق ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ چونکہ شیخ العالم ترک لذات کے قائل ہیں لہٰذا انوار الٰہی تو کیا کسی اور نظر کی کیفیت کو بھی اظہار کی لذتوں سے آشنا نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی تجربہ کی شدت اور

Marfat.com

کثرت سے مجبور ہو کر ایک آدھ اشارہ کر ہی دیتے ہیں۔ آپ چونکہ لل دید سے بھی فیض پا چکے تھے اس لئے کئی معاملات میں مجذوب تھے ایسے مجذوب جسے احد زرگر نے "مس چھکھ بیدار" الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان دنوں میں کچھ تجربات قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً ؎

وَدِ نہٕ سیتی مالہِ اوش نو مَری
وَدِ نہٕ سیتی سُہ مَدُن میلی نہٕ زانہہ
دِل کر صَفا زیرِ اکہِ نیری
نتہٕ شالہٕ ٹٕنگو نیری کیاہ

(لل دید)

ببرِ لنگس مُشک نو سوری
ہوٗنی بستہِ کوفور تیرِ نہٕ زات
من بوٗدٕ گارہن ادٕ نو سوری
نتہٕ شالہٕ ٹٕنگے نیری کیات

(شیخ العالم)

ان کی شاعری کے دو نمایاں پہلو ہیں ایک وہ جو عام آدمی کی فہم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جس میں نماز کی پابندی وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس زمرہ میں ان کے وہ اشعار بھی شامل ہیں جن کا مدعا و مقصد مذہبی ریاکاروں اور بے عمل زاہدوں کے چہرہ سے نقاب اتار پھینکنا ہے ـــ دوسرا پہلو زیادہ تابناک اور معنی خیز ہے۔ اور وہ ایسے افراد کے لئے ہے جو بالغ نظر ہیں مگر دنیا کی مختلف کیفیتوں سے آگاہ نہیں یا اگر آگاہ ہیں لیکن اشاروں کنایوں سے یاد دہانی کے متلاشی ہیں۔ مثلاً ؎

موالن تل چھُس بوٚڈ ناگہِ رادا
دوہ دِ رنگہٕ تہٕ امرتہٕ تہ
کرِشنہٕ بویکھ آسن وادا
ورشنہٕ کاسکھ وونہٕ چھ تھر

Marfat.com

یہ اشارہ اُن صوفیائے کرام کی طرف ہے یا عمل کی اس منزل کی جانب ہے جہاں حق کے متلاشی کی اندرونی کیفیت یکسر بدل جاتی ہے اور اُس کی اندرونی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہوتا ہے۔ جس طرح اس دنیا میں درخت اور پہاڑ، نیلگوں آسمان اور اُڑتے بادل نیز انسان اور انسانی سرگرمیوں کو دیکھنے کے لئے سورج کی روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح انسان کے دُروں خانہ میں عجیب و غریب کیفیت کا مشاہدہ کرنے کے لئے کسی سورج کے روشن ہونے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تصوّف کے عمل میں چند خوش نصیبوں کے اندر روشنی کا ایک چشمۂ اُبل پڑتا ہے جو ہر وقت سرگرم عمل رہتا ہے اور روشنی کے ذرّات انسان کی اندرونی کائنات میں بکھیرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اندرونی مہیب تاریکی روشن سماں کو جگہ دیتی ہے اور ان روشن ذروں سے اندر کی ساری دنیا جگمگا اُٹھتی ہے۔ درخت حرکت کرنے لگتے ہیں۔ رنگوں کی ایک عجیب و غریب دنیا سامنے آتی ہے۔ خدائے لایزال کی جلوہ سامانیاں آرٹ اور فن کی عجیب و غریب صورتیں اختیار کرتی ہیں اور آدمی ششدر رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی کوئی آرٹسٹ اس منظر کو اتنی فنی پیچیدگیوں سے گذار کر پیش کر سکتا ہے اور کیا اس کا مجموعی تاثر اتنا جاندار ہو سکتا ہے۔ پھر صوفی سوچنے لگتا ہے دراصل وہ رنگ جو آرٹسٹ کینواس پر بکھیرتا ہے اور جو رنگینیاں وہ اپنے موقلم سے پیدا کرتا ہے وہ تو اُس کی اندرونی حس کی دین ہے نہ کہ بیرونی تگ و دو کی۔ جیسے نعمہ صاحب نے کہا ہے ؎

یُس لا یہ نادُ چھُم نشے
کمیو شیشہ چو ونس موے
صدائے ساز پانس نشے
کمیو شیشہ چو ونس موے

ایسے اشعار سے طالب حق کو کیفیت منزل کی آگہی یا یاد دہانی ہوتی ہے۔

متذکرہ بالا شلوک میں حضرت شیخ العالم ایک عظیم منزل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

حالانکہ اپنی شاعری میں وہ ایسے اشاروں سے احتراز کرتے ہیں۔ چشمۂ ابل پڑنے کا ذکر کرتے ہی وہ ایک دم بات کا رُخ بدل دیتے ہیں۔ اسی لئے شلوک کے دوسرے شعر میں عامیانہ پن آگیا ہے۔ افشائے راز سے احتراز اور حقیقت کی طرف مبہم اشارہ شیخ العالم کی سنجیدگی اور تصوف میں اُن کے منزل کا پتہ دیتا ہے۔

اس کے علاوہ کلام شیخ العالم میں چند ٹیپ کے مصرعے اور چند اشلوک خدا کی بہ صفات کا ایک منظر پیش کرتے ہیں جن کا انداز فکر نیا اور غیر رسمی ہے۔ ؎

اکس مآلس ماجہ ہندہ بن
تمن دے ترا وتھ تہ کیا ئے
مسلمانن کیٹ و ہنیندہ بن
کربندن توشہ خود اے

یہاں ٹیپ کا مصرعہ "کربندن توشہ خود اے" زیادہ اہم ہے۔ دراصل خدائے رحمٰن ہی بندہ کو مختلف منازل سے ہو کر گذرتا ہے جیسے کسی تحریر میں کوئی لفظ کسی نہایت عمدہ اور اچھی جگہ نگینہ بن کے جاذب نظر بنتا ہے اور کبھی وہی لفظ فقرہ یا شعر میں گھٹیا معلوم ہوتا ہے۔ فی الحقیقت ادیب، شاعر یا کوئی اور تحریر قلمبند کرنے والا شخص ہی لفظ کو حسب حال کہیں کھپا دیتا ہے۔ در لفظ بیچارا اپنی رعنائی کے باوجود بے جان اور سپاٹ بن کے رہ جاتا ہے۔ جیسے لفظ "التفات" اس شعر میں ؎

آدمی کچھ سمجھ کے بات کرے
پہلے کیوں اتنا التفات کرے

قلق

اب دیکھئے لفظ التفات کس آن بان سے اس شعر میں ید طولیٰ رکھتا ہے ؎

لازم اک نظر میں قرار و ثبات ہے
اس کا نہ دیکھنا نگہ التفات ہے

(مومن)

Marfat.com

تو اسی طرح اللہ بھی مختلف انسانوں کو موقع اور محل کے مطابق مختلف امور کے لئے متعین کرتا ہے جبھی تو شیخ العالم نے "کربندن توشہ خدائے" میں مالک کل کی ایک صفت کا اظہار کیا ہے۔ اور تمنا کی ہے کہ کاش وہ دن نصیب ہو جب خدا مسلمان اور ہندو میں نفرت کو ختم کرے۔

چند صوفی حضرات "لال باب صابنی دنبالی" کے کچھ حصوں کو بھی ریشی مسلک کا ایک جزو لاینفک تصور کرتے ہیں شاید اس لحاظ سے کہ اس میں رقص کا عنصر داخل ہے جس سے صوفی منش حضرات کو وجد و سرور حاصل ہوتا ہے یا دوران "دنبالی" اُن کی متصوفانہ وجدانی حس تیز ہو جاتی ہے۔ اس بیان میں جوازیت ہے یا نہیں لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ایک زمانہ میں صوفیوں کے ایک فرقہ نے رقص کی ایک قسم کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا جس سے اُن پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی اور وہ اس سے نہایت محظوظ ہوتے۔ دراصل بدوران اذکار جسم کے چند حصوں کو حرکت دینے سے انسان میں چند ڈھکی چھپی چیزیں شعوری سطح پر آتی ہیں جن سے ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

شیخ العالم تو ایک آئینہ ہیں اور اپنے شعری سرمایہ نیز لوگوں کی بے پناہ عقیدت کے ہوتے ہوئے یقیناً اپنے زمانہ کے ممتاز ترین ریشیوں میں سے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ایشر کے سوامی اور رگ زال پشم و فروش کو ممتاز ترین قرار دیا ہے۔ لیکن یہ حضرات گوشۂ گمنامی میں رہے اور اگرچہ ان کی روحانی فضیلت برتر تھی پھر بھی ان کا دائرہ اثر محدود رہا اور شیخ نورالدینؒ ریشیت میں مرکزی کردار کی حیثیت سے اُبھر آئے۔

Marfat.com

⊙ محمد امین شکیب

ریشیت اور سلاطینِ کشمیر

سلاطین کے عہد میں کشمیر ایک نئے تمدن، نئی تہذیب اور نئے ضابطۂ اخلاق و عبادات غرض نئے دین سے روشناس ہوا۔ اس نئی آمد نے ایک فرسودہ اور زوال پذیر ماحول کو تبدیل کر کے ایک نئے سماج کو جنم دیا۔ اگرچہ کشمیر کی سرزمین نے ہر نئے عقیدہ اور نئے مذہب کو تسلیم کر کے اپنا کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور کیا ہے۔ پھر بھی یہ دو متضاد و نفرت کے تصادم کا دور تھا۔ ایک طرف برہمنوں کی شدت پسندی اور مذہبی اجارہ داری تھی دوسری طرف مسلم صوفیا کی وسیع المشربی ——

کشمیر میں جب بدھ مت آیا تو کشمیری مفکروں نے اس میں جو اہم اضافہ کیا وہ اب تک مہایان نظریہ کی صورت میں موجود ہے۔ اسی طرح ہندو دھرم میں شیومت (ترک فلسفہ) کشمیر کی ہی دین ہے۔ اسلام کو یہاں کے لوگوں نے جس حالت میں زیادہ قبول کیا وہ تصوف کی وہ صنف ہے جسے ریشیت کہا جاتا ہے۔

کشمیر میں اسلام کا پھیلاؤ چودھویں صدی کی ابتدا میں صوفیا کے ذریعہ سے ہوا۔ جو خود تزکیۂ نفس اور باطن کی پاکیزگی پر زور دیتے تھے۔ اس لئے اس کا لازمی اثر یہاں کے لوگوں کے مذہبی

---

[1] سلاطین کا عہد رنچن (سلطان صدرالدین) کے اسلام قبول کرنے (۱۳۲۳ء) سے شروع ہو کر چک دور کے اختتام (۱۵۹۶ء) تک قائم رہا جس میں سے اُدیان دیو کے زمانۂ اقتدار کے پندرہ سال (از ۱۳۴۳ء تا ۱۳۵۹ء) منہا کئے جائیں جو سلطان صدرالدین کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا ——— [2] ۱۳۲۱ء

رجحان پر بھی براہ راست پڑا۔ صوفیاء میں سے حضرت بلبل شاہ صاحبؒ (بلال صاحب) سب سے پہلے بزرگ ہیں جن کے ذریعہ سے کشمیر کے اُس وقت کا حکمران رینچن مشرف بہ اسلام ہوا۔ ظاہر ہے کہ حضرت بلبل صاحبؒ کے ساتھ کشمیر کے اس پہلے سلطان کا عقیدت مندانہ تعلق اُس کے مشن کی کامیابی کا ضامن بھی ہوا اور اس کی اپنی سعادت کا باعث بھی۔ اُن کے بعد میر سید علی ہمدانیؒ سلطان شہاب الدین کے عہد میں کشمیر وارد ہوئے۔ ان کے ساتھ سلطان شہاب الدین کے علاوہ ان کے بھائی سلطان قطب الدین کی مکمل حمایت بھی حاصل رہی۔

امیر کبیرؒ کے بعد آپ کے فرزند میر محمد ہمدانیؒ سلطان سکندر کے عہد میں کشمیر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ سلطان سکندر اور اُس کے امراء و وزراء کا مکمل تعاون رہا۔ اسی اثناء میں علمدار کشمیر نور الدین نورانیؒ کا ظہور ہوا۔ جو یہاں کے رشیوں میں بہت اعلیٰ و ارفع مقام رکھتے ہیں۔ ان کو سلطان زین العابدین کی حمایت و اعانت حاصل رہی بلکہ بے پناہ عوامی مقبولیت و عقیدت جدید سلاطین کے عہد میں جتنے بھی صوفیاء کشمیر تشریف لائے وہ سب باہر سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بجا طور پر ایک انحطاط پذیر معاشرہ کو روبہ ترقی کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ لیکن ان کی زبانیں غیر مانوس تھیں۔ ان کی تبلیغی کاوشیں یہاں کی روایتوں کے مطابق نہ تھیں۔ ان کا اسلوب نرالا تھا۔ پھر بھی اُن کی تبلیغ کا لازمی اثر یہاں کے مروج لوگ عقیدوں پر پڑا۔ [illegible] ان کے پیروکار بن گئے۔ لیکن اُن کی اصلی غایت کو اگر کسی جمعیت نے زیادہ کامیاب بنا دیا تو وہ کشمیری الاصل رشی تھے۔ جن کی زبان عوام کی زبان تھی۔ جن کی تبلیغی کرمیاں یہاں کی روایتوں کے مطابق تھیں۔ جن کا انداز ہر فرقہ و طبقہ کے لوگوں کو مرغوب تھا۔ اسی لئے ان کے مسلک [illegible] "ریشیت" پر بحث کرنے سے قبل یہاں کے سابقہ مذہبی [illegible] باہمی رشتہ پر اجمالی روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

Marfat.com

کشمیر تصوف کا گہوارہ : ڈاکٹر ریاض احمد شیروانی کے مطابق کشمیری طبعاً تصوف اور [illegible] ہیں۔ وہ باذوق اور درون بین ہیں۔ اُن کی اس خاصیت کا سبب یہ ہے کہ وہ جس علاقے میں رہ رہے ہیں وہاں برف پوش پہاڑ، صاف و شفاف پانی کے دریا اور چشمے اور ایسے خاموش و پُرسکون گوشے ہیں جو دنیوی ہائے وہوسے عاری ہیں۔ یہ ماحول خیال پروری اور شعر دوستی کا متقاضی ہے۔ یہ خوب صورت اور آرام دہ وادی مقدس لوگوں اور تارک الدنیا اور یوگیوں کا گہوارہ رہی ہے جو سخت ریاضت کے عادی ہوتے ہیں۔ بودھ مذہب جو تیسری صدی قبل مسیح سے چوتھی صدی عیسوی تک یعنی سات سو سال تک اس سرزمین میں نفوذ رکھتا تھا اور ویدانت کے اصول و فلسفہ اور تصوفِ اسلامی کی تعلیمات ایسے عوامل تھے جنہوں نے یکے بعد دیگرے کشمیریوں کی طبیعت کو فلسفہ اور عرفان کے قالب میں ڈھالا یا اس کی ترویج میں انہیں مددگار بنا دیا۔[1]

درحقیقت کشمیر کا تمدن بودھ مذہب، ہندو دھرم اور اسلام کی روایتوں کے اختلاط سے وجود میں آیا ہے۔ کشمیریوں نے اپنے اپنے وقت پر جہاں ان تینوں مذاہب کو خوشی سے گلے لگایا وہاں ان کے فروغ اور ترقی [illegible] اپنا بھرپور حصہ ادا کیا۔

بدھ مہایان اسکول [illegible] مذہب کی ابتدائی تعلیم [illegible] رہنما حقیقی مسرت ہے۔ [illegible] کو ایک مصیبت خیال کرتے تھے [illegible] کے نزدیک مصیبت کی وجہ خواہش ہے۔ اس لئے خواہشات کو ہی ترک کر دینے کی ضرورت ہے۔ اس راہ پر کامزن ہونے کے لئے درست عمل اور خیال کے ارتکاز کی صحت درکار ہے۔

• چونکہ اس میں قادرِ مطلق کے تصور سے ہی کل انکار تھا۔ اس لئے عام لوگ اس قسم کے مذہب کے ساتھ زیادہ وابستہ نہ رہ سکے۔ مذکورہ بالا مکتبِ خیال (مہایان اسکول) [illegible] اور موت

---

[1] [illegible]

Marfat.com

کی کٹھن آزمائش سے نجات حاصل کرنا ہی اپنے لئے اعلیٰ نصب العین مانتے تھے۔

کشمیر کے عالموں کو جو اعلیٰ فلسفوں سے واقف تھے یہ نظریہ عام لوگوں کے لئے غیر جاذب دکھائی دیا۔ اس لئے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنا خاص حصہ ادا کرنے کا کام انجام دیا۔ شومت کشمیر میں اس سے قبل رائج تھا اس لئے جو نیا مکتب فکر (مہایان سکول) کشمیری عالموں کے ذریعہ وجود میں آیا اس پر یہاں کے فکر و فلسفہ یعنی شیومت کا کافی گہرا اثر پڑا۔ اس نئے مکتب خیال کی رو سے بدھ مذہب میں خدا تعالیٰ کے علاوہ آخرت کا بھی تصور پیدا ہو گیا۔ اب ہنیان سکول کے برخلاف انسان کی بنیادی ضرورتوں کی طرف دھیان دیا جانے لگا۔[1]

کشمیری شیومت:- بدھ مذہب کے بعد شومت کا ترکہ فلسفہ اگرچہ پہلی بار آٹھویں صدی کے آخر یا نویں صدی کی ابتدا میں ظہور پذیر ہوا لیکن ان ترنگنی کے مطابق بدھ مت کے وادی میں آنے (اشوک کے عہد سے قبل) یہاں شیو زیارتیں اور عبادت خانے موجود تھے۔ کشمیری شومت ادویت (غیر ثنویت) پر اساس رکھتا ہے۔ اس کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ شیو، شکتی اور نر۔ شیو کوئی شکل و صورت نہیں رکھتا ہے وہ زمان و مکان کی بندشوں سے آزاد ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ تک قائم رہے گا۔ وہ لامحدود اور بے انتہا ہے۔ اس کے تحت دو خاص طاقتیں ہیں۔ انہیں شکتی اور نر کہتے ہیں۔ شکتی شیو کی وہ طاقت ہے جسے تخلیقی قوت سمجھا جاتا ہے۔ اسے مادہ مانا جاتا ہے۔ نر شیو کی طاقت کا وہ پہلو ہے جسے مذکر مانا جاتا ہے۔ نر اور مادہ کے باہمی اتحاد سے [illegible] شیو ان طاقتوں کا توازن قائم رکھتا ہے۔

کشمیری شیومت پر [illegible] ہوگا لیکن درحقیقت اس نے [illegible] مذہب کا کافی اثر قبول کیا ہے۔ اس لئے اس میں ایسے آزادانہ رجحانات پیدا ہو گئے جس سے سماج کے تمام طبقوں کو [illegible]

Marfat.com

کا [illegible] گیا۔

ویدانت اور شیومت [illegible] اختلاف کہ اول الذکر عالم ظہور کو غیر حقیقی [illegible]
کرتا ہے۔ وہ برہمن (یعنی عالم ظہور کو چلانے والی طاقت) کو واحد حقیقت تسلیم [illegible]
عالم ظہور مایا کی وجہ سے وجود میں آتا ہے اور یہ اس وقت تک قائم رہتا ہے۔ جب [illegible]
موکھش [illegible] کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس موخر الذکر یعنی کشمیری شومت [illegible]
[illegible] حقیقت تسلیم کرتا ہے۔ وہ اسے حقیقت کا ایک روپ خیال کرتا ہے۔ اس [illegible]
[illegible] پرمیشور سے [illegible] قائم نہیں رہ سکتی اس لئے عالم ظہور غیر حقیقی [illegible]
[illegible] کشمیری شومت یہاں کی [illegible] فکر اور سوچ کا ہی نتیجہ ہے۔ یہ فلسفہ نویں صدی سے
سے چودھویں صدی (ہندو حکومت کے زوال) تک اپنی پوری آب و تاب سے چلتا
مسلم صوفیاء کی آمد:۔ کشمیر میں اسلام کی تبلیغ کا کام جن باہر سے آئے ہوئے صوفیا
انجام دیا ان میں سید شرف الدین بلال شاہؒ (بلبل شاہ صاحب) میر سید علی ہمدانی
میر محمد ہمدانیؒ میر شمس الدین عراقیؒ نہایت اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ کشمیر کی
بزرگ ہستی نے لوگوں کی اپنی زبان اور اپنے محاورے میں اس نئے دین کو سمجھایا اور سکھایا
شیخ نور الدین نورانیؒ تھے۔ ان کے بعد شیخ حمزہ مخدومؒ نے اس کام کو پایہ تکمیل تک [illegible]
گریون بام (مسڈ پویل اسلام میں) اعتراف کرتا ہے کہ تصوف کی عظیم تحریک [illegible]
فلسفیانہ ڈھانچہ اور اصطلاحات میں یونانی اور ہندوستانی اساس کے باوجود عالم انسانیت
کے مذہبی تجربہ میں اسلام کی ہی اہم دین ہے۔

صوفی ازم ظاہری اعمال کے بجائے باطن کی پاکیزگی پر زور دیتا ہے۔ وہ شان
پسندی کے خلاف ہے۔ اس میں فقر و فاقہ اور جذب و عشق کے ذریعہ قرب خداوندی [illegible]
کیا جاتا ہے۔ ہندو فلسفہ اور بودھ بھکشوؤں کے ساتھ رابطہ قائم ہونے پر اس میں وحدت [illegible]

Marfat.com

اور گوشہ نشینی کے پہلو داخل ہو گئے۔

سید شرف الدین بلبل شاہ (بلبل شاہ صاحب): پہلے صوفی بزرگ جن کے کشمیر میں داخل ہونے کی سند ملتی ہے بلبل شاہ صاحب تھے جو رینچن کو مشرف باسلام کرنے میں کامیاب ہوئے۔ حکمران کے اسلام قبول کرنے سے اس کی طرف زیادہ سے زیادہ لوگ متوجہ ہونے لگے۔ اس نئے مذہب کو کئی امراء نے بھی قبول کیا۔ ایک روایت ہے کہ بلبل شاہ صاحب کی تبلیغ سے دس ہزار باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔[2]

کہتے ہیں بلبل شاہ صاحب پہلے راجہ سہدیو کے عہد میں کشمیر تشریف لائے تھے۔ وہ موسوی سیدوں کے فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے ممالک کی سیر و سیاحت کی تھی۔ وہ کافی مدت تک بغداد میں رہتے تھے۔ سید بلبل شاہ صاحب شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید تھے جو سہروردی طریقہ کے ایک خلیفہ تھے۔ وہ ۷۲۷ ہجری میں رحلت فرما گئے۔ خواجہ اعظم مؤلف واقعات کشمیر ان کے کمالات معنوی کے بارے میں لکھتا ہے: "آپ (بلبل شاہ صاحب) کہتے تھے کہ باری تعالیٰ نے مجھے وہ طاقت عطا کی ہے کہ بغیر قوت و اسباب تعیش کے زندگی گزاروں اور روح کی انقطاع کے بغیر اسی بدن کے ساتھ دار البقا میں جاؤں اور اسی بدن کی ہمیشہ تک حفاظت کروں۔ چونکہ یہ امور آنحضور کی سنت کے منافی ہیں اس لئے مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ سنت پر قائم رہنا اور اس کی پیروی کرنا میرے نزدیک سنت کے خلاف ہزاروں کرامتوں سے بہتر ہے۔"

سلطان اول سلطان صدر الدین نے حضرت سید بلبل شاہ صاحب کے لئے دریائے جہلم کے کنارے ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس میں مسافروں کو کھانا کھلانے کے لئے

[illegible]

Marfat.com

ایک شکر تھا۔ خانقاہ کے پاس سلطان نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی، یہ کشمیر کی سرزمین پر پہلی مسجد تھی۔ یہ خانقاہ اور مسجد سری نگر میں محلہ بلبل شکر میں موجود ہیں۔

میر سید علی ہمدانی رح۔ بلبل شاہ صاحب کے بعد دوسرے بہت سے صوفیا کشمیر تشریف لائے لیکن ان میں سب سے اہم میر سید علی ہمدانی رح تھے۔ جنہوں نے اپنے علم، بزرگی اور عبادت گزاری سے ۲۷ ہزار افراد کو مشرف باسلام کیا۔ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رح کا نام نامی کشمیریوں کے دلوں میں اس طرح جاگزین ہے جس کی کہیں کوئی مثال ملنی مشکل ہے۔ انہیں شاہ ہمدان علی ثانی اور امیر کبیر کے القاب سے سارے کشمیر میں یاد کیا جاتا ہے۔

انہوں نے اپنے مرشد شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کی نصیحت پر سیاحت اختیار کی اور اس میں اکیس سال گزارے۔ اس اثنا میں وہ بے شمار علما و عرفا سے ملے اور ان سے استفادہ بھی کیا۔ کشمیر میں تشریف لانے سے قبل آپ نے سید تاج الدین اور سید حسین سمنانی کو دین اسلام کی اشاعت کے طریقوں اور امکانات کا جائزہ لینے کے لئے یہاں بھیجا اور خود پہلی دفعہ ۱۳۷۲ء میں کشمیر وارد ہوئے۔ اس مرتبہ آپ نے یہاں چار ماہ قیام فرمایا۔ یہ وہ وقت تھا جب یہاں کا حکمران سلطان شہاب الدین تھا۔ وہ دہلی کے حکمران فیروز شاہ کے خلاف ایک بڑی جنگ میں دکن سے دور مشغول تھا۔ پھر بھی اس کے بھائی اور نائب سلطنت قطب الدین نے شاہ ہمدان کا شایان شان استقبال اور خاطر مدارات کی۔ حضرت میر واپسی پر شہاب الدین سے فیروز پور کے مقام پر ملے اور اسی دوران انہوں نے دو مسلم حکمرانوں کے درمیان جنگ بند کرائی اور ایک صلح نامہ پر ان کے دستخط لئے۔ جس کی رو سے پنجاب میں سرہند کے حدود تک شہاب الدین کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔ امیر کبیر کے کشمیر کی سیاحت کے بڑے دور رس نتائج برآمد ہوئے۔ آپ سلطان قطب الدین کے عہد میں ۱۳۷۹ء میں دوسری مرتبہ کشمیر تشریف لائے۔ اس بار انہوں نے وادی میں ڈھائی سال تک قیام کیا اور پھر [illegible]

Marfat.com

گئے۔ اس کے بعد آپ تیسری اور آخری مرتبہ ۱۳۸۳ء میں پھر آئے اور تقریباً ایک سال قیام کرنے کے بعد ترکستان روانہ ہوئے۔ شاہ ہمدان کی تیسری آمد کا سبب فارس پر تیمور کا حملہ تھا۔ جب اس نے عراق فتح کر کے ہمدان کے علوی سادات کو جو مقامی سیاست میں بہت اہم مقام رکھتے تھے ختم کرنے کا فیصلہ کیا تو امیر کبیر نے سات سو سیدوں کی معیت میں ہمدان چھوڑ کر کشمیر کا عزم کیا۔ چنانچہ جب آپ اپنے دیگر ساتھیوں کے سمیت یہاں تشریف لائے تو سلطان قطب الدین نے آپ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس دفعہ آپ اور آپ کے پیرو کشمیر کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ انہوں نے بے شمار غیر اسلامی رسوم و عادات کو ختم کرنے کی کوششیں کیں جو یہاں کے مسلمانوں نے ناواقفیت کی بنا پر اپنا رکھی تھیں۔ یہاں تک کہ سلطان قطب الدین نے دو بہنوں کو بیک وقت اپنی زوجیت میں دیا تھا۔ حضرت امیر نے اُسے ایک کو طلاق دینے پر مجبور کیا، نہ صرف یہ بلکہ اُسے وہ لباس پہننے کے لئے آمادہ کیا جو اسلامی ممالک کے حکمرانوں کا دستور تھا۔ انہوں نے سلطان کو اپنی کلاہ بھی عنایت فرمائی۔ آپ ۱۳۸۴ء میں یہاں سے واپس تشریف لے گئے اور اسی سال رحلت پا گئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ ختلان میں ہے۔ آپ نے سلاطین کو انصاف پسند اور رعایا پرور بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ آپ حکمرانوں کو رحم اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ انصاف پسند حکمرانوں کو یہ خوشخبری سنا دیتے تھے کہ انہیں قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے قریب رہنے کا شرف بخشا جائے گا اور ظالم حکمرانوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔[1]

امیر کبیر صرف ایک مبلغ دین ہی نہ تھے بلکہ وہ بڑے مصنف اور شاعر بھی تھے۔ فارسی اور عربی میں انہوں نے ۵۰ کتابیں تصنیف کی ہیں[2]۔ آپ کا احسان نہ صرف دینی اور روحانی حیثیت میں ہی کافی اہم ہے۔ بلکہ دنیوی معاملات خصوصاً دستکاریوں

---

[1] ذخیرۃ الملوک ورق ۲۵ ب ۔ ۱ ب
[2] کشمیر جلد اول ص ۹۰

Marfat.com

کے فروغ میں بھی آپ کا حصہ نہایت وقیع رہا ہے۔ ڈاکٹر صوفی کے بیان کے مطابق شاہ ہمدان نے کشمیر میں شالبافی کی صنعت کو ترویج دی[1] ڈاکٹر اقبال انہیں جاوید نامہ میں اپنا خراج ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمان او گرفت
مرشد آں خطۂ مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آں شاہ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آں مرد ایران صغیر
با ہنرہای غریب و دل پذیر

حضرت امیر کے ساتھ جو دوسرے حضرات تشریف لائے تھے ان میں سید حسین سمنانی، سید تاج الدین اور جلال الدین بخاری قابل ذکر ہیں۔

میر سید محمد ہمدانی: سلطان سکندر کے عہد (۱۳۸۹-۱۴۱۳ء) میں جو اہم بزرگ کشمیر تشریف لائے، وہ سید محمد ہمدانی بن امیر کبیر میر سید علی ہمدانی تھے سلطان ان کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور انہیں اپنا استاد اور مرشد سمجھتے تھے۔ آپ ۱۳۷۲ء میں شہر ختلان میں تولد ہوئے۔ حضرت امیر کے انتقال کے وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔ انہوں نے موجہ علوم خواجہ اسحاق ختلانی اور مولانا نور الدین [illegible] تھے۔ جب ان کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو انہوں نے سیاحت و مسافرت [illegible] ۱۳۹۳ء [illegible]

Marfat.com

میں آپ نے کشمیر کی جانب سفر کیا۔ آپ کے ساتھ سادات اور علماء کی بھاری جماعت تقریباً تین سو نفوس پر مشتمل تھی۔ میر محمد ہمدانی اپنے والد شاہ ہمدان کی طرح مصنف اور شاعر تھے اور انہوں نے فارسی میں ایک کتاب (رسالۂ سکندری) تصوف کے موضوع پر لکھ دی تھی۔ سلطان سکندر کا وزیر اعلیٰ سہہ بھٹ آپ کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوا۔ اس کے بعد ان کی تبلیغ کے نتیجے میں بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ میر محمد ہمدانی کشمیر میں بارہ سال قیام کے بعد عازم حج بیت اللہ ہوئے۔ جہاں سے وہ ختلان چلے گئے اور وہیں [illegible] میں رحلت فرما گئے۔ اس مرد بزرگ کی شخصیت کئی فرسودہ رسوم مثلاً رسم ستی (بیوہ کا شوہر کی چتا میں اپنے آپ کو جلانے کی رسم) کے علاوہ شراب خوری، قمار بازی اور عورتوں کا رقص ممنوع ٹھہرانے میں مؤثر ثابت ہوئی۔ انہوں نے مساجد کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم و تربیت کے لئے وچی اور ترال کے علاوہ قصبہ سوپور میں خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ حضرت امیر کبیر نے جہاں علاؤ الدین پورہ میں نماز باجماعت کے لئے ایک چبوترہ بنوایا تھا، اس جگہ آپ نے سلطان سکندر کے ذریعہ ۱۳۹۶ء میں خانقاہ اعلیٰ تعمیر کروائی۔ غرض میر سید محمد ہمدانی تعمیر پسند ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ سیاسی مصلح بھی ثابت ہوئے۔

میر شمس الدین عراقی: میر شمس الدین نے کشمیر میں نوربخشیہ فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ وہ نوربخشیہ فرقہ کے بانی سید محمد بن محمد بن عبداللہ کے مرید تھے جو خواجہ اسحاق ختلانی کے مرید تھے اور خواجہ بذات خود امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے مرید تھے۔ خواجہ ختلانی نے ہی سید محمد کو "نوربخش" کا لقب دیا تھا اور امیر کبیر کا خرقہ دے کر ان کے مہدی اور امام ہونے کا اعلان کیا تھا۔[1]

نوربخشیہ تحریک کا میلان صوفیانہ تھا۔ سید محمد نوربخش کو خدا کا عبوہ دیکھنے اور امام جعفر صادق سے حضرت علیؓ کی تعلیمات حاصل کرنے کا دعویٰ تھا۔ وہ صوفیانہ [illegible]

[1] [illegible] صفحہ ۲۱۳

Marfat.com

فلسفہ ہمہ اوست اور دنیا کی تمام شان و شوکت سے کنارہ کشی پر یقین رکھتے تھے۔ "فنا" حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو مالک کی مرضی پر چھوڑ کر طاعت، عزلت نشینی و انعزال اور مرشد کی رفاقت کی ضرورت تھی۔ نوربخشیہ خانقاہوں کا نظام دوسرے صوفی سلسلوں کی خانقاہوں کی طرح تھا اور نوربخشیہ فرقہ کے ذکر کی رسمیں بھی قادری، کبروی اور نقشبندی سلسلوں کی طرح ہوتی تھیں۔

سید محمد نوربخش کی تعلیمات پر شیعہ مذہب کا بھی اثر تھا۔ وہ حبِ اہل بیت کی تلقین کرتے اور ہمیشہ اس بات پر زور دے کر کہتے کہ اُن کا مقصد حضرت محمدؐ اور بارہ اماموں کے مذہب کو پھیلانا ہے۔ نوربخشیہ کے لوگ محرم مناتے اور ان میں سے کچھ لوگ شہادت حسینؓ کے غم میں سیاہ لباس پہنتے تھے۔ ان کے خیالات و افکار "فقہ احوط" میں درج ہیں۔[1]

کشمیر میں اس فرقہ کے ابتدائی مبلغ میر شمس الدین عراقی سادات، کبروی اور نقشبندی صوفیوں کے فرقہ میں سے تھے۔[2] سلطان حسین میرزا بایقرا حاکم ہرات نے انہیں اپنے عہد (۱۴۷۰ء — ۱۵۰۶ء) میں کشمیر سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ ان کی کشمیر میں آمد کے بارے میں اختلاف ہے۔ محب الحسن کے مطابق وہ سال ۱۴۸۰ء میں کشمیر پہنچے۔ لیکن ڈاکٹر صوفی مصنف کشمیر لکھتے ہیں کہ وہ سلطان حسن شاہ کے عہد (۱۴۷۲ء — ۱۴۷۴ء) میں کشمیر وارد ہوئے۔ انہوں نے یہاں آٹھ سال گزارے۔ اس عرصہ میں وہ اپنے مسلک کی تبلیغ و اشاعت میں خفیہ طریقے سے لگے رہے۔ ان کے دو مشہور شاگرد بابا اسماعیل کبروی اور بابا علی شاہ نجور تھے۔ جنہوں نے ان کی ہر قسم کی مدد کی۔ لیکن ان کی خفیہ سرگرمیوں کا پتہ اُس وقت کے دوسرے علماء کو کسی طرح سے مل گیا۔ اس لئے اُن کی مخالفت کی بنا پر انہیں مجبوراً کشمیر چھوڑنا پڑا۔ حاکم ہرات جب شمس الدین کے عقائد سے مطلع ہوا تو اس نے انہیں اپنی خدمت سے خارج کر دیا۔

---

[1] محب الحسن (کشمیر انڈر دی ٹرکز) صفحہ ۲۸۴

[2] ڈاکٹر شیروانی (صوفی کشمیری) صفحہ ۳۲ حاشیہ

Marfat.com

اس کے بعد وہ سید محمد نوربخش کے فرزند شاہ قاسم کے پاس لرے گئے۔ وہاں سے شاہ قاسم نے انہیں دوبارہ تبلیغ کے لئے کشمیر بھیجا۔ اس بار وہ ۱۵۰۲ء میں اپنے ساتھیوں اور پیروؤں کے ساتھ کشمیر وارد ہوئے۔ میر عراقی نے باوجود سخت مشکلات کے کئی امراء اور اعیانِ حکومت کو نوربخشیہ عقیدہ کا پیرو بنایا۔ جن میں موسیٰ رینہ سب سے مشہور ہیں اُس نے شمس الدین عراقی کو تبلیغ اور اپنی سرگرمیاں تیز تر کرنے کے لئے خوب مالی معاونت کی۔ اس کے علاوہ انہیں جڈی بل میں ایک خانقاہ تعمیر کرنے کے لئے زمین بھی دے دی۔ میر عراقی کشمیر سے واپس جاتے ہوئے بلتستان میں تبلیغ کرنے لگے تو انہوں نے بہت سے بودھ باشندوں کو اپنے مسلک میں شامل کیا۔ میر شمس الدین کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے دانیال اور ان کے دوسرے خلفاء نے ان کا کام جاری رکھا۔ چک سلاطین جو ۱۵۶۱ء سے ۱۵۸۶ء تک کشمیر پر حکمران تھے، فرقہ نوربخشیہ کے پیرو بن گئے۔ ایران کے زیر اثر جہاں خاندان صفوی (۱۵۰۲ء — ۱۷۳۶ء) کے بانی شاہ اسماعیل نے شیعی مذہب یا اثنا عشری اصولوں کو سرکاری مذہب قرار دیا تھا، نوربخشیہ تحریک شیعہ مذہب میں تیزی سے تبدیل ہونے لگی۔ [illegible] نوربخشیہ اور شیعہ مذہب میں کوئی فرق نہ رہ گیا۔ چنانچہ خاندان چک کے افراد اپنے کو شیعہ کہنے لگے حالانکہ یہ خاندان نوربخشیہ تھا۔ اب وادی میں نوربخشیہ کے بجائے صرف شیعہ مذہب کے پیرو دکھائی دیتے ہیں۔

ریشیت: ریشیت اُس سلسلۂ تصوف کا نام ہے جو یہاں کے رشی اپناتے رہے ہیں۔ بقول اوتار کشن رہبر ریشیت سنسکرت لفظ رشی سے ماخوذ ہے۔ یہ کوئی الگ کیان یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ یہ اتحاد اور اتفاق کا وہ شجر ہے جس کی جڑیں شیوازم، صوفی ازم، اسلامی فلسفہ اور [illegible] فلسفوں میں پیوست ہیں جو یہاں فروغ پائی تھیں یہ بھگتی کی وہ لہر ہے جو اسلام پھیلنے کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتی گئی۔

رشی لفظ کا معنی کشمیری ڈکشنری (جلد سیوم) کے مطابق ہے "وہ شخص جو صاحب [illegible] کشمیری ادب کی تاریخ [illegible]

Marfat.com

بصیرت ہے۔ جسے حق دکھائی دیتا ہے۔ جو سیدھی سادی گناہوں سے پاک اور پرہیزگار زندگی بسر کرتا ہے۔"

رشیوں کے سردار شیخ العالمؒ نے اپنے سے قبل کے کئی رشیوں کے نام اپنے کلام میں گنے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رشیت کی کشمیر میں ایک پرانی روایت رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے اسلام کے اثر سے وہ طرح ملی جس سے یہ ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کی ایک زوردار تحریک بن گئی۔

سلاطین کے عہد میں کشمیر میں صوفیا کے چھ خاص سلسلے تھے۔ ان کے نام ہیں قادریہ سہروردیہ، کبرویہ، نقشبندی، نوربخشیہ اور ریشیہ۔ ان میں پہلے پانچ ایران اور ترکستان سے آئے تھے لیکن رشی سلسلہ خالص کشمیری تھا۔ ہندو یوگیوں کے اصلی روحانی وارث کشمیر کے رشی تھے، نہ کہ دوسرے صوفیا یوگیوں کی طرح رشی مجرد رہتے، اپنے جسم کو ایذائیں پہنچاتے، دنیا کو فریب (مایا) سمجھتے اور اس سے کنارہ کشی کرتے تھے۔ ان کے ہمہ اوست کے اعتقادات پر ادویت شیومت کا اثر تھا۔ اس کے علاوہ صوفیا کے برخلاف وہ نماز باجماعت اور ذکر کی محفلوں میں شریک ہونے کے بجائے، آبادی سے دور غاروں اور جنگلوں میں مراقبہ کرکے ذات کو "کل" میں ضم کرنے کی کوشش کرتے۔[1]

وادی میں ظاہری طور پر قادریہ، کبرویہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے مبلغین اسلام کے قوانین اور عقائد پر سختی سے کاربند رہے، وہ ترک دنیا کے ایسے نظریہ کو بھی پسند نہ کرتے، جو تجرد، نفس کشی، ایذا پسندی اور دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی طرف مائل کرتا۔ البتہ اسلام کے اعلیٰ نصب العین کو سربلند کرنے کی کوشش کے باوجود صوفیا کو کشمیر اور دوسری جگہوں پر ان روایتی عقائد سے صلح کرنا پڑی جن میں چند غیر اسلامی باتیں آگئی تھیں۔ اس طرح اسلام میں یہاں ایسے پرانے اثرات داخل ہو گئے جو

---

[1] کشمیر انڈر سلطان زین العابدین ۲۱۱

Marfat.com

آج تک اس میں باقی ہیں۔[1]

رشیوں کا طرزِ عمل دیکھ کر یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ عقائد کے لحاظ سے کسی طرح اسلام سے دور تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اسی مقصد کے لئے کوشاں تھے جس کی ابتداء حضرت بلبل شاہؒ اور حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے کی تھی۔ وہ پُر درد اور اثر انگیز عوامی زبان میں دین کے اصلی اسپرٹ SPIRIT کو لوگوں پر واضح کر دیتے تھے۔ انہوں نے غیر محسوس طریقے سے ایک وہ انقلاب لایا جس کے ذریعہ انہوں نے روایتی طریقوں کو استعمال میں لا کر رائج عقیدوں کو اُلٹ دیا، قدیم رسم و رواج کو بدل دیا اور باہمی روابط میں ایک خوشگوار تبدیلی لائی۔

سلاطین کے عہد میں اور اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک اس قسم کے لوگ ہر گاؤں اور قصبے میں رہتے تھے۔ اُن کی خانقاہیں ہر جگہ موجود تھیں۔ وہ ان میں رہ کر لوگوں کو تزکیۂ نفس اور دین کا صحیح مفہوم سمجھاتے تھے۔

ابوالفضل ان کے بارے میں رقمطراز ہے "کشمیر میں سب سے زیادہ قابلِ احترام لوگ رشی ہیں، جو روایت کی قید سے آزاد ہیں اور خدا کے حقیقی پرستار ہیں، وہ کسی بھی فرقہ کی برائی نہیں کرتے اور کسی سے کچھ نہیں مانگتے ہیں، وہ سڑکوں کے کناروں پر ثمردار درخت لگاتے ہیں تاکہ راہ گیر اُن سے مستفیض ہو جائیں، وہ گوشت کھانے اور نکاح کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ کشمیر میں ان کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔"[2]

رشی رہن سہن میں بے حد سادگی اختیار کرتے تھے۔ وہ گوشت اور انڈا کھانے سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ وہ سبزیوں پر ہی گذارہ کرتے تھے۔ ننگے پاؤں چلنا ان کا معمول تھا۔ وہ بارش اور برف کے دنوں میں کھڑاؤں یا گھاس کے بنے ہوئے جوتے پہنتے تھے۔ وہ خود تکلیف اٹھاتے تھے لیکن دوسروں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ رشیوں کے ذاتی اوصاف کا مطالعہ کرنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلاطین کے [illegible]

---

[1] کشمیر انڈر سلاطین [illegible]
[2] [illegible]

Marfat.com

نئی صورت میں جاری رکھے ہوئے تھے جو بھکشوؤں بھگتوں اور سادھوؤں نے اس سے قبل اختیار کی تھی۔ سلاطین کے عہد میں جب کہ اسلام کو کشمیر میں بہت فروغ حاصل ہو رہا تھا۔ رشی لوگوں میں منافرت اور مسابقت کی بجائے موافقت اور محبت پر زور دیتے تھے۔ جہانگیر اُن کے بارے میں لکھتا ہے "اُن کی زندگیاں کلی طور پر پاکیزہ اور بے آلائش ہیں۔ وہ کسی کی بُرائی نہیں کرتے ہیں۔ اُن کا قلب و ذہن حرص و آز سے پاک ہے۔ وہ گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں اور شادی کرنے سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے میوہ دار درخت لگاتے ہیں اور خود اُن سے استفادہ کی خواہش نہیں کرتے ہیں"۔[1]

گو کہ عام خیال ہے کہ حضرت شیخ مخدوم حمزہؒ (متوفی ۹۸۴ ہجری مطابق ۱۵۰۶ عیسوی) کی تبلیغ کے بعد رشی سلسلہ ختم ہوا تھا، خواجہ محمد اعظم دیدہ مری جہانگیر کے زمانے کے تقریباً پینتیس کشمیری صوفیا اور ریشیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔[2]

اس میں شک نہیں کہ وہ پہاڑوں پر جنگلوں میں اور غاروں میں رہتے تھے۔ لیکن وہ شہروں اور گاؤں میں بھی آتے تھے۔ وہ خانقاہوں میں بھی قیام کرتے تھے لیکن ان سے باہر بھی لوگوں کو پاکیزہ زندگی گذارنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ [illegible] حاصل کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ وہ لوگوں میں مقبولیت ضرور رکھتے تھے لیکن وہ اسے اپنے مادی فوائد کے حصول کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ سلاطین اور امراء سے دور رہنا پسند کرتے تھے لیکن سلاطین اور امراء اپنے آپ کو اُن کے قریب رکھنا اپنی سعادت اور خوش بختی تصور کرتے تھے۔

ڈاکٹر شیروانی لکھتا ہے "ریشیوں کی بڑی تعداد پہاڑوں اور غاروں میں زندگی گذارتی تھی۔ وہ ہر قسم کی شہرت سے خائف تھے اور امراء اور سلاطین سے تعلق بڑھانے سے

---

[1] تزک جہانگیری ج ۲ ص ۱۴۹ — ۱۵۰

[2] واقعات کشمیر ص ۱۲۶ — ۱۳۵

Marfat.com

دُور رہتے تھے۔[1]

مورخ حسن شاہ مشہور بادشاہ سلطان زین العابدین کے بارے میں لکھتا ہے "وہ شائخ کبار اور اولیائے روزگار مثلاً شیخ بابا دارین، شیخ حسن، سید حسین منطقی، سید ناصر الدین ہمدانی اور جناب شیخ نورالدین نیکی وغیرہ اہل کمال و اصحاب کمال کی صحبت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔[2]

شیخ العالم حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ اگرچہ اس سلسلہ کے بانی نہیں ہیں پھر بھی وہ اس سلسلہ کے مسلمہ اہم اور سب سے باوقار بزرگ مانے جاتے ہیں۔ انہیں اسی وجہ سے علمدار کشمیر کے اعزاز سے بھی نوازا گیا۔ تو بجا ہے کہ اس سلسلہ کی کڑیاں انہی سے بھی زیادہ وثوق سے ملائی جا سکتی ہیں۔

حضرت شیخ العالم کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض شیخ قائل نہ تھے بلکہ وہ عملی زندگی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ آپ اپنے تبلیغی سفر میں کشمیر کے تقریباً ہر قریہ اور دیہ میں پہنچ جاتے۔ اس دوران آپ نہ صرف لوگوں کو پاکبازی کی ہدایت کرتے بلکہ حکمرانوں اور حاکموں کو بھی لوگوں پر ظلم و جبر روا رکھنے پر ٹوکتے اور اس بارے میں کسی بھی مصلحت کے شکار نہ ہوتے تھے۔ بابا نصیب الدین اس بارے میں رقمطراز ہیں "شیخ العالم نے ایک گاؤں کے باشندوں پر ظلم کی وجہ سے وہاں کے حاکم کی سخت سرزنش کی تھی۔[3]

ریشیوں کی اس شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ وقت ضرورت بادشاہوں کی شدت پسندی کے خلاف صف آرا ہوتے تھے۔ چنانچہ جب سلطان سکندر نے شیخ العالم کو اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ ہندوؤں کی طرف لوگوں کا میل جول رکھنے سے نفرت اور منافرت کا برتاؤ کریں تو شیخ العالم اس سلسلے میں سلطان کے خلاف تھے۔

[1] [illegible]

Marfat.com

ریشی تعلیم و تدریس کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ حالانکہ اس طرح سے بھی وہ اپنے مسلک کی تبلیغ و تشہیر کرتے تھے۔ [illegible] وہ خانقاہیں تعمیر کرتے تھے [illegible] "زیارت" کہا جاتا تھا۔

ریشی مذہبی اجارہ دار طبقہ کے خلاف [illegible] پیکار رہتے تھے۔ [illegible] شیخ العالم کو اپنے وقت کے علاوہ [illegible] جن کڑی آزمائشوں [illegible] ڈالا تھا اس سے بچ نکلنا غیر معمولی روحانی اور اخلاقی قوت کے بغیر قطعاً ممکن نہ تھا۔ [illegible] جسمانی اور ذہنی [illegible] پہنچائی گئیں وہاں اُن کے زہد و تقویٰ [illegible] اپنے وقت کی سب سے [illegible] دوشیزہ "یاون مژ" کو بھیجا گیا تھا لیکن شیخ پاک کی نظر کیمیا سے اُس لڑکی کی تقدیر ہی پلٹ گئی اور وہ ایک عارفہ بن گئی۔

حضرت علمدار کشمیر نے اس طرح [illegible] لوگوں کی تقدیر بھی سنوار دی۔ اُن کی نظر عنایت اور فیض [illegible] لوگ نور ایمان سے منور ہو گئے۔ کافی تو کے مثلاً [illegible] پا گئے اور بے شمار بھٹکے ہوئے راہ پا گئے۔ یہی وجہ ہے کہ بمہ ساد اُن کے فیض سے بابا بام الدین بن گئے۔ زیا سنگھ بابا زین الدین، الدی رینہ بابا [illegible] اور [illegible] بابا قطب الدین بن گئے۔ [illegible] وہ ایک [illegible] تھے جس کی [illegible] سے اندھیرے منور ہو گئے۔ اُن کے دم قدم سے ایسی جگہوں پر اُجالا ہوا جہاں ظلمتوں نے اپنا ڈیرہ ڈالا تھا۔ [illegible] عوامی مقبولیت کے پیش نظر کوئی بھی سلطان اُنہیں آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ [illegible] ریشیت کا مسلک لوگوں کی اصلاح [illegible] کے ساتھ سلاطین کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہو رہا تھا۔ اسی لئے نہ صرف سلاطین کشمیر میں عظیم سلطان زین العابدین کو اُن سے عقیدت تھی بلکہ ان کے بعد بھی کشمیری اور غیر کشمیری حکمران اُن کی عزت کرتے رہے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سلطان زین العابدین جیسے حکمران حضرت شیخ کی تجہیز و تکفین

شیر جدید اقوال صفحہ ۹۰

Marfat.com

میں خود شامل ہوئے تھے بلکہ انہوں نے ہی ان کے مقبرہ کی تعمیر نہایت اہتمام بالشان طریقے سے کرائی تھی جس کی مرمت اور تجدید عطاء اللہ خان نے اپنے عہد میں کروائی۔

یہاں کے لوگوں میں اعتماد اور بھروسہ پیدا کرنے کے لئے اور اپنے اقتدار کو مستحکم بنانے کے لئے حکمرانوں نے رشیوں کے ساتھ اپنی عقیدت کا عہد میں اظہار کیا ہے۔ ایک مشہور پٹھان گورنر عطاء اللہ خان نے ان کے ساتھ اپنی عقیدت کے ثبوت کے طور پر ۱۸۰۹ء میں شیخ العالم[2] کے نام پر سکہ رائج کیا تھا جس کی عبارت یہ تھی ؎

سکہ شد روشن ز شاہ نور الدین
رائج از فیض قطب العالمین

گو کہ رشی حکمرانوں کے دربار میں حاضری دینا کبھی بھی پسند نہیں کرتے تھے وہ ریاستوں سے دور رہ کر نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے وہ نفس کشی اور رب العالمین [illegible]

[illegible]

کے عہد میں [illegible]

میرا پورا اعتقاد ہے کہ سلطان زین العابدین [illegible]

اور تاریخ [illegible]

کی وجہ سے ہے۔ وہ ان کی اخوت و رواداری [illegible] کشمیر کے شعبوں پوری دیانت داری کے ساتھ رہتے تھے۔ اس طرح سے وہ رشیوں کے کلی پیرو اور [illegible] معتقد تھے۔ [illegible] روپے [illegible] کو چھوڑ کر باقی سبھی رشیوں [illegible]

پیغام کو اپنے [illegible]

[illegible]

[1] [illegible]

[2] [illegible]

Marfat.com

رشیوں کا پیغام وصل کا تھا فصل کا نہیں محبت کا تھا نفرت کا نہیں۔ وہ اپنے قول و فعل سے مولانا روم مرحوم کے اس اصول کے حامی تھے۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

ان کے نزدیک تمام بنی نوع انسان ایک ہی امت کے افراد تھے۔ رنگ، نسل، ملک، ذات، جنس یا عقیدہ کا اختلاف انکے سامنے بنیادی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ ہر اختلاف کو برداشت کرنے کے قائل تھے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس)

(لوگ دراصل ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہو گئے)

یہ صحیح ہے کہ مختلف راستوں میں سے صرف ایک ہی راستہ سیدھا ہو سکتا ہے اور یہی اسلام کا راستہ یعنی صراط مستقیم ہے۔ اس پر گامزن ہونے کے لئے لوگوں کو حکمت و دانائی سے بلایا جانا چاہیئے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل ۱۶)

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے مباحثہ کرو)

رشیت اس حکمت و دانائی کی وہ صورت تھی جس نے اسلام کو کشمیر میں مقبول بنا دیا اور یہاں کے لوگوں کو اس کا گرویدہ۔ یہ مقصود بالذات نہیں تھی۔ بلکہ حصول مقصد کے لئے ایک ذریعہ اور وہ عظیم مقصد اسلام کے اعلیٰ نصب العین کے تحت زندگی گزارنا اور دنیا میں امن و شانتی پھیلانا تھا۔

اس لئے رشی حضرات نفس کی صفائی و پاکیزگی پر زور دیتے تھے اور اس

Marfat.com

خود بھی سختی سے کاربند تھے قرآن مقدس گواہ ہے۔

بے شک جس نے نفس کو صاف کیا۔ کامیاب رہا اور جس نے اس کو میلا کیا ناکام رہا۔

(قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ الآیہ)

ان ہی کامیاب و کامران لوگوں میں سے کشمیر کے پاک طینت و پاک باز رشی حضرات تھے۔

شیخ العالم کے کلام کی تفہیم و تحسین اور اس کی قدر و قیمت کو متعین کرنے کے لئے معنوی سطح پر تلاش ذات یا شعور ذات کے عمل کی پردہ کشائی و پیچ بھی ہے اور مفید بھی۔ ان کے کلام کو عام طور پر پند و نصائح کا دفتر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے یہاں ایسے اشعار بھی ہیں جو شاعری کی زندہ مثالیں ہیں۔ ان میں داخلی زندگی کی اجنبیت، حیرانی اور بے کرانی کا احساس ملتا ہے۔ یہ احساس اپنی تجسس خیزی سے جمالیاتی فضا کو قائم کرتا ہے۔ یہ اشعار بلاشبہ ان کے شعری شعور کی برقی تابی کے مظہر ہیں۔

ڈاکٹر حامدی کاشمیری

Marfat.com

⊙ امر ناتھ دہلوی

ریشیت اور وشنو تحریک

ریشیت اور وشنو تحریک کی مماثلت کو سمجھنے کے لئے دونوں کے پس منظر کا ایک سرسری جائزہ ضروری ہے۔

مقدس ویدوں کی تخلیق اُن لوگوں نے کی ہے جنہوں نے عمل و عرفان کے ارتقائی مدارج طے کرتے ہوئے آخر پر ہمالیہ کے گھنے لیکن روح پرور جنگلوں کو اپنا مسکن بنایا۔ یہ لوگ جب وجدان کی حد سے گذر کر الہام کے حدود میں پہنچے تو ان پر گویا کہ وید نازل ہوئے۔ ہندوستانی تمدن کی روحانی روایات کے ان علمبرداروں کو وید نے ریشی کہکر پکارا۔ اتنا ہی نہیں منوسمرتی کے مطابق ابتدائے آفرینش میں بھی برہما نے سب سے پہلے ریشیوں کی تخلیق کی۔ ان آدی (ابتدائی) ریشیوں میں کچھ کے نام یہ ہیں۔ مریچی، اتری، رنگرا، پولستہ، پولاہ، کرتو، پرچتا، وششٹھ، بھرگو، نارد وغیرہ۔ ان ہی ریشیوں نے جنہیں برہمہ ریشی بھی کہا جاتا ہے۔ زمانہ سلف میں منو کے مطابق وید کی تعلیمات سے چار دانگ عالم میں روشنی پھیلائی۔ گویا ریشی یا ریشیت کا تصور وید اور منوسمرتی کے مطابق اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ نسل آدم۔ وید کے مطابق جاننے اور سمجھنے کے قابل صرف وید ہے اور لفظ "وید" کا لغوی مفہوم بھی "جاننے کے قابل" ہے۔ منو ریشی یگنہ دمک اور راج ریشی جنک تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ برہم کو جاننا ہی انسان کا سب سے بڑا مقصد ہے اور جو طریقہ اس

Marfat.com

[illegible] یا انسان کی رہنمائی کرے وہ ویدے۔ اسی لئے ویدکو "برہم ودیا" یعنی وہ علم جس سے خدا کو جانا جا سکے۔ ویدک قواعد کی رو سے "رشی" "آرشہ" سے بنا ہے اور "آرشہ" کا مطلب ہے [illegible] جو برہم کو جانتا ہے اس لئے رشی اس آدمی کو کہتے ہیں جو اس نور ازلی کا کچھ نہ کچھ ادراک رکھتا ہو جو "دکرتی" اور "پرکرتی" یعنی تغیر اور غیر تغیر سے بالکل پرے ہے۔ سادہ الفاظ میں رشیت اسی طور طریقے کا نام ہے جو کسی ایسے ہی رشی نے اپنایا ہو۔ وید، اپنشد، سنو سمرتی، پھوشاستر یا گیتا میں سے کوئی بھی گرنتھ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ رشی قنوطی اور فرار پسند ہو سکتا ہے۔[1] چار آشرم فرار کی طرف نہیں بلکہ عمل کے ارتقائی مدارج کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور عمل کو ارتقا ابتدائی رشیت کا سب سے بڑا رومانی عنصر ہے جو مدھ شرے میں جلایا تا ہے۔

اگرچہ رشی اور رشیت کا تصور ہندوستان میں زمانہ قدیم سے اب تک برابر موجود رہا ہے۔ لیکن شنکر آچاریہ تک اس سے کوئی تحریک نہ بن سکی۔ تحریک میں فلسفیانہ و روحانی تصورات کے ساتھ ساتھ سماجی، سیاسی اور اقتصادی عناصر کی کارفرمائی بھی ہوتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم رشیوں نے زیادہ زور روحانیت پر دیا اور اسکے لئے فلسفیانہ بنیادیں فراہم کیں۔ زندگی کے باقی پہلو ان کے لئے زیادہ اہم نہ تھے۔ شاید اسلئے کہ قرون وسطیٰ تک زندگی [illegible]

[illegible] شنکر آچاریہ نے رشیوں کا سلسلہ ہی بلکہ ملک کے چار طرف میں چار مرکز بھی قائم کئے [illegible] طور طریقہ اختیار کر لیا اور شیخ الاسلام تک کشمیری رشیت کو محض [illegible] لیکن جونہی وہ قدرتوں نے [illegible] رشی تحریک کی نیو شعوری [illegible]

[illegible]

Marfat.com

اپنشدوں کا دور آریوں کے توحید پسندکرنے کا دور ہے۔ اپنشدوں کی تخلیق کرنے والے بھی رشی ہی کہلاتے ہیں۔ اپنشدوں کے ظہور کے سلسلے میں ایک محقق لکھتا ہے۔ "یگیوں میں جانور بھی مارے جاتے تھے۔ اس لئے اگنیہ بہت ہی گھٹیا مانے جانے لگے۔ یہ بات رشیوں کو نہیں جچنے لگی اور وہ سوچنے لگے کہ دھرم کو گھٹیا روپ ہٹنا چاہیئے اور آدمی کو اس سے اوپر اٹھ کر کسی اونچے دھرم کی تلاش کرنی چاہیئے"[1] ہر دور میں صاف و خصوصی سمجھنے والے عناصر نے مذہب کی سیدھی سادھی سچائیوں کو اس طرح پیچیدہ بنا کر پیش کیا کہ بقول اقبال قرآن پر تزند کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ برہمنوں نے چند صدیوں کے بعد ویدک دھرم کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ لوگ اس سے بوریت سی محسوس کرنے لگی اور اس کا ردعمل اپنشدوں کے طور پر ظاہر ہوا۔ اصولی طور پر اپنشد تخلیق کرنے والے رشیوں نے ویدوں کی برتری اور حرمت تسلیم کر لی اور اپنے ظہور پر ویدوں کا عطر فلسفیانہ نظر اپنشدوں میں پیش کیا لیکن اپنشدوں کا دور تاریخی اعتبار سے برہمنوں اور کھتریوں کی کشمکش کا دور ہے۔ کھتریوں نے اپنشدوں کا ساتھ دیا کیونکہ ان کی تعلیم رسومات اور کسی ایک شخص یا ایک جماعت کی اجارہ داری کے خلاف تھی۔ اپنشدوں نے مابعد کے ہر فلسفہ کو متاثر کیا۔ یہ ویدوں اور اپنشدوں کی عظمت ہے کہ متضاد خیالات رکھنے والے لوگوں نے اپنے نکتہ نظر سے ان کی تفسیر کر کے انہیں اپنے لئے سند کے طور پر پیش کیا لیکن یہ آج بھی اتنے ہی جسیم ہیں جتنے کہ آج سے چار پانچ ہزار برس پہلے۔

اپنشد کائنات کی بنیادی وحدت پر زور دیتے ہیں اور اسے دلائل سے ثابت بھی کرتے ہیں۔ یہاں کائنات، خدا، فطرت اور انسانی روح کے بارے میں فلسفیانہ بحث ہے۔ یہاں علم "پرا" حقیقی اور "اپرا" غیر حقیقی میں بٹا ہوا ہے۔ شعور کی پاکیزہ حالت کا نام ہی برہم ہے۔ اپنشدوں کے دساواکیہ یعنی اقوال عظیم میں "ایم آتما برہم"[2] "تت تم اسے"[3] "اہم برہم اسے"[4] ہیں۔

[1] رام داری سنگھ دنکر "سنسکرت کے چار ادھیائے" ص ۹۱ [2] "میری آتما ہی برہم ہے" [3] [illegible] [4] "میں ہی برہم ہوں" برہدارنیک [illegible]

Marfat.com

اپنشد انسان کی تین حالتوں یعنی بیداری، نیند اور خواب کی نفسیاتی اور فلسفیانہ تفسیر و تاویل کے بعد انسان کے شعور کی چوتھی حالت "ثریا" کو ثابت کرتا ہے۔ شعور کی حالت پاکیزہ، ابدی اور احدی ہے۔ اپنشد کثرت میں وحدت کا قائل ہے اور انسان کے پانچ کوشوں (پردوں) کا ذکر کرتا ہے جن میں انسان کا حقیقی نور چھپا ہوتا ہے۔

(و)

وشنویوں کی سب سے اہم کتاب بھاگوت ہے اور وشنومت کو بھاگوت مت بھی کہا گیا ہے۔ رامانج اور مادھو آچاریہ جو وشنو ازم کے بھاگوت کے فلسفے کے بعد سب سے بڑے فلسفی ہیں بھاگوت کو صحیفۂ آسمانی تصور کرتے ہیں حالانکہ مادھو کا رجحان کرشن سے زیادہ رام کی طرف ہے۔ زندگی اور فلسفے کا ہندو دھرم میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ ہندوؤں میں فلسفہ زندگی کے تحیر، تجسس اور تجربے سے تشکیل پاتا ہے۔ تاریخ ہو یا فزیا [illegible] سماجی [illegible] ہر ایک [illegible] تفسیر [illegible] پر پیچ موڑ کا تجربہ تصور کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کے پران اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ بھاگوت رفعت کی عظمت اور عظمت کا [illegible] [illegible] ایسا ہی کہا گیا ہے کہ بھاگوت پھر ان حکایت و کہانی کے پردے میں برہم سوتر کی تفسیر کی تمثیل ہے جو خود بدرانتا کی تخلیق ہے۔ یہی بھاگوت وشنویوں کو فلسفیانہ بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ بھاگوت میں ویدوں اور اپنشدوں [illegible]

[illegible]

Marfat.com

بھاگوت کے مطابق اس کائنات کی بنیادی اور حتمی حقیقت حرکی روحانیت ہے۔ جس کی نمو کے مختلف درجے ہیں۔ اس فلسفے کے مطابق جب تک تمام زندگی کا پس منظر روحانی ماہیت کا قرار نہ دیا جائے تب تک زندگی کی تشکیل جدید روحانیت کے حرکی اصول کے مطابق نہیں ہو سکتی ہے۔ اس فلسفے میں بھی برہم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ دوئی کا کوئی خیال دنیا کی تعمیر اور ارتقا سے مناسبت نہیں رکھتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وشنو رت شنکر آچاریہ کیطرح ادویت (ہمہ اوست) کا قائل ہے۔ رامانج اور خاص کر مادھو دوبھ آچاریہ صاف الفاظ میں اس کی تردید کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بحث آگے ہوگی۔

وشنوی مفکر "سپرٹ" کو حرکی نوعیت کا سمجھتے ہیں اس لئے اس کی نمو "EXPRESSION" ضروری بن جاتی ہے۔ کائنات سے اس نمو کے الہام کو ہی وشنو مفکر تاریخ کہتے ہیں۔ یہ الہام دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ پرکرتی اور انسانی روح کی وساطت سے۔ اگر زندگی 'من اور پکرتی' میں حرکت ہے تو اس میں ان کا کوئی اپنا حصہ نہیں بلکہ ایسا روح ازلی "SUPREME SPIRIT" کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے۔ ان کے حرکات میں اگر کوئی مفہوم 'مقصد یا نمو ہے۔ تو وہ محض پہلے قسم کے الہام کی بدولت ہے۔ اس الہام کی بدولت کائنات 'جمادات' 'نباتات' 'حیوانات' انسان اور انسان کا معاشرہ تشکیل پاتے ہیں۔ لیکن یہاں غیر شعوری مادہ قدم قدم پر انسان کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہے اور یہاں پر ہی روح کے الہام کی ضرورت پیش آتی ہے۔ روحانی الہام نہ صرف انسان پر فطرت کے راز منکشف کرتا ہے۔ بلکہ یہی اسے حسن، صداقت اور صداقت کی طرف لے جاتا ہے۔

وشنویوں کے مطابق شکتی "POWER" کا عنصر پہلے یعنی پرکرتی کے الہام سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ شکتی کائنات کی تعمیر اور اس کے نظم و نسق کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ جہاں روح [illegible]

Marfat.com

مُطابق قدیم ہے) پیدا ہوتی ہے وہاں اُسے طاقت کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ چوں کہ رُکاوٹ صرف غیر ہمواری میں ہوتی ہے اس لئے طاقت کی ضرورت صرف الہام کے اس کشف یعنی فطری سطح پر ہوتی ہے۔ ارواح میں تناسب، ہم آہنگی، توازن اور یکسانیت ہے اس لئے الہام کی لطیف یعنی روحانی سطح پر طاقت کے عنصر کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ تفکر کے اسی رُخ نے وشنویوں کو اہنسا کی طرف راغب کیا۔

روحِ ازلی اپنی بنیادی حالت میں پریم، حسن، شعور اور آنند یعنی ابدی مسرت ہے۔ کیونکہ اس میں نمو ہے۔ اس لئے یہ شعور ہے۔ کیونکہ اس کی نمو میں آہنگ اور توازن ہے اس لئے یہ حسن ہے۔ کیونکہ یہ انسانی روح کو اپنی اور کھینچتی ہے۔ اس لئے یہ پریم ہے۔ کیونکہ یہ سدا تغیر کے بغیر رہتی ہے۔ اس لئے یہ آنند ہے۔

وشنومت روحانی سکوت کے بجائے روحانی حرکت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اس سلسلہ کے فلسفیوں کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ جیو آتما کا ہمیشہ روحانی ارتقا ہی ہو۔ اس فلسفے کو روحانی ارتقا سے روحانی حرکیت بھاتی ہے۔ روحانی حرکیت میں عارف کو دو عبارتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ ہیں مفارقت اور قربت۔ دونوں ملکر سالک کے لئے اس حال "PHENO-MENON" کا تعین کرتے ہیں جسے وشنو آچاریہ "لیلا" کہتے ہیں۔ قربت کا نتیجہ زندگی، ہم آہنگی، سکون اور روحانی سرگم ہے اور مفارقت کا زندگی اور موت، سکون اور تناؤ، ہم آہنگی اور بے ربطی ہوتا ہے۔ وشنو مفکر کسی حد تک جدلیاتی بنیادوں پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کائنات میں ہمیشہ مادی اور روحانی عناصر برسرپیکار ہوتے ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان زندگی کی کائناتی نمو سے اپنے روحانی مسلک میں آگے جائے جہاں خالص عرفان سے اس کے ضمیر اور وجود کو جلا مل سکے۔

یہ فلسفہ بنیادی طور پر لکھتی کا فلسفہ ہے جس پر وشنو تحریک کا سب سے زیادہ زور ہے۔ اس مت کے مطابق گیان اور یوگ کے ابتدائی مقامات سے گذر کر انسان

Marfat.com

بھگتی سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ برہم سب اوصاف سے زیادہ آگے ہے۔ برہم کی اس حالت کے ایک رُخ کا نام نور ہے جو آتما اس حالت کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی یہاں تک [illegible] ہے۔ بھگتی سے انسانی روح [illegible] ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس [illegible] کامل ادا [illegible] ہے لیکن یہ لامکان کی حدیں چھو نہیں سکتا ہے۔ کسی کا سہارا رہنا مطلب ہے۔ عشق کی راہ میں سالک کی ایسی خود سپردگی ہو جائے۔ پرفیسر ایم ایس سرکار کے الفاظ میں

"THE BRIDE OF THE SOUL MUST BE PATIENTLY WAITING BEFORE THE DIVINE BRIDEGROOM CAN VISIT HER —— BUT THE LIGHT OF THE FAITH SHOULD BE EVER BURNING IN HER TO WELCOME THE DIVINE CONSORT IN HER HEART OF HEARTS AND TO BE UNITED WITH HIM IN HIS CONSOLING AND ALL ABSORBING EMBRACE."

یہاں بھگتی نہ صرف سالک ایک اٹھ ذہنی مانا جاتا ہے۔ بلکہ آتما کا ملن آتما سے ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ العالم اپنے آپ کو "داس" سمجھتے ہیں۔

چونکہ وشنو تحریک بنیادی طور پر بھگتی کی تحریک ہے اس لئے یہاں اپنشدوں کے اثر سے ذات پات کے کٹر رسوم نہیں۔ جو جتنا اونچا بھگت ہے اس کی ذات اتنی ہی اونچی ہے۔ عام آدمی کے لئے اس تحریک میں برہم کا فلسفیانہ تصور ایشور اور بھگوان کا روزمرہ کا تصور بن جاتا ہے۔ چونکہ انسانی تصورات ہمیشہ اضافی ہوتے ہیں۔ اس لئے بھگتی کے مقامات پر کسی کا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں۔ ایشور کے اس تصور کو بنیادی سطح پر اور زیادہ عملی بنانے کے لئے وشنو تحریک نے "ایشٹ دیو" یعنی "PERSONAL GOD" کا تصور دیا۔

---

[1] ایسٹرن لائٹس ص ۶۴

Marfat.com

اِس "ایشٹ دیو" کو پردۂ مجاز میں حُسن کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا گیا۔ اس کی بھگتی کے لئے انسان اِس سے اپنی پسند اور اپنے معیار کے مطابق کوئی بھی رشتہ لا سکتا ہے۔ لیکن شرط صرف اتنی ہے کہ یہ بھگتی محض بھگتی کیلئے ہو۔ یہاں بھگت کو [illegible] اوپر ہونا چاہئے۔ اس "ایشٹ دیو" کے عشق میں ایک لمحہ ایسا بھی [illegible] کی خواہش بھی نہیں رہتی ہے۔ جب اُس کے لئے ماضی، حال اور مستقبل کے تمام اضافی تصورات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ لامکان کے لمحہ جاوداں [illegible] نالہ گیر ہوتا ہے:-

"I DO NOT WANT WEALTH; NOR EVEN HEALTH; I DO NOT WANT BEAUTY; I DO NOT WANT INTELLECT! LET ME BE BORN AGAIN AND AGAIN; AMID ALL THE FIRE THAT WE IN THE WORLD, I WILL NOT COMPLAIN BUT LET ME LOVE THEE AND THAT FOR LOVE'S SAKE."

یہی وجہ ہے کہ وشنو مت اوتار کے تصور کا شدت سے [illegible] ہے۔ عملی سے اوتار اور پیغمبر کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر اگرچہ دونوں کے [illegible] ہوتا ہے لیکن دونوں الہیات کے مختلف درجوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پیغمبر تقاضائی [illegible] "آتمک اوتار" (DIVINE DECENT) سے تعلق رکھتا ہے۔ پیغمبر کیلئے [illegible] ہے لیکن اوتار زمانے کی تین حالتوں کی پوری آگہی رکھتا ہے۔ جب لامحدود [illegible] سے محدود بن جاتا ہے تو اُسے اوتار کہتے ہیں۔ [illegible] لامحدود اپنی مرضی ہی سے سہی کبھی بھی اپنے [illegible] محدود میں بن سکتا ہے۔ اس سروپ کا ذرا سا حصہ [illegible]

Marfat.com

نظریئے کے مطابق پدسرام سات، شری رام چودہ اور بھگوان کرشن سولہ کلا اوتار مانے گئے ہیں۔ بدھ اور مہاویر بنیادی طور پر پیغمبر ہیں۔ اشوگھوش، شنکر آچاریہ اور رامانج نے محض ثقافتی روایت کی مجبوریوں کے تحت بدھ اور ارہٹ کو اوتاروں میں شمار کرنے پر زور دیا۔ اسی لئے اُن کی کلاؤں (نور ازلی کے انش) کا کہیں ذکر نہیں۔ وشنو تحریک سے وابستہ مفکر اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اوتار ایشور یا وشنو کے بجائے کسی روحانی عنصر کا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا scope محدود ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نے اسی سطح پر کل کو اوتار قرار دیا ہے۔ اوتار اور پیغمبر میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ اوتار عالم انسانیت کی تعمیری، ترکیبی اور اخلاقی اور آفاقی قدروں کی تربیت اور احیاء تمام انسانوں کے لئے کرتا ہے جبکہ پیغمبران قدروں کے ساتھ کچھ نئی سیاسی، اقتصادی اور سماجی قدروں کا تعین کر کے اپنے پیروکاروں کی تنظیم نئے حالات کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔

ایک اوتار ظہور پا کر کئی تہذیبوں کی کئی دوروں تک رہنمائی کر سکتا ہے۔ اوتار کے ظہور کا مقصد بھگوت گیتا میں صاف طور پر بیان ہوا ہے جو وشنویوں کی ایک خاص الخاص اور دیگر ہندوؤں کی ایک اہم ترین مقدس کتاب ہے۔ ع

دھرم[1] کا سورج جب چھپتا ہے گہری غار میں
پھیلتی ہیں پاپ کی تاریکیاں سنسار میں

---

[1] دھرم کو مذہب ماننا غلطی ہے۔ دھرم کا لفظی مطلب ہے وشواس۔ شنکر آچاریہ اس لفظ کی تشریح یوں کرتے ہیں "جس میں دنیا قائم ہے اور جس سے دنیا کی پرورش اور آرائش ہوتی ہے"۔ مذہب کے لئے سنسکرت میں "سمپردائے" "مت" اور "پنتھ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی معقول آدمی "ہندو دھرم" کو مذہب ماننے سے صاف انکار کر سکتا ہے۔

Marfat.com

خون ہوتا ہے عدل کا راجسی دربار میں
قیمتیں بڑھتی ہیں بدمعاشوں کی ہر بازار میں
جسمِ انسانی میں آکر پھر جنم لیتا ہوں میں
پاپ کا نقشہ جہاں سے پھر مٹا دیتا ہوں میں

اوتار کے تصور میں الہام کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اس لئے اوتار کی کارکردگی میں ہمیں پرکرتی اور پرش (یعنی الہامِ فطرت و الہامِ روح) دونوں قسم کا طریقہ کار ملتا ہے۔ لیکن اوتار کے ظہور کیلئے ان حالات کی موافقت ضروری ہے جنکا ذکر گیتا کے شلوکوں میں کیا گیا ہے۔ پروفیسر سرکار لکھتے ہیں:- "RARE ARE THE VISITATIONS FROM THE DIVINE. THE SPIRITUAL KINGDOM ON EARTH CAN ONLY BE ESTABLISHED WHEN THE FORCES ARE RESPONSIVE TO THE FINEST URGES OF LIFE, THE DIVINE IN ITS BEAUTY, WITH ALL ITS POWERS AND LOVE, CAN INTERVENE IN THE COSMIC REGULATIONS."

وشنویوں کیلئے حسن ایک بہترین تصور ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ حسن زندگی کا قلب ہے۔ جس کی روح اظہار ہے لیکن یہ اظہار ہمیشہ ایک تجربے کی صورت میں ہوتا ہے حالانکہ اس میں فطرت یا مادہ کا کوئی لمس نہیں ہوتا۔ حسن نہ جسمانی ہے نہ فطری نہ نفسیاتی مگر اس میں [illegible] فوق ذہنی (SUPRA MENTAL) ہے۔ اور اس کا بنیادی تعلق زندگی کی حرکیت سے ہے۔ حسن کی سب سے بڑی خاصیت جیو آتما کو کیائی و مہرائی عطا کرنا ہے اور یہ روح مادہ کے لمس سے آزاد کرے کسی اور سنگ میل کی آنکھ بخشتا ہے جہاں انسانی روح کی تکمیل پر کرتی ہے [illegible] ایک [illegible] سے ہوتی ہے جہاں [illegible]

Marfat.com

یعنی حواس کے بوجھ سے آزاد ہوتی ہے۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ ایسے خیالات رکھتے ہوئے بھی وشنوی فرقہ کے لوگ سمجھتے ہیں کہ حسن میں بھی حرکیت اور "CONCRETENESS" ہونی چاہئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جمالیاتی غور و فکر انسانی ذہن کو ارادے سے چھٹکارا دلا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ بنیادی طور پر حسن کو روح کی دائمی کشش تصور کر کے سمجھتے ہیں کہ حسن کی تجلیوں میں گم ہو کر انسان کی روح کو حواس و محسوسات، علم اور من سے چھٹکارا ملتا ہے اور یہاں اسے صرف اپنی بھگتی (عشق) کا احساس رہتا ہے۔ وشنوی آچاریہ حسن سے تحریک پانے کیلئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ کم از کم پہلے درجے پر حسن کسی مقرون شے کی وساطت سے اپنی تحریک دے کیوں کہ مجرد حسن اس میں چاہے کتنی بھی رفعت اور عظمت کیوں نہ ہو، سالک کو کوئی ایسا تہیج نہیں دے سکتا ہے جو اس کے جنون عشق کو دو آتشہ کی طرح تیز تر کر دے۔ شاید اسی لئے علامہ نے "حقیقت منتظر" کو "لباس مجاز" میں آنے کی التجا کی تھی۔ اس طرح حسن سے محفوظ ہونے کے دو رخ ہیں ایک شعوری مسرت، دوسرا رخ وہ جمالیاتی مستی ہے جو جیو آتما کو حسن کی وحدانیت سے ہمکنار کر دیتی ہے لیکن یہ ہمکنار ہونا کھونا نہیں بلکہ حسن کا حقیقی ادراک اور اس کے تئیں خادمانہ رویہ ہے۔ ایک محقق نے ایم۔ جود کروس اور شوپن ہاور کے جمالیاتی تصورات پر تنقید کرتے ہوئے وشنوی تحریک میں حسن کے تصورات کے بارے میں لکھا ہے:

" BUT THE VAISNAVAS ENJOY A SUITABLE ATTRACTION, WHICH GIVES CALM AND POISE IN THE ENJOYMENT OF THE BEAUTIFUL. IT TRANSCENDS THE LIMITATIONS OF LIFE IN ITS ACTUALITIES. BEAUTY HAS ALSO FINER TOUCHES UPON FEELING, WHICH MAKE THE LIFE MOVE IN FINE RHYTHYM AND DIVINE HALMONY WILL IN

Marfat.com

THIS HEIGHT IS NOT THE WILL IN THE ORDINARY SENSE OF THE TERM. IT IS THE INTENSE ATTRACTION, THE TENDENCY TO BE UNITED WITH THE LOVED. BUT THE UNITA IS NOT DISSIPATION, BUT A CONSCIOUS APPRECIATION, ADMIRATION, ENJOYMENT AND SERVICE. LIFE UNFOLDS THROUGH ALL ASPECTS OF ITS YEARNING FOR THE DIVINE, AND IF THE AESTHETIC ENJOYMENT TEMPS THE WILL SUSPENDED FOR THE MOVEMENT, IT IS REINFORCED BY THE DESIRE TO MOVE IN DIVINE OSCILLATION. LIFE THEN BECOMES QUICK FRESH, INSPIRED AND EXPERIENCE VARIED SWIFT AND INFINITE.

(لب)

یوں تو وشنو کا ذکر رگ وید میں بھی ملتا ہے لیکن وہاں اس کی پرستش یا اس سے کسی مخصوص فرقے سے منسوب ہونے کا ذکر نہیں۔ وشنو بنیادی طور پر برہم کی پرورش [illegible] کی علامت کا نام ہے۔ ہندو تثلیث "TRINITY" [illegible] ہیت نے [illegible] وشنو [illegible] ہے یا [illegible] ان کے مطابق تثلیث اس کائنات کی [illegible] ہے ——— مثلاً

Marfat.com

(ا)	انسانی فطرت کی تین اقسام	:- ستوگن	رجوگن	تموگن
(ب)	کائنات کے تین کرے	:- کرۂ سوگن	کرۂ رجوگن	کرۂ تموگن
(ج)	دنیا کے تین حصے	:- آسمان	فضا	زمین
(د)	برہم کے تین اوصاف	:- صفت قیام	صفت آفرینش	صفت فنا
(ر)	برہم کی تین علامتیں	:- وشنو	برہما	شو

وشنو کی پوجا کی بنیادیں بھگوت گیتا کے "وراٹ سروپ" میں ہیں۔ اس "وراٹ سروپ" کو مدنظر رکھ کر یادوؤں نے واسدیو کی بھگتی شروع کی۔ رام کرشن بھنڈارکر کے مطابق "وشنو کی پوجا ۶۰۰ ق م سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی[۱]۔ جبکہ اس مت کے سنہری ارتقاء کا دور قرون وسطیٰ کا وہ زمانہ ہے جب رامانج اور مادھو آچاریہ نے اس کی تبلیغ کی۔

وشنو مت نے کچھ عرصہ تک ویدوں کے کرم کانڈ کو جاری رکھا لیکن بعد میں اہنسا کی وجہ سے جس کی فلسفیانہ بنیادیں اس میں بودھوں سے پہلے تھیں لیکن جس نے گوتم بدھ کے عروج سے زیادہ زور پکڑا اس مت نے کرم کانڈ چھوڑ کر اپنی الگ راہ نکالی۔ اس مت نے چوبیس[۲۴] اوتار تسلیم کئے شاید یہ تقسیم بھی بودھوں کے چوبیس[۲۴] بدھوں یا جینیوں کے چوبیس[۲۴] تیرتھنکروں کی بنیاد پر کی گئی ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ سب وشنو کے اوتار ہیں۔ ان میں کچھ کو فائق تسلیم کیا گیا جن میں متسہ، کورم، براہ، نرسنگھ، درمن، پرسرام، رام، کرشن اور مستقبل سے تعلق رکھنے والا کلنکی شامل ہیں۔

وشنو مت والے "اگم" پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اگرچہ پھل، پھول اور پانی سے پوجا کی اہمیت کو گیتا میں واضح کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں اگم کا طریقہ کار غیر آریائی ہے۔ ذکر لکھتے ہیں۔ "ہندوؤں کے ہاں مذہبی کتابوں اور خیالوں کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ وید سے متعلق ہے جو یگیوں پر زیادہ زور دیتا ہے۔ دوسرا حصہ اگم ہے جس میں بھکتی یوگ اور تنتر کے

---

[۱] وشنوازم اینڈ شوازم ص ۱۵

Marfat.com

موضوع شامل ہیں۔ پہلا حصہ [illegible] اگر خیال [illegible] گرنتھ [illegible]
جنکی جڑیں ویدوں سے پہلے تک پہنچتی ہیں ۔۔۔ ویدوں کے بعد جب پران بننے لگے تو ان کی داستانیں
میں وہ سب کہانیاں آ جاتی ہیں جو غیر آریائی نسلوں میں پہلے سے [illegible]

گیارہویں اور بارہویں صدی میں [illegible] رامانج
اور مادھو آچاریہ۔ اگرچہ ایک کا نظریہ وششٹ ادویت واد اور دوسرے کا خالص دویت واد تھا لیکن
دونوں وشنو اتحریک کے سب سے بڑے ہمبردار مانے جاتے ہیں۔

رامانج اور مادھو آچاریہ کے فلسفیانہ رجحانات سمجھنے کیلئے شنکر آچاریہ کے ادویت واد
(ہمہ اوست) کا سرسری جائزہ ضروری ہے۔ ویدانت کا [illegible] شنکر کے
مطابق روح، خدا اور ماسواہ میں دوئی بالکل نہیں ہے۔ نیائے اور وششٹک شاستروں نے برہم (خدا)
جیو (روح) اور پرکرتی (فطرت) تینوں کو ابدی ETERNAL مانا [illegible] برہم کو خالق ٹھہرایا
سانکھیہ نے صرف برہم اور پرکرتی کو ہی قدیم اور ازلی [illegible] ایک ہی علت جو
برہم کو تسلیم کیا۔ اسے ادویت واد (ہمہ اوست) کہتے ہیں۔ شنکر [illegible] برہم ہی کائنات سے
علت اور معلول ہے۔ برہم کا ہی سب اشیاء [illegible]
ہے۔ کائنات برہم کی فرضی صورت ہے [illegible]
مغالطہ میں پڑ کر ہم اس دنیا کا گمان کرتے ہیں۔ یہ عالم نہ تو برہم کی حقیقی صورت ہے اور نہ اس کا
فعل یا معلول ہی۔ مایا کے باعث ہمیں برہم کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں [illegible]
سے جیو بنتا ہے اور گیان سے مایا کا پردہ اٹھ [illegible]
وششٹ ادویت واد سے ہوتی [illegible]
دونوں کی ضرورت ہے۔ رامانج اور [illegible]
بنیادی اور واحد حقیقت ہے۔ اس کی [illegible]
ڈھیر سے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں اٹھتی ہیں [illegible]

Marfat.com

اور آگ کا وہی سروپ رکھتی ہے جو اس میں اس وقت تھا جب وہ ڈھیر کا ایک جز تھی اور اگر اس کا یہ سروپ مایا کی گرہیں الجھ کر دب نہ جائے تو وہ اسی حالت میں ڈھیر میں واپس آسکتی ہے اور الگ رہتے ہوئے اگر چنگاری کا شعور پاکیزہ رہے یعنی اسے یہ احساس ہو کہ جز میں کل ہے تو وہ "اہم برہم اسمے" کے درجے پر ہے۔ اس کے برعکس رامانج کے مطابق چنگاری ڈھیر سے الگ ہو کر اپنا سروپ یاد رکھ ہی نہیں سکتی ہے۔ گویا شعور میں تغیر آتا ہے اور یہ تغیر دوئی پیدا کرتا ہے۔ رامانج کے مطابق الگ ہو کر چنگاری ایشور پرکرتی کا عمل ہوتا ہے اس کا سروپ بجھ جاتا ہے اور وہ جسم ہو جاتی ہے۔ یہاں ہیت بھی بدل جاتی ہے۔ اس لئے دویت ادویت بنیادی حقیقت ہے۔ لیکن بقول گوری شنکر اوجھا "رامانج کی کوششوں سے خاطر خواہ نتائج نہ نکلے۔ اس کی دلیلوں سے یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ مابدھ جیو ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اس لئے مادھوآچاریہ نے پرم آتما، آتما اور پرکرتی تینوں کو جدا مان کر دویت واد (ہمہ از اوست) کی تبلیغ شروع کی"[1] اس سلسلے میں اس نے ویدوں اور اپنشدوں کی تفسیر بھی کی۔

وشنو ازم ابتدا میں قبائلی مراسم پرستش پر زور دیتا تھا۔ مندروں میں جانا، پوجا کے لوازم جمع کرنا، پوجا منتروں کا پڑھنا اور یوگ سے ایشور کے درشن کرنا۔ رامانج نے اس بات پر زور دیا کہ بھگتی، تیرتھ یاترا اور روان سے نفس کی تہذیب ہوتی ہے۔ گیان یوگ بھگتی یوگ کی طرف لے جاتا ہے اور بھگتی سے ایشور کے درشن ہوتے ہیں۔ جیو اور بھگت برہم سے جدا ہونے پر بھی جدا نہیں۔ اصولاً دونوں ایک ہیں لیکن عملاً ایک دوسرے سے جدا اور خاص اوصاف سے متصف ہیں[2]۔ مادھو آچاریہ نے [illegible] اور ہر ایک کام کو ایشور کے نذر کرنے پر زور دیا[3]۔

---

[1] قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب ۔ [2] وشنو ازم اینڈ شوازم از بھنڈارکر ۔

[3] قرون وسطیٰ [illegible]

Marfat.com

(ج)

کشمیر زمانہ قدیم سے [illegible] روایات کا پرتو ہماری ثقافت سے آج بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تہذیب یافتہ تھے اور انہیں روحانیت کا علم تھا۔ بقول [illegible] "ان کی (ناگوں کی) اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہیں "FIOUS" پاکیزہ زندگی [illegible] عبادت کرنے والے اور پرہیزگار کہا گیا ہے"[1]۔ آریوں کے آنے سے پہلے بھی اس [illegible] سے واقف تھے۔ [illegible] لکھتے ہیں "لوگ اور بھگتی کے متعلق ایک عام یقین یہ ہے کہ اس سارے دیش میں اس کا رواج آریوں کے آنے سے بہت پہلے تھا"[2]

کشمیر نے اگرچہ ابتدا سے ہی اپنے تمدن کی حفاظت کی ہے [illegible] نہ صرف کلہوتی اور ابروتی بلکہ یہاں کی روایات کے گہرے مطالعہ سے بھی [illegible] کے کل اہم تمدن کی طرح ہمارا موروثی سرمایہ بھی متحرک ہے اور اس نے ملک کی تحریکات سے وقت وقت پر تعمیری اثرات قبول کئے ہیں۔ ہماری ریشیت کی روایت میں نہ صرف ویدی، اپنشدی، ویدانتی، [illegible] اور وشنوی اثرات ہیں بلکہ یہاں بہت سے [illegible] یہاں تک وشنوی تحریک کا تعلق ہے۔ ریشیت پر اس کے [illegible] ریشیت کا [illegible] شیخ العالم کی روشن کردہ وہ مشعل ہے [illegible] کلام شیخ نت وشنوی اثرات کی [illegible]

---

[1] علمدار ص [illegible]

[2] سنسکرت کے [illegible]

Marfat.com

ولبھ آچاریہ اپنے ایک شاگرد کو تلقین کرتے ہیں۔ "نارائن کا ظہور وشنو کے گن میں ہوا ہے جسکی حمد و ثنا کائنات کے ذرے ذرے سے ہو رہی ہے"[1] شیخ العالم اس بات کو یوں ادا کرتے ہیں ؎

اَکُے خوٗدا ناو چھُس لچھا
دِ ہر رؤس کانہہ لچھامو
عُمر دِنٛدُن اَکے پھپ
رِزقہٕ رؤس کانٛہہ لچھامو

(ایک ہی خدا کے لاکھوں نام ہیں اور اس کی بھگتی کائنات کے ذرے ذرے سے ہو رہی ہے۔ تو عمر کو محض ایک پندرھواڑہ سمجھ۔ رزق کے بغیر ایک مکھی تک نہیں)

یہاں نہ صرف بھگتی پر زور ہے بلکہ رزق کے بغیر ایک مکھی تک نہیں ہے۔ اس برہم مانا رہن کی ثنا بھی مطلوب ہے جسکی پروردگارانہ صفت کا نام ہی وشنو ہے۔

بھگتی وشنوی تحریک کی طرح ریشی تحریک میں بھی نجات کا سب سے بڑا ذریعہ تسلیم کی گئی ہے۔

ع اَللہ پَرنس دورا پھِری زِ
زَ گژھ لادن سٔری زِ نہٕ زانہہ
یادس تہندس دوہ دین بُری زِ
زِندہٕ آسِتھ مُری زِ نہٕ زانہہ

(اللہ بار بار پڑھ اور دنیا کی منت کبھی نہ اٹھا۔ اسی (خدا) کی یاد میں دن گزار کیونکہ اس طرح تو زندہ ہو کر کبھی نہ مرے گا)۔

"بھگتی مارگ میں نہ کوئی اونچ نیچ ہے اور نہ کوئی فرقہ بندی، انسان محض انسان ہے، اس کی عظمت اس میں ہے کہ وہ بھگتی کی آگ سے اپنی تمام کمزوریاں اور جبلی کوتاہیاں بھسم کرے تاکہ اس کی بھگتی سے ایشور خوش ہو جائے۔" ؎

---

[1] بوانز جرنل ۱۲۷ ۱۹۶۷

Marfat.com

اَکِس مَاکِس ماجِہ ہِندیں
تَوہ دے تَرآوِتھ تہ کیاہ
مُسلمان کیا و ہیندہ ین
کہ ہندن تہ ترِ خوداے

(ایک ہی ماں باپ کی اولاد مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایشور بھول کر کیا ملے گا۔ کب ایشور ان پر خوش ہوگا)۔

لیکن بھگتی آسان ترین راستہ ہو کر بھی آسان نہیں ہے۔ بقول شیخ بھگت بننے کے لئے آگ کو چکھنا اور زہر کو پینا پڑتا ہے اور اپنے آپ کو خون کی ندی کے پار اتارنا ہوتا ہے۔ ؎

نار گژھِ ذِہُن گار گژھِ ژاپُن
پان گژھِ تارُن ہوَ سیندے

اس ندی کو بھگت اُسی صورت میں پار کر سکتا ہے جب بقول شیخ اُس کے دل کی مچھلی سوکھی نہ رہے بلکہ بھگتی کے جل سے ہر ہمیشہ تر و تازہ ہوتی رہے۔ ؎

دل چھُے گاڑتے ہوکھ مو تھاوُن
ذِکر ہُند پونی دس تہ سیوتے

بھگتی کی آگ میں جل کر ہی انسانی وجود کندن کی طرح دمکتا رہے گا۔ اور بھگتی کا رس جب ہردے کو سینچے گا تب ہی بھگت پرم گتی حاصل کرے گا۔ ؎

عاشق سُے یُس عشقہ سیتی دازے
معدن زان پرز لیکھس پنہ ئے پان
عشقہ دودیس وانیہ سنے
سُے اوہ والے لامکانے

Marfat.com

بھگتی مارگ میں سب سے بڑی رکاوٹیں وہیں پانچ بوٹ ہیں جن پر غالب آنے کی تلقین گیتا، بھاگوت اور وشنو پران میں بار بار کی گئی ہے۔ رشی حضرات بھی ان ہی کو عرفان کے سب سے بڑے دشمن سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ نے بار بار ان سے نبرد آزما ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

ع کام، کرودھ، لوب، موہ اہنکار پھے
دوزخی نار پھے دوان بڑاے
کرتیہ تہ کارن دنداوار پھے
چندس دیاز پھی مہ کر خداے

(شہوت، غصہ، لالچ، حرص اور تکبر جہنم کی شعلہ زن آگ ہے۔ ان سے بچنے کے لئے نیک عمل کرنا چاہئے، یہی تمہارا زاد راہ ہے۔ جو ہماری جیب میں ہے اسے ضائع مت کر)

زو نیر بڑو پھے لوب نیر بہ تر
گرتھن دوان بڑو تہ شتی کار

(پہلے روح جسم سے نکلے گی اور پھر لالچ۔ دونوں کے دو راستے ہوں گے)

ریشیت کی اساس کسی مربوط فلسفیانہ نظام پر نہیں۔ اس کے بغیر بھی ریشیوں میں کوئی منظم فلسفیانہ آہنگ نہیں ملتا ہے۔ حقیقت میں ریشی فلسفیانہ موشگافیوں کے بجائے زندگی کی عملی قدریں عزیز رکھتے تھے۔ انہیں فلسفیانہ نظام میں صرف اخلاقی پہلو "ETHICAL ASPECT" پیش نظر تھا۔ شاید اس لئے کہ اخلاقیات اور روحانیات کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رشی فلسفے کی طرح ہمیں یہاں "اہنکار" "EGO" کی نفسیاتی تاویل نہیں ملتی ہے ـــــ ریشیوں نے "اہنکار" اور "کام" "LUST" کو سطحی سطح پر جانچا اور وہ ان کے مثبت پہلوؤں کو بھول گئے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کے لئے ذہنی رفعت اور تجربہ نہ رکھتے تھے بلکہ وہ لوگوں

Marfat.com

کو فلسفیانہ باریکیوں میں الجھانے کے بجائے نفس کشی، زہد و تقویٰ کے لئے تیار کر کے عشق و عرفان کے راستے سے گذار کر جہاد کے لئے میدانِ عمل میں کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے ان مذہبی لوگوں کے لئے اُن کے دل میں کوئی عزت نہ تھی، جو نہ تو عشق و عرفان کا کوئی تجربہ رکھتے تھے اور نہ راہِ عمل اختیار کرتے تھے۔ ایسے لوگ ریشوں کی نظریں پڑھے لکھے گدھے، ریاکار اور مُفتن تھے۔ ؎

پَران پَران خٲلی پَر گیٔے
خَر گیٔہِ کِتابہِ بٲری ہٲسِتھ
یِم وِلہٕ نِش باخبر گیٔے
تِم نر گیٔہِ تارٕ تُرِتھ کیٚسِتھ

(پڑھتے پڑھتے اڑنے کی طاقت بھی ختم ہو گئی گویا کہ گدھوں پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا تھا۔ جن لوگوں نے اپنے دل کو پہچان لیا وہی مردِ کامل دریا کو پار کر گئے۔)

اَتھ کُنٛد پانَس موٗدُم رندو
اُمہ سیتی وہندِ مل وہ تھی نو
اَمہ تسبیحہٕ عاصہٕ تہٕ جنٛدو
اَمہ پھنٛدٕ سُے اُتھ یہ پی نو

(اس مادی جسم کی خارجی صفائی سے کیا ہوگا۔ اس سے تو دل کا میل کبھی نہیں دھلے گا۔ یہ تسبیح، عصا اور خرقہ ایک فریب ہے جس سے تم اُسے کبھی نہیں پا سکتے ہو۔)

وہ پھہ بتہٕ زوو زوو کھرے
وہ پھہ بتہٕ بکھرے کیہہ کیہہ چانگ
وہ پھہ بتہٕ کھیٚیاو ملہٕ سنٛز کو کرنے
تہ یہ مالہ پرے شونگ تھٕ بانگ

Marfat.com

(بغیر محنت کے چاول بے حساب پکاؤ کیونکہ اب گھر گھر ایسے ہی چاول کھا کر لوگ (درویشی اور عرفان) کا سوانگ رچانے لگے ایسے ہی چاول جب (بے عمل اور ریاکاری) ملا کی مُنی نے کھائے تو وہ بھلا اتنی کاہل بن گئی کہ بیٹھے بیٹھے ہی ابانگ دینے لگی)

نہ صرف دشنوی مفکر بلکہ من کی دولت کو عزیز تر رکھنے والے تمام صوفی اور اہلِ دل بھگتی کو وسیلہ نہیں بلکہ اپنی منزل سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی رابعہ بصری ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی لے کر جنت کو جلانا اور جہنم کو بجھانا چاہتی ہے تاکہ کوئی جنت کی لالچ یا جہنم کے ڈر سے بھگتی مارگ کو نہ اپنائے۔ ریشی سنتات جزا کی امید رکھنے والے بھگت کو بھگت ہی نہ سمجھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عمل یعنی کرم کرنے میں انسان آزاد ہے لیکن اس کے پھل یا نتیجہ پر نظر رکھ کر وہ سچا کرم یوگی یا بھگتی یوگی نہیں بن سکتا۔ یہاں انسان سے اس کے اپنے اعمال کا حقیقی تعین کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ گیتا کا اہم ترین فلسفہ ہے۔ ایسے لوگوں کی طرف بھگوان کرشن یوں اشارہ کرتے ہیں:

خواہشاتِ دنیوی میں پھنسے رہتے ہیں سدا
کامنا پیش کی کبھی ہوتی نہیں ان سے جدا
سُورگ کے طالب ہیں وہ ان کی نہیں بدھی سے بھرا
نہ انہیں وشواس پورن نہ سمادھی کی خبر

اس لئے عارف کے لیے واحد راستہ بے لوث عمل و آگہی کا ہے۔ کرشن ارجن کو سمجھاتے ہیں:

کرم کرنے کا اے ارجن تجھے ادھیکار ہے
تو مگر اس کے نتیجے کا یہ ذمہ دار ہے
کرم کرنا ویر ارجن دھرم ہے انسان کا
کرم کرنے سے ہی کھلتا ہے پھاٹک گیان کا

Marfat.com

[illegible] سے [illegible] جاتی ہے اندر [illegible] ہوا
[illegible] بندے سے خدا
کا [illegible] کو [illegible]
[illegible] اپنے [illegible]
۴۹/۲ بے لگاوٹ [illegible] بہتری
بس اسی یک نیت کو یوگ کہتے ہیں سبھی

اور پھر ایسے عارفوں کا طرز حیات کیا ہے؟ غور کرنے کی بات ہے گیتا کا تجزیہ کس حد تک ہمارے ریشیوں پر صادق آتا ہے۔ خاصکر ایسا لگتا ہے کہ ریشیت کے آفتاب نے نہ صرف گیتا کو پڑھا تھا بلکہ اس سے اس حد تک متاثر ہوئے تھے کہ خود کو عملی گیتا بنا رکھا تھا بھگوان کرشن سے ریشی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ترک کر دیتے ہیں وہ اپنے دلی جذبات کو
۵۵/۲ چھوڑ دیتے ہیں وہ ارجن حس و محسوسات کو
کام، کرودھ اور لوبھ، موہ ان کو نہیں ہوتا ذرا
چھل کپٹ ہنکار کی مطلق نہیں ہوتی ہوا!
استتی، نندا، غمی شادی کا نہ اُن پر اثر
سورگ کی اچھا نہ دوزخ کا انہیں خوف و خطر
۵۶/۲ راگ دویش اور عیش و عشرت کی نہیں ہے چاہ انہیں
رنج و غم دکھ درد کی مطلق نہیں پرواہ انہیں
۵۷/۲ وہ خودی ہنکار کا مطلق ہی دم بھرتے نہیں
بھول کر بھی الٹے مارگ پر قدم دھرتے نہیں
اندریوں کو دمن کرنے میں ہی سکھ پاتے ہیں وہ

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

انکساری عاجزی اور من میں ہوتی ہے دیا

ایک ریشی گیان وان کی بس یہی پہچان ہے

دیوتاؤں سے ہے افضل گرچہ وہ انسان ہے

ہمارے عظیم ریشیوں کی زندگی گواہ ہے کہ وہ ان اشلوکوں کا عملی مجسمہ تھے۔ وہ پورن بھکت تھے اور اس بھگتی سے ان کی غرض و غایت بھگتی کے آنند کے سوا کچھ نہ تھی۔ وہ نہ جنت کیطرف للچائی نظروں سے دیکھتے تھے اور نہ جہنم سے نفرت کرتے تھے۔ وشنویوں کیطرح ہمارے ریشی حضرات روحانی [illegible] ارتقاء سے زیادہ روحانی حرکیت کے قائل تھے اور قربت و فرحت دونوں کو ایک ہی محبوب کے ناز و ادا کے دو پہلو سمجھتے تھے اور دونوں سے انہیں عشق تھا کیونکہ دونوں میں وہی مثبت اور منفی جلوہ گری تھی۔ حقیقت میں ہمارے ریشی حضرات آٹھ رسوں سے جہاد کرتے ہوئے نویں رس "آنند" کی سیما پر تھے۔ یہی برہم کا وہ روپ ہے جس کی تشریح بھاگوت فلسفے میں کی گئی ہے۔ خود شیخ العالم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ع

کتھ ییہ ژے کُن بے غرضے

کَس آسہ دِس تیُتھ دُسَت

جَنتکہِ طَمہہ تہٕ دوزخنہِ یئے

دَیہِ چھی کران عِبادَت

(کون تمہاری طرف بغیر کسی مطلب کے آئے گا۔ کس کے دل میں اتنی وسعت (عرفان و آگہی) ہوگی۔ اے خدا! یہ لوگ (کتنے احمق ہیں) تمہاری عبادت جنت کے لالچ

Marfat.com

اندر ہم اسم نے ذکر کرتے ہیں ۔

وشنو کے روپ فنا پکیرنگی کیلئے یوگ کے طریقے کو عمل میں لاتے ہیں ۔ وشنو پران میں پراشر رشی کہتے ہیں کہ یوگ کا مقصد ہے ملاپ ۔ یہ ملاپ نہ صرف آتما اور پرم آتما کا ہے بلکہ اندریوں (حواس) کا من سے، من کا بدھی (عقل) سے اور بدھی کا آتما کے ساتھ بھی ہے ۔ یوگ کی مختلف قسمیں ہیں ۔ کرم یوگ ، یعنی علم و تجربے کا راستہ "راجیہ یوگ" اس کو نہ تو وشنویوں میں زیادہ فروغ ملا اور نہ ہی کشیری رشیوں نے اسے اپنایا ۔ "گیان یوگ" یعنی علم و تجربے کا راستہ "ہٹھ یوگ" یعنی ضبط و تحمل کا راستہ "بھگتی یوگ" یعنی عشق و عرفان کا راستہ "عملی یوگ" یعنی جپ تپ دم وغیرہ کا راستہ ۔ یہ سب یوگ عملاً ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اس لئے ایک ساتھ بھرتے جاتے ہیں ۔ ہمارے رشی تو عمل کے شیدائی ہی تھے ۔ اور عمل کو ہی وہ گیان کے لئے ایک آسان راستہ سمجھتے تھے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے فلسفیانہ باریکیاں بہت کم بھری ہیں لیکن ان میں تجربے کی عظمت ہے ۔ وہ پسند اور ناپسند کو تج کر "ہٹھ یوگ" یعنی ضبط و تحمل کے پتلے تھے ۔ بھگتی یعنی بے لوث عشق ان کے رگ و پے میں سما چکا تھا ۔ عملی یوگ کے طریقوں یعنی یم، نیم، آسن، پرانایم، پرتیہار، دھارنا، دھیان اور سمادھی سے وہ واقف تھے اور ان کو روزانہ عمل میں بھی لاتے تھے ۔ بنیادی طور پر "کرم یوگ" کی ہر ایک یوگ میں ضرورت ہے ۔ ہاں کچھ رشی صرف "کرم یوگ" اور "بھگتی یوگ" سے ہی متعلق تھے ۔ یہاں میں صرف لکھ بھون کی گوتمی کی روایت کا ذکر کروں گا ۔ وہ مال نام کی یہ کنواری لڑکی وشنو کو اپنا روحانی باپ سمجھتی تھی جس کی ایک تصویر اسے باپ نے مرنے کے وقت دی تھی ۔ اس کو کسی کا کوئی رشتہ دار نہ تھا ۔ یہ کاؤں والوں کے صحن صاف کرتی تھی اور کوٹ کر چکی سے اناج کے دانے نکال کر پرندوں کو کھلاتی تھی ۔ یہ کاؤں والوں کے لئے دور سے پانی بھی لاتی تھی کیونکہ لکھ بھون میں پانی ہی نہ تھا ۔ اس کے دل میں ایک ہی ارمان اور ایک ہی ولولہ تھا کہ وہ کب اپنے باپ کو دیکھے جس کی تصویر اس کے دل میں کندہ ہو چکی تھی ۔ اپنی اس

لہ کہا جاتا ہے کہ لکھ بھون میں وشنو کا ایک عظیم مندر تھا جسے بعد میں اورنگ زیب کے حکم سے ڈھایا گیا ۔

Marfat.com

خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ برسوں روتی اور تڑپتی رہی۔ ایک دن وہ پانی لانے کیلئے جا رہی تھی کہ راستے میں منہ کھولے اسے ایک شیر ملا۔ وہ من ہی من شیر سے کہنے لگی "بنے جانے دو۔ میں پانی چھوڑ کر پھر آؤں گی۔ ان لوگوں کو پانی کی سخت ضرورت ہے۔ تم مجھے کھا لینا۔ اس سے زیادہ میرے اس فانی شریر کا اچھا مصرف اور کیا ہو سکتا ہے"۔ شیر نے راستہ دے دیا۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ اس نے ذاتی بچاؤ کیلئے خدا سے التجا نہ کی۔ شاید ایک سچے بھگت کی طرح وہ اپنے محبوب کو اپنے ذاتی بچاؤ کیلئے تکلیف نہ دینا چاہتی تھی۔ جب وہ پھر آئی تو شیر کے بجائے وہاں اس نے وشنو کو پایا جس کی شکل ہو بہو اس تصویر سے ملتی تھی جو برسوں سے اس کی تمام تر توجہ کا مرکز رہی تھی۔ اس نے اپنے لئے ہر کسی وردان سے انکار کیا۔ صرف گاؤں والوں کے لئے پانی مانگا۔ اسی حال میں واپس آ کر وہ کوڑے سے اناج نکال کر پرندوں کو کھلانے لگی۔ اسی اثنا میں غیر شعوری طور پر اس نے انگلیوں سے زمین کریدی۔ پانی کا تڑپتا ہوا فوارہ باہر آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوسرے پرندوں کے ساتھ پرندہ بن کر اڑنے لگی۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس روایت میں تاریخ اور عقیدت مندی کے عناصر کہاں تک ایک دوسرے میں گھل مل گئے ہیں۔ لیکن اس سے ہمارے موضوع پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ حضرت شیخ نے بھی اس گونگی کے بارے میں رشیوں کے درمیان ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

گنگ بوانچہ ۔۔۔ بجے
اُبھی کوزن رسے
سیتی جانا وارن ژُ جی
تیتھُ مے وَر دتم ردِ ہ

(گنگ بھون کی وہ گونگی جس نے سب کی خدمت ایک لگن سے کی اور جو پرندوں کے ساتھ اڑ گئی۔ اے میرے دیوتا مجھے بھی ویسا ہی وردان دینا)

ریشیت میں بھی بھاگوتی فلسفے کے مطابق فطرت کو من کی حد تک سراہا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد جب روح کا الہام شروع ہوتا ہے، تو عناصر فطرت کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہتی۔

Marfat.com

بقول شیخ العالمؒ ——— ع

زوٗتہ اوژھے، پوَن تہِ اوژھے
ژہ تھ تہِ اُژھے، اوژھے سار
یمن پدن میٚے وہژار گوژھے
بار خوہ دایا پاپ نوار

(جان بھی فانی ہے اور ہوا و دیگر عناصر فطرت بھی (اتنا ہی نہیں) شعور بھی فانی ہے۔
مجھے ان شبدوں کی تفسیر چاہئے۔ اے رب الجلیل میرے گناہ معاف کر)

یہاں عناصر فطرت کے فانی ہونے کے ساتھ ساتھ جیو اور شعور کو بھی فانی مانا گیا ہے۔ ایک طرف تو شیخؒ کا یہ خیال دور جدید کی شاعرانہ اور فلسفیانہ رفعتوں کو چھو لیتا ہے۔ انسان تب تک بکھرا رہتا ہے جب تک اُسے احساس ذات رہتا ہے۔ یہ احساس تب ہی ختم ہوگا جب شعور فنا ہوگا۔ دوسری طرف اپنشد کی نظر سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک انسان فطری جسمانی نفسیاتی اور ذہنی سطح پر زندہ رہنے کی کوشش کریگا تب تک نجات ممکن نہیں اور جب تک وہ پانچویں کوش یعنی آتمک سطح پر پہنچے گا تبھی اُسے نجات ملے گی۔ وشنویوں کے مطابق یہاں شیخؒ فطرت کے الہام کی محدودیت واضح کرتے ہیں۔

وشنوی روزہ کے بے حد قائل ہیں۔ اس لئے یہ لوگ سال میں چار مہینے روزہ رکھتے ہیں۔ زلکا اور میران ریشی نے شیخ العالم کے مطابق روزہ اور برت سے ہی عظمت حاصل کی اور خود شیخ کی یہی مثال ہے۔ اسی طرح وشنویوں کے "ست سنگ" نیک صحبت کی مثال بھی کلام شیخ سے واضح ہے۔ ؎

دانس مند چھے امرہتہ گورو
پھیٚور پھیٚور اُسی تیس پشپان

(بدھی مان وہ گورو ہے (جسکی صحبت میں) آب حیات قطرہ قطرہ برستا رہتا ہے۔

Marfat.com

اگرچہ منطقی طور پر وشنوی خدا کو قہار یا رحیم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک منصف سمجھتے ہیں جسکا کام اعمال کے مطابق عدل کرنا ہے لیکن بھگتی کے ناطے مادھو آچاریہ اور بھاگوت دونوں کا عقیدہ ہے کہ بھگتی کے راستے میں جذبۂ دروں کتنی بھی شدت کیوں نہ رکھتا ہو لیکن تب تک کچھ نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اس سلسلے میں "نظر ربانی" اور "امداد ربانی" حاصل نہ ہو۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سالک کی راہوں کو روشن کرنے کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ ریشی حضرات کا تو گویا یہ ایمان ہی ہے۔ ع

یس ژٕ دِکھ نِس نِتھ ہیکہِ کُنھ نے
کیا کرٕ بس گرُتے کیا کرٕ بس سات
یس ژٕ نِکھ تس دِتھ ہیکہ کنھ نے
کیا کرٕ بس قابلیت کیا کرٕ بس ذات

(جسے تم دوگے اُس سے کون چھینے گا، نہ یہاں وقت اور نہ نیک ساعت کی ضرورت ہے اور جس سے تم چھینو گے اُسے کون دے گا۔ چاہے وہ کتنا بھی قابل اور بڑی شخصیت کیوں نہ ہو)

وشنویوں کیطرح ریشی مجازی رنگ میں پار کی رنگینیوں کو دیکھ کر وجد میں آنا چاہتے ہیں۔ بقول شیخ ع

بگہ پرکٹ برتھم ریشِس
چھہم ژٕ ہتس ژٕ مہربانو

(ہی ایش! مجھ ریشی کے سامنے (مجازی لباس میں) ظاہر ہو جا۔ اے مہربان! مجھے تم یاد ہو)

وشنویوں اور ریشیوں کے ہاں "دریا" کی علامت بار بار استعمال ہوتی ہے اور اس سے دونوں ایک ہی مفہوم یعنی "زہریلا سمگر" مراد لیتے ہیں تو اس دنیا کیلئے استعارہ ہے۔ ہمارے ریشی وشنو پران کے اس تصور سے بھی آشنا ہیں کہ "دیتارنی ندی" انسانی جسم

Marfat.com

کی علامت ہے، جسے پار کر کے ہی خود شناسی و خود آگہی کا عالم طاری ہو سکتا ہے!

ہماری ریشی تحریک سے منسلک بے شمار ریشی مختلف عقیدوں کے منش تھے لیکن... اُن کی بنیادی زندگی ضبط نفس، ترک علایق، پرہیزگاری اور اہنسا سے عبادت آرا تھی۔ اُن سب کا بنیادی مسلک بھگتی مارگ تھا۔ یہ انسان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا علم رکھتے تھے۔ اس لئے ربّ الجلیل کی خدمت میں عشق کی شدت سے پروئی ہوئی من کے موتیوں کی مالا نثار کرنے کو ہی سب سے بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ یہ ریشی گویا کہ گوکل (دنیا) کی وہ گوپیاں (جیو آتما) تھیں جو چاہتی تھیں کہ کرشن (پرم آتما) اُن کے کپڑے (مایا عناصر کی جلوہ گری) چرا کر انہیں خود میں سمولے۔ جن کا کھانا، پینا، نیند، آرام اور سکون (حواسات) ہی اس عشق کی نذر نہ ہو چکے تھے بلکہ جو اپنے خاوندوں (عقل و دلیل) کو سوتا ہوا چھوڑ کر خود بنسری کا ازلی اور مدھر سنگیت سننے کیلئے نکلی تھیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہماری ریشی تحریک کی علامت یعنی حضرت شیخ کو اپنا دل عشق و بھگتی کی اوکھلی میں پیسنا پڑا۔ شلوک اٹھانے والی عقل اور چیختے من کی کوئل بھاگ گئی۔ وہ اس اوکھلی میں دل پیستے رہے اور اس کے امرت کو خود ہی چوستے رہے، لیکن موت و زندگی کے نتیجے سے لاپرواہ ہو کر ——— ! ———

لولکہ دوہ کھلہ وانج پشم
کوکل ژُجم تہ بیوٹھس رَسہ
پشم تہ پشم پانس ژشم
کو زانہ تو سیتی مرکنہ لسہ

جس طرح سے نوجات چوزہ
ماں کا
بھوکا بچھڑا کاسہ

Marfat.com

اور
بے چین اور تڑپتی ہوئی
محبوبہ
اپنے پریمی کا
انتظار کرتی ہے ۔

اسی طرح
میرے ایشور
میرے شعور کی آنکھیں
تمہیں دیکھنے کے لئے
تڑپ رہی ہیں ——— !

شریمد بھاگوت (سکندھ ۱۷، نمبر ۲۴)

Marfat.com